

مطالعہ دبیر کی روایت



Saqi Arbab-e-Zauq

مقدمہ و انتخاب
سید تقی عابدی

Saqi Arbab-e-Zauq

مطالعہ و سیر کی روایت

مقدمہ و انتخاب

سید تقی عابدی

0305 6406067

PDF Book Company

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4391 Abdi, Syeed Taqi
 Mutamalat-e-Dabir Ki Riwayat/
 Syeed Taqi Abdi - Lahore : Sang-e-Meel
 Publications, 2013.
 131 pp.
 1. Urdu Literature - Poetry.
 I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز سے ہرگز
 تحریری اہواز کے بغیر کسی بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی
 کوئی بھی سرغرضی صورت پڑے گی تو اسے سختی سے قانونی کارروائی ہوگی۔

2013ء

نہاڑہ

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2622-8

ISBN-13: 978-969-35-2622-6

Sang-e-Meel Publications

21 Shahzade-Park Road, Lahore-54000 PAKISTAN

Phone: 03-423-723-0100 / 03-423-723-8143 Fax: 03-423-724-5101

http://www.sang-e-meel.com e-mail: smpp@sang-e-meel.com

ملکی خلیفہ اعظم رضوی لاہور

Saqi Arbab-e-Zauq

فہرست

سید آتی عابدی

مقدمہ

مرزا دہر کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ

9

22

مرجے

- 45 1 غلظتوں میں کن فیکوں ذوالجلال ہے
- 54 2 جلتیں پاساں ہے یہ کس کی جناب ہے
- 76 3 ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے
- 99 4 آمد خزاں کی بگوشن خیر الوداع ہے
- 122 5 کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے
- 152 6 سر علم سرور اکرم ہوا طالع
- 168 7 معروض گہداشت شہنشاہ قلم ہے
- 198 8 معراج خن کو ہے مرے ذہن رسا سے
- 225 9 جب ماہ نے نوازل شب کو ادا کیا
- 258 10 بانو کے شیر خوار کو ہنقم سے پیاس ہے
- 273 11 جب پریشان ہوئی سولا کی بھارت دن میں
- 282 12 چہلم جو کہ بلا میں بہتر کا ہو چکا
- 296 13 نکلے دغدار قلب گرد ہے ان کی
- 323 14 قید خانے میں ظالم ہے کہ ہند آتی ہے
- 338 15 جب دارغ نکس نہ یکینہ آغا سکی

سلام

37	مدح علی میں ہے یہ بلندی کلام کی	1
53	اسے بھرتی جو اٹک سری چشم تر میں ہے	2
75	سلائی ڈرو نہ دوں آفتاب کے بدلے	3
97	سردارِ دُشمن داز کا بھرائی کو غم ہے	4
120	بھرتی ہے سو گوار ماہ حیدر چاندنی	5
150	مستور اگر کمال جو سرد امام کا	6
167	نخرا اُسے دھام جو راہِ رضا میں تھا	7
197	ہے عکس گیسوے زرخ اکبر کہاں کہاں	8
223	جی دشت ہے سر کا ازل سے جو قلم ہے	9
257	بھرتی تھیں قضا شیر کے گلشن میں ہے	10
272	بھرتی جب کہ چڑھا شاہ کا سر نیزے پر	11
281	درمیں کے سو گوار ووداع	12
295	بھرتی یاد حق ہے یاد علی	13
322	نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں	14
337	بھرتی دامن میں لی جب کر بلا کے بن کی خاک	15

رباعیات

- 1 حیدر نے ہر اقلیم کو تسخیر کیا 36
- 2 کہنے کو اذان کے دین سب ملتا ہے 36
- 3 کیا قامت زہرا ملتی زیبا ہیں 52
- 4 "ح" نام میں ہے حق کی معائنات کے لیے 52
- 5 قعرے کو گہر کی آبرو دیتا ہے 74
- 6 یا رب جبروتی تجھے زچہ ہ ہے 74
- 7 کیا روئے حیدر نے ضیا پائی ہے 96
- 8 آدم نے شرف خیر بشر سے پایا 96
- 9 یوں دانے بھی آسیا میں کم پتے ہیں 119
- 10 دنیا کا عجب کارخانہ دیکھا 119
- 11 مذاح ہوا مورد لدا و رسول 149
- 12 گر سیر امام دوسرا حاصل ہو 149
- 13 ہمسر نجف پاک کا کب عرض ہوا 166
- 14 کیا نفع جو منگی و پرہیزی ہے 166
- 15 السوس مری قدر نہ جاہل کبھے 196
- 16 ہے رزم و سراپا تو زباں لور ہی ہے 196
- 17 ناداں کہوں دل کو کہ غرور مند کہوں 222
- 18 اوتی سے جو سر جھکائے اٹلی وہ ہے 222
- 19 دنیا زخماں ہے جائے آرام نہیں 256
- 20 بالائے زمیں زخموں کی تعمیریں ہیں 256

271	تائید خدا ہے ہمارے گھر میں ہیں	21
271	یہ لفظ یہ معنی میں دیکھتے ہیں	22
280	تائید کا یقین سے میں طالب ہوں	23
280	ہاں بلبل سدرہ شہر میں ہو جائے	24
294	یہ ظن کے ہزار ہا آئی دنیا	25
294	ہر شام کو غور شد کہاں جاتا ہے	26
321	شیران مضامین کو کہاں بند کروں	27
321	جو علم سنانی و بیاں کو بکے	28
336	گھونٹتے تھے رب ہمارا ہے	29
336	رجہ تھے دنیا میں خدا دیتا ہے	30



مقدمہ

مرثیہ کی مختلف تعریفوں میں ایک مختصر تعریف یہ بھی ہے کہ یہ وہ نظم ہے جس میں غزل کا تحول، قصیدہ کی طعنت، رہائی کی تاثیر، مثنوی کا تسلسل کے ساتھ ساتھ بول نگاری، ڈرامہ نگاری کے عناصر اور حکایات و روایات وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ کلاسیک مرثیے کے جو مختلف حصے ہوتے ہیں وہ مختلف رنگ و سخن سے رنگے ہوتے ہیں اور مرثیہ نگار چہرہ، رخصت، سراپا، آمد، رجز، لڑائی، شہادت اور بین کے مضامین کو مختلف رنگوں میں باہم جتا ہے۔

مرزا دہر نے مرثیوں کے چہرے بہت کمال کے کئے ہیں اور شاید ہی کوئی دوسرا مرثیہ نگار دہر کے مرثیوں کے چہروں کا جواب پیش کر سکے گا۔ چہرہ مرثیہ کا تمثیلی حصہ ہے جس کا مرثیے کے موضوع سے تعلق ضروری نہیں۔ یہاں شاعر کسی بھی موضوع کو مرثیہ کا چہرہ بنا سکتا ہے۔ دہر نے چہرہ نگاری میں قادر الکلامی، خیال آفرینی، ایجاد و مضامین اور صنائع و بدائع کے استفادہ میں بڑا کمال دکھایا ہے جو ان کی زور طبیعت کا نتیجہ تھا۔ چہروں میں اشاروں کے ذریعے یا مطلعوں میں صنعت براعت و اجمال کو بہت کر قاری اور سامع کو مرثیہ کے حال سے آگاہ کر دیتا بھی دہر کا کرشمہ ہے۔ دہر کے مرثیوں کے چہروں میں حمد و مناجات، نعت، منقبت، علمائے کرام کی مدح، توصیف عزاء، منظر کشی، طلوع و شام، مجلس، علم اور دہنوں جدید موضوعات شامل ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر ایس اے صدیقی کا دہر کے چہروں پر یہ بیان ارباب فکر و نظر سے انصاف کا طالب ہے۔ وہ لکھتے ہیں "بہر حال دہر کے یہاں "چہرے" کی ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں چہرے کے موضوعات بہت محدود ہیں جو دراصل من حیث المجموع

اردو مرچے میں چہرے کے محدود موضوعات ہیں..... اس ناکامی کا بڑا سبب یہ ہے کہ دیر نے چہرے کے موضوعات کو اپنے مذاق علمی کے لیے استعمال کیا۔ طلوع سحر کو پیش کرنے کے لیے انہوں نے اسنے مضامین صرف کیے ہیں اور تکیہات و استعارات سے اتنا کام لیا ہے کہ اصل منظر تو غائب ہو جاتا ہے البتہ قاری کو شاعر کے بلند اور پر شکوہ آہنگ اور مبالغہ آرائی سے ضرور مرعوب ہونا پڑتا ہے۔ چہرے میں ایجاد مضامین کا یہ اثر ہوا ہے کہ چہرہ مسلسل رہنے کے بجائے نکلے نکلے ہو گیا ہے۔“

راقم صرف دو مریضوں کے چہرے کے دو چار بند پیش کر رہا ہے جو دیر کے فن کی عظمت کے لیے کافی ہیں۔

مطلع:

جب سرگوں ہوا علم کبکشان شب خورشید کے نکاس نے ملایا نکاشان شب
خیر شہاب سے ہوئی خالی کمان شب تانی نہ پھر شعاع قر نے شان شب
آئی جو صبح زیور جنگلی سنوار کے
شب نے درہ ستاروں کی رکھ دی اتار کے
شیر مشرقی جو جڑھی چراغ پر شتاب پھر تیغ ملری نے دکھائی نہ آب و تاب
تھا بس کہ گرم نغز بیضائے آفتاب باقی رہا نہ چشم نیلوفر میں آب
قاج ناہتاب ہوا آب و تاب کا
باغ جہاں میں پھول کھلا آفتاب کا

مطلع:

خورشید نے برہم جو کیا دفتر انجم سالار قر لے کے چلا لنگر انجم
دردوں کو چلی نے کیا ہمسر انجم داکل صدف شب سے ہوئے کوہر انجم
انگشتی عرش کا خورشید نکلیں تھا
کیا خوب نکلیں تھا کہ جہاں زیر نکلیں تھا

منشی عمر مر سے لے کر قلم زر کھینے کا معزولی و منصوبی لشکر
 فردیہ شب کو کیا خادج دفتر منصوب ہوا حامل روز اپنی جگہ پر
 چہرہ نہ رہا لشکر انجم میں کسی کا
 پودانہ چراغوں کو ملا برطرفی کا

مرغ ملک مر کا روکش ہوا ناگاہ قوس ملک اور اسطو جنگ بھی دلخواہ
 انجم کی زورہ نیزہ محرق سپر ماہ پر خنجر خورشید نے کیا جلوہ کیا داہ
 جلا د ملک قرم قر چھوڑ کے بھاگا
 خورشید کی دہشت سے پر چھوڑ کے بھاگا

اوراق ملک خط شعاعی سے مٹھا اعلیٰ زمیں غیرت اوراق مطہر
 تھی سودا و انجیر کی تفسیر ہر ایک جا معنی جمل احسن ضیا کے ہویدا
 دنیا میں نہ عظمت شب پیدا کی رہی تھی
 پر ایک سیاہی رہا صدا کی رہی تھی

ان موضوعات اور مضامین سے دیر کی طبیعت میں موجود فراوان ایہاد کے عناصر کا پتہ چلتا
 ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ دہریہ میں قادر الکلامی اور مشکل بیانی کے ساتھ ساتھ
 رعایت، جوش مدح اور نئے نئے مضامین کا جوش و خروش موجود ہے۔ دیر کے مرثیہ کا چہرہ
 سودا کے قصیدے کی یاد تازہ کرتا ہے جس میں میر کی غزل کا تقول بھی موجود ہے۔ کہیں
 نفسیات کی بلاغت کا انجہار ہے :

گوشت چادر کا اگر سر سے سرک جاتا ہے
 ننگے سر کوئی میں پھرنا اسے یاد آتا ہے

کہیں کسی لفظ کی تکرار سے شادی و غم، وقار اور عظمت کا بھی اقرار نمایاں ہوتا ہے۔ اس
 ذیل کے بند میں 'کس' کی تکرار اور 'آبرو' کی ردیف کی کرشمہ سازی دیکھیے :

کس کی زبان سے خیاس نے پائی ہے آبرو
 کس تھنہ لب کے جھٹے میں آئی ہے آبرو

ایمان کس شہید پہ لائی ہے آہ
دہا میں کس کے ظم کی سالی ہے آہ

بھٹسا ہوا ہے کون عزیزوں سے پھوٹ کر

روتے ہیں یہ حباب کسے پھوٹ پھوٹ کر

مرثیہ کی جان رنات ہے اور دہر رنائی مضامین لکھنے میں تائید نیچی کے حامل معلوم ہوتے ہیں۔ اور نیچی رنات دہریت کی شاعت بھی کہلائی۔ غشی اعلیٰ حسین منیر شکوہ آبادی، "سنان دل خراش" میں لکھتے ہیں۔ آتش مرحوم نے جب مرزا دہر کا مرثیہ "کوہِ رقیم پر جو علی کا مگر ہوا" سنا تو سرجلس بعض مقامات پر دورانِ مرثیہ بکا بکا کر کہ اٹھے کہ "اے میاں اگر ایسے مضامین کہہ کے تو تم مرہاؤ گے یا خونِ قہو کو گے۔" مرزا غالب نے دہر کی اسی رنات، قادرا لکھائی اور معنی آفرینی سے حاشا ہو کر کہا تھا۔ "یہ کام مرزا دہر کا ہے دوسرا اس راہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

علامہ شبلی کے پاس متضاد بیانات اور کھلوٹیں ہیں۔ ایک مقام پر ذیل کے بند بیان کر کے کہتے ہیں۔

میر انیس صاحب نے بھی مختلف مرثیوں میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ لیکن مرزا دہر صاحب نے اس واقعہ کے بیان میں جو بلاغت صرف کی ہے اور جو درد انگیز سنا دکھایا ہے کسی سے آج تک نہ ہوسکا۔ فرماتے ہیں:

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سہلہ مصطفیٰ لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ اچھا مصت بھی کر کہوں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا

پانی کے واسطے نہ سسلیں گے حدِ مری

بیاسے کی جان جائے گی اور آہِ مری

پچنے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے جاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے

غیرت سے رنگِ فقی ہوا قرعہ کے رہ گئے چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے

آنکھیں جمکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں

استرِ تھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

شعلی دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔ دہر کے کلام کو نصاحت و بلاغت چھو بھی نہیں گئی۔ میر انیس کی طرح مرزا دہر کے پاس حسب مراتب کی رعایت بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہاں مکالمہ نگاری کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ بات کرنے والوں کی نسبت کیا ہے۔ اخلاق نگاری کچھ اس انداز میں کی گئی ہے کہ مدح کے ساتھ اس کی تقلید کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ دہر کے پاس مضامین میں سوز و گداز کے ساتھ جوش و خروش بھی ہے۔ حسب مراتب اور مدح کا توازن دیکھیے:

حضور نعتی مرتبت:

وہ کون رسول جز و کل خطبہ ایمان
سرتاج فصیحان عرب، آیہ قرآن
جانے وہ شرف ان کا جو قرآن کو جانے
قرآن سے ازل انہیں بھیجا ہے خدا نے

حضرت علی:

وہ کون سا بندہ ہے جو ہمام خدا ہے
مکن ہے مگر عالم امکان سے جدا ہے

حضرت قاضی:

شان خدا ہے صل علی شان قاضی
حیدر کی جا نماز ہے امامان قاضی

حضرت عارف کی آمد کا جوش و خروش دیکھیے:

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کا پ رہا ہے رستم کا جگر زیر کفن کا پ رہا ہے
ہر قعر سلاطین دن کا پ رہا ہے سب ایک طرف چرخ گمن کا پ رہا ہے
ششیر بکف دیکھ کے حیدر کے پیر کو
جبریل لڑتے ہیں سنے ہوئے پر کو

حالی کا سوس ہو یا اقبال کا لکھو۔ جوش کا مرثیہ ہو یا ترقی پسند شعرا کی نظمیں، ان سب

میں دیر کے سخن کی نگین گرج سناں دیتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دیر کی زبان کے قادر الکلام الفاظ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں تبدیل ہو گئے ہیں لیکن لہجہ کا اہوار اور خیال کا چڑھاؤ یہ بتاتا ہے کہ شاعر نے دیر اور دیگر مرثیہ نگاروں سے استفادہ کیا ہے۔ شاہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے ہر جا عمل ختم رسل کر دیا ہم نے عشق میں در قلعہ کو پل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کھڑے اُسے کل کر دیا ہم نے دھوکا نہ ہو یہ سب شرف شیر خدا ہیں

پھر وہ نہ جدا ہم سے نہ ہم اُن سے جدا ہیں

یہ سچ ہے کہ دیر نے زبان کی پاکیزگی، بندش کی چستی اور شعری محاسن پر بہت زور طبع صرف کیا اسی لیے ان کا انداز بیان ہادقار اور پُر شکوہ رہا۔ دیر کے کلام میں محاورات کی فراوانی، ضرب المثل کی ارزانی اور لفظوں کی قادر الکلامی ہے۔ مرثیہ کو کہیں سے بھی پڑھے نئے مضامین، نئی نئی ترکیبیں، بندشیں، صنعتیں اور نادر تشبیہیں اور استعارے قرطاس کلام پر تاروں کی طرح درخشاں نظر آئیں گے۔ ہم تحریر کی طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف استعاراتی کلام کو دیر کے ایک مرثیے میں پیش کریں گے کہ ایسی دوسری نظم اردو ادب میں موجود نہیں۔

استعارہ ظلم بیان کا اہم جزو ہے۔ استعارہ کا معنی ادھار لینا ہے۔ ارسطو کے قول کے مطابق استعارہ کلام کی صفائی کی کٹنی اور کلام کی گفتگو کی ضمانت ہے۔ مشہور شاعر غالب آملی کہتے ہیں۔ ”جس شعر میں استعارہ نہیں ہوتا وہ شعر بے مزہ ہوتا ہے۔“ تعظیہ اور استعارہ ایک ہی خاندان سے ہیں۔ لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جوان شیر جیسا ہے تو یہ تعظیہ ہے، اور جب ہم نے کہا کہ یہ جوان شیر ہے تو وہ استعارہ بن گیا۔ ہم نے یہاں شیر کی طاقت کو مستعار یا ادھار لیا۔ اگرچہ تعظیہ میں بھی طاقت کا جو ہر مثال کے طور پر لیا جاتا ہے، لیکن تعظیہ استعارہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے بھی استعارہ کے مقابل پہنچے ہے۔

بڑے شاعر کی شناخت استعارہ کا صحیح اور عمدہ استعمال ہے۔ بڑا شاعر ہر معمولی حرف

کو بھی عظیم استعارے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ وہ ان لفظوں کو شعر میں بانٹ کر ایک استعاراتی نظام قائم کرتا ہے۔ غزل کے شعر میں استعاراتی نظام نہایت آسان ہے، کیونکہ مطلب اور معنی آخری کی حدیں بے کراں ہوتے ہوئے بھی ہمکنی لحاظ سے عموماً دو مصرعوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی، جب کہ نظم مسلسل میں استعاراتی نظام قادر الکلامی اور استادی مہارت کی سند مانگتا ہے، اور اس لیے بہت سے تخلیق نگار اسے عمدگی سے نبھانے کیلئے اور ان ناکام تجربوں کے سونے کئی شاعروں کے اہل سخن میں ملتے ہیں۔ ہم یہاں دہر کے ایک مختصر اور معروف مرثیہ ”جب پریشاں ہوئی مولاً کی جماعت دن میں“ پیش کرتے ہیں جو استعاراتی نظام کی عمدہ مثال ہے، اس پینتیس بند کے مرثیہ میں مرزا دہر نے ایک دو نہیں بلکہ چھ استعاراتی نظاموں کو مرثیہ میں داخل کر کے ان کا سلسلہ اس طرح برقرار کیا ہے کہ قاری یا سامع کا ذہن ایک دوسرے سے غلط ملط نہیں ہوتا بلکہ استعاراتی نظام کے ساتھ تصوراتی نظام بھی سر بعدی یا قہری ذاتی مختل صورت میں آشکار ہوتا ہے۔ یہ مرثیہ ”جب“ سے شروع ہوتا ہے۔ مرزا دہر کے تقریباً اسی (80) کے قریب مرثی لفظ ”جب“ سے شروع ہوتے ہیں جو قرآنی آیات ”اذن“ کی نقل ہے۔ یہاں سامعین کے ذہن کو شاعر لفظ ”جب“ سے مجبور کر فوراً کربلا کے میدان میں لاتا ہے۔ ہم یہاں صرف مرثیہ کے چار پہلے بندوں کے اشعار سے پیوستہ استعاراتی نظام کو بیان کریں گے۔

پہلا بند :

جب پریشاں ہوئی مولاً کی جماعت دن میں ہر نمازی کو پسند آئی اقامت دن میں
قبلہ دیں نے کیا قصد جماعت دن میں شکل عراب بنی تنگی شہادت دن میں
نفل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں
تینوں کے سائے میں بھیڑ ازاں کہتے ہیں

پہلے مصرعہ ج: ”جب پریشاں ہوئی مولاً کی جماعت دن میں“ ایک استعاراتی نظام میں ”مولاً“، نماز جماعت کا امام ہے، تو دوسرے استعاراتی نظام میں سپہ سالار فوج ہے۔ لفظ ”جماعت“ ایک نظام میں نماز جماعت ہے تو دوسرے نظام میں لشکر اور فوج کے

معنی میں ہے۔ ”پریشان“ ہونا ایک طرف نماز جماعتِ عکبر کا اختتام ہے تو دوسری طرف لشکر کا خاتمہ ہے۔ اس بند کی روایت ”رن میں“، واقعات کو تصوراتی نظام میں کر بلا کے میدانِ کارزار میں بکڑے ہوئے ہے۔

دوسرا مصرعہ :ع: ”ہر نمازی کو پسند آئی اقامت رن میں“، میں ’نمازی‘ ایک استعاراتی نظام میں نماز پڑھنے والے کے معنی میں ہے تو دوسرے نظام میں ’مجاہد‘ ہے۔ ’اقامت‘ ایک نظام میں نماز کا رکن ہے تو دوسرے نظام میں قیام برائے جہاد کے معنی میں ہے۔ لفظ ’پسند‘ ایک معنی میں نماز کی چاہت ہے تو دوسرے معنی میں رضایت جنگ و جہاد ہے۔

تیسرا مصرعہ :ع: ”قبلہ دیں نے کیا قصد عبادت رن میں“ لفظ ’قبلہ‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ جہت ہے جس کی طرف نماز برگزار کی جاتی ہے ’قبلہ‘ دوسرے استعاراتی نظام میں تھیب امام حسینؑ ہے جو دین کا مرکز ہے۔ ’قصد‘ ایک نظام میں نماز کی نیت ہے اور دوسرے نظام میں جہاد کا ارادہ ہے۔ لفظ ’عبادت‘ سے مراد ایک طرف نماز ہے تو دوسری طرف جہاد ہے۔

چوتھا مصرعہ :ع: ”جھلک عراب بنی سچ شہادت رن میں“ ان میں لفظ ’عراب‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ مقام ہے، جس کا امام کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے، دوسرے استعاراتی نظام میں عراب کی ہل عاری اور دشمن کی گواہوں کے گٹھے سے نفی ہے۔ ”سچ“ ایک نظام میں زبان اور نطق ہے تو دوسرے نظام میں تلوار اور شمشیر ہے۔ ’شہادت‘ ایک معنی میں گواہی شہدائے جہاد ہے تو دوسرے معنی میں شہرگ کا کٹنا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا، دو استعاراتی نظام مسلسل پہلو پہ پہلو چل رہے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں، بالکل اسی طرح جیسے کہکشاں میں نظامِ شمسی کے علاوہ دیگر نظام کے سیارے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔ اس بند کے شیپ کے شعر میں تیسرا استعاراتی نظام برقرار کیا جا رہا ہے۔

فل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں

تیغوں کے سائے میں شہر ازاں کہتے ہیں

ابھی تک دونوں استعاریاتی نظام خاک کر بلا یعنی فرش زمین پر ظاہر ہو رہے تھے لیکن اب تیسرے استعاریاتی نظام سے عرش والے شامل ہو گئے۔

اس شیپ کے شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ 'ظلم' سے مراد ہیک کی آوازیں ہیں، اقرار ہے، اطمینان ہے، تو دوسرے استعاریاتی نظام میں ملک کی صفوں کی بے قراری ہے۔ 'امام دو جہاں' ایک طرف زمین والوں کے لیے عبادت اور جاہ بازی کا دنیا و آخرت کا قوسہ ہے۔ 'امام دو جہاں' دوسری طرف عرش والوں کے لیے مدد اور نصرت کا فریضہ ہے، جو خوشنودی خدا ہے۔ 'قیوں کا سایہ' ایک طرف وہ انصار پاؤں ہیں جو وقت نماز تکواریں کو ہاتھ میں لیے تیروں کو سینے سے روک رہے ہیں 'قیوں کا سایہ' دوسری طرف وہ حملہ ہے جس میں امام حسین اپنی آخری جہت کو دشمن کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لفظ 'اُذان' ایک سنی میں نماز کا رکن 'حی علی الاصلاح' ہے، لفظ 'اُذان' دوسرے سنی میں جہاد کا فقرہ "اللہ اکبر" ہے۔

یعنی یہاں دوسرے مصرعہ میں پھر دونوں استعاریاتی نظام نمودار ہوئے لیکن تیسرا - تعاریفی نظام جس میں عرش والے شامل ہوئے، اب دوسرے بند کے ساتھ پست ہو گا، کیونکہ امام حسین فرش اور عرش کے یکٹھوں کے امام ہیں، ان پر امام کی اطاعت اور حفاظت فرض ہے لیکن ان کے اقتیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ نئی نوع انسان کی طرح آزاد نہیں۔

دوسرا بند:

جنتی حق سے ہوئے حامل عرش اعظم کر بلا جانے کا فرماں ہو الہی اس دم
تا شریک ہو تجا ہوں عبادت میں ہم سب صفیں بائیں ہیں پس پنجہ امام اکرم
آج تک ہم کیا عرش غلا پر سجدہ
اب سوئے کعبہ کریں خاک شفا پر سجدہ

دوسرے بند کے مصرعہ اول میں دیر ایک عمدہ مضمون کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو آگے بھل کر اسی بند کے آخری مصرعہ پر نکلتے گا۔ حامل عرش اعظم ایک طرف ملائکہ ہیں تو دوسری

طرف رکھیں ننگ جبریل ہیں۔

ع: ”کر بلا جانے کا فرماں ہوا لہٰذا اس دم“

’کر بلا‘ یہاں پورے استعارہ میں پیش ہوا، جس کی تفصیل پر دفسر گوئی چند تاریک کی شاہکار تصنیف ساتھ کر بلا بطور استعارہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس مصرعہ میں بحر لفظ ’فرمان‘ سے اس بات کی تاکید لازم ہے کہ عرش والے پورے طور پر ہر فعل میں توحید فرمان ایزدی ہیں۔

ع: ”تا شریک و نہ تھا ہوں عبادت میں ہم“

’و نہ تھا‘ یہاں پہلے کے استعاراتی کھامسوں سے شلک ہو رہا ہے۔ ’شریک‘ ایک نظام میں نماز کی صفوں میں شامل ہونے کے ہیں تو دوسری طرف جہاد میں مددگاری کے ہیں۔ ’عبادت‘ ایک معنی میں نماز ہے تو دوسرے معنی میں جہاد ہے۔

ع: ”سب مٹیں باغی ہیں پشیم انام اکرم“

’مٹیں‘ ایک نظام میں نماز کی صفیں ہیں تو دوسری طرف لشکر کی صف آرائی ہے۔ ’پشیم‘ پشت سے مراد ایک جگہ پردوں میں ہے تو دوسری طرف پیچھے رہنے کے ہیں۔ ٹیپ کا شعر:

آج تک ہم نے کیا عرش غلا پر سجدہ

اب سوئے کعب کریں خاک شفا پر سجدہ

اس شعر میں سجدہ کی روایف سے مراد اطاعت اور جاں نثاری ہے۔ واقعہ کر بلا کے بعد شہیدوں کا خون خاک کر بلا میں شامل ہو گیا، اور یہ خاک اکسیر میں خاک شفا، اور خاک شفاعت ہو گئی اس کی قدر و منزلت اب عرش علا سے بڑھ گئی۔ اسی لیے ملائک اب خاک شفا پر جہنمی نماز رکھ کر سجدہ کریں گے تاکہ خون شہدا کی خوشبو اور عظمت سے سجدہ معنی ہو جائے۔ خاک شفا ایک معنی میں شفا یاب ہونے کی تاثیر رکھتی ہے تو دوسرے معنی میں اس کے توسط سے شفاعت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

’کعب‘ ایک استعاراتی نظام میں وہ قبلہ اور جہت ہے جس سے نماز پڑھی جاتی ہے، تو دوسرے معنی میں وہ مرکوز دنیا ہی نہیں بلکہ مرکوز کائنات ہے جس کی طرف اب ملائک بھی سجدہ کریں گے کیونکہ تو قیہ زمیں اور عظمت خاک بڑھ چکی ہے۔

جب فرشتوں نے امام مظلوم کو تنہا مصیبت میں دیکھ کر التجا کی کر کہا جانے کا حکم دیا جائے تو جواب دیا گیا، تم کون ہو؟

قدرِ داں اس کا میں ہوں میرا شفا سا یہ ہے
کیوں نہ ہو میرے محمدؐ کا نواسا یہ ہے

اس شعر میں لفظ 'میرے محمدؐ' میں خاص ربطِ عشق ہے۔ حبیب کا نواسہ ہے اسی لیے میں اس کا قدرِ داں ہوں اور یہ میرا جانا پہچانا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں ان استعاراتی نظاموں کو برقرار رکھتے ہوئے ایک عشقی استعاراتی نظام کا درکھتا ہے، جس کا ہر لفظ ایک عشق کی کتاب کا دفترِ معلوم ہوتا ہے۔

یہ وہ طاعت ہے کہ تنہا ہی ادا کرتے ہیں میرے عاشق نہ شمشیر دعا کرتے ہیں
سرِ قلم ہوتا ہے اور فکرِ خدا کرتے ہیں صادق الوعدہ یونہی وعدہ وفا کرتے ہیں
پہلے مصرعہ کے لفظ 'وہ' لفظ میں دیر نے دنیا بھر کی وسعت بھردی ہے۔ عظیم شاعر کی ایک شجاعت یہ بھی ہے کہ جس لفظ سے جیسا چاہے کام لیتا ہے۔ یہاں معمولی لفظ کے کاعزحوں پر پہاڑوں کا وزن رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی وہ جس کا راز صرف مصیبتِ الہی جان سکتی ہے۔ 'طاعت' ایک نظام میں نماز ہے اور دوسرے میں شہرگ کا کھانا ہے۔

اب نماز جماعت نہیں کیونکہ جماعت ختم ہو چکی ہے۔ اب جہاد نہیں کیونکہ فکرِ تمام ہو گیا ہے۔ اب منزلِ شہادت عقلی ہے، اب عاشق و معشوق کا معاملہ ہے، اب ظلوت اور جہالتی چاہیے، اب نفسِ مطمئنہ کو سردِ قلب ملے گا۔ یہاں لفظ 'ادا' یعنی یہ ایک قرض تھا یہ قرض بھی تھا جس کو حسینؑ تنہا ادا کر رہے تھے۔

دوسرا مصرعہ: "میرے عاشق تہ شمشیر دعا کرتے ہیں۔"

اس مصرعہ میں عاشق، تہ شمشیر اور دعا کے الفاظ مکمل استعاراتی نظام کے ایسے سیارے ہیں جو اپنے معنی رکھتے ہوئے بھی مستعار معانی میں مودار ہوئے ہیں یعنی زمین کی طرح ششی نظام میں سورج کے گرد بھرتے ہوئے بھی اپنے مدار پر محکوم رہے ہیں۔ مضمون کی طوالت کو قابض نظر رکھتے ہوئے اس استعاراتی گفتگو جو مرثیہ دیر کی پہچان ہے، یہاں نامکمل

پھوڑتے ہوئے اس بند کے آخری دو شعر پیش کرنا چاہتا ہوں جہاں استعاراتی نظام در نظام سلسلہ وار بنتے جاتے ہیں۔

سر قلم ہوتا ہے اور فکرِ خدا کرتے ہیں
صادق الوعدہ یونہی وعدہ وفا کرتے ہیں
ہم قمار اس کے جنازے کی جو پڑھوائیں گے
تم بھی جانا کہ رسولانِ سلف چائیں گے

مرزا دیر کے مرثیوں میں انہیں کے مرثیوں کی طرح نیکروں ایسے اشعار ملتے ہیں جن کو ترتیب دے کر درجنوں رزم نامے ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ جو اردو ادب میں خال خال ہیں۔

ہمیں دیر کے مطالعہ کی ضرورت اس لیے ہے کہ انہیں کے پاس دیر نہیں جبکہ دیر کے پاس انہیں نظر آتے ہیں۔ شبلی نعمانی کی تہذیبِ کتاب 'موازنہ انہیں و دیر' کے جواب میں سید ظہیر الحسن صاحب فوق نے جو کتاب 'المیوان' لکھی اس میں جس قسم کا کلام شبلی نے میر انیس کا پیش کیا تھا فوق نے اسی رنگ کا کلام مرزا دیر کے یہاں سے پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ مرزا دیر اس رنگ پر بھی قادر تھے۔
ہم جانتے ہیں۔ میر انہیں نے دعا مانگی تھی:

جب تک یہ چمک مہر کے پر توی سے نہ جائے
الکیم خنِ مرے فکر سے نہ جائے

اور دیر نے دعا کی تھی:

جب تک جہنِ نظم کی بنیاد رہے کی
رنگیں خنِ سب کو تری یاد رہے کی

آخر میں ہم ڈاکٹر ظہیر فتح پوری کی سچ گفتار پر اپنی مشکوٰۃ ختم کرتے ہیں:

"بحیثیت شاعر دیر نے اپنا فرض ادا کر دیا لیکن ہم پر دیر کا فرض ابھی باقی ہے اور دیر شاعری کی راہ میں کی محامضیں سوجھو ہیں۔ عام قارئین تو الگ رہے، مصنفوں حتیٰ کہ

فردوں تک میں ”کاتا اور لے جاگی“ کا رویہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صاف نظر آتا ہے کہ آسان پندی کی خاطر دہر کا مطالعہ کیے بغیر وہ سہارا دہ میں شعلی کے علاوہ دے کی بھرمانہ تھکید کرتے رہے ہیں اور تحقیق سے منہ پھیر کر اس تھکید نے فوقی کی فوجیت اور ثابت کے ثبوت پر نظر ڈالنا تو درکنار سید عابد علی عابد کی تذکرہ بالا قریوں تک کو پڑھنے کی دھمت گوارا نہیں کی۔ میں یہاں اس بحث کو پھیرنا نہیں چاہتا کہ اس شعلی کو جو ’حیات جاوید‘ کو ’کتاب المناقب‘ کہتا تھا اور جس کا اپنا تئری طرز انھیں کے مقابلے میں دہر سے قریب تر تھا، اپنے گریبان کا خیال کیوں نہ آیا؟ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ جو پہلے نہ ہوسکا وہ اب ضرور ہونا چاہیے اور وہ یہ کہ دہر پر اعتماد خیال کرنے سے پہلے دہر کو پڑھ ہی لیتا چاہیے۔“

آخر میں اپنے کرم فرما جناب نیاز احمد اور انضال احمد صاحب کا خاص شکریہ ادا کرتا ہے کہ ان کی ہدایت، خاص توجہ اور محبت کی وجہ سے یہ انتخاب تکمیل کو پہنچا۔ میںیں شاکر حسین شاہر کا بھی ممنون ہوں کہ ان کا غلوں و سلوک اس کتاب کی اشاعت میں شامل و حاصل رہا۔

سید تقی عابدی

اپریل 2013

مرزا دبیر کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ

- نام : مرزا سلامت علی
تخلص : دبیر
- عطار (غیر منقطع کلام میں عطار و تخلص استعمال کیا ہے)
- تاریخ ولادت : ۱۹ جمادی الاول 1218ھ ("بخت دبیر" مآذہ تاریخ ولادت 1218ھ)
مطابق 29 اگست 1803
- مقام ولادت : دہلی، محلہ بلی ماران متصل لال ڈکی
- والد : مرزا غلام حسین
- دادا : مرزا غلام محمد
- جد : ملا ہاشم شیرازی نثار، جو شیخ محمد اہلی شیرازی کے برادر حقیقی تھے۔
- نوٹ : ملا اہلی شیرازی، ایران کے مشہور شاعر تھے۔ ان کی مثنوی "سحر حلال" ایران میں مقبول تھی۔ اس مثنوی کی صنعت گری یہ ہے کہ اس کو دو بحرین میں پڑھ سکتے ہیں اور ہر شعر میں دو قافیے ہیں، یعنی یہ مثنوی ذو بحرین اور ذو قافیہین مع آنچیس ہے۔
- مرزا دبیر نے اپنی ایک رباعی میں اپنے جد کی تصنیف "سحر حلال" پر یوں فرمایا ہے :

کب غیر کے مضمون پر خیال اپنا ہے الہام خدا شریک حال اپنا ہے
اک یہ بھی ہے اعجاز احمد کا دبیر دنیا میں سخن "سحر حلال" اپنا ہے

شریک حیات : مرزا دبیر کی بیوی آردو کے عظیم المرتبت شاعر سید انشاء اللہ خاں انشا کی حقیقی نواسی اور سید معصوم علی کی بیٹی تھی۔ مرزا دبیر کے فرزند ابوج نے

اس پر اپنے ایک شعر میں فخر بھی کیا ہے۔

نانا ہیں مرے سید عالی نسب انشا
عاجز ہے خرد، اُن کے فضائل ہوں کب انشا

اولاد

: ایک بیٹی اور دو بیٹے۔

الف: بیٹی سب سے بڑی تھی جو میر دوزیر علی مہا کے فرزند میر بادشاہ علی بٹا کی شریک حیات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے کی غزلوں کے دیوان، بٹا اپنے گھر لے گئے۔ چنانچہ جب ان کے گھر آگ لگی، دیوان خاکستر ہو گئے۔ بٹا غزل، سلام اور مرثیہ بھی کہتے تھے۔

ب: بڑے بیٹے مرزا محمد جعفر اوج۔ ولادت 1853ء وفات 1917ء

نوٹ

: مرزا اوج اعلیٰ پائے کے مرثیہ نگار شاعر تھے۔ مرزا اوج شاعری کے مجتہد تھے۔ انھوں نے مختلف نئے تجربات بھی کیے ان کے مرثیوں میں انشا، دوسرے اور انیس: تینوں کے محاسن ملتے ہیں۔ ”سراج الکلام“ میں شبلی نعمانی کا یہ قول نقل کیا ہے:

”انصاف یہ ہے کہ آج مرزا اوج سے بڑھ کر کوئی شاعر ہے، نہ مرثیہ گو۔“
مرزا اوج نے نوجوانی ہی میں ’معباس الاشعار‘ تحریر کی جو نظم شاعری عروض قافیہ و تاریخ کوئی کی بلند معیار کتاب ہے جس کے متعلق داغ دہلوی نے فرمایا تھا: ”آج علم عروض کا ماہر، مرزا اوج سے بڑھ کر کوئی ہندوستان میں نہیں۔“

بھائی بھن

: ایک بڑے بھائی اور دو بڑی بہنیں۔ مرزا صاحب سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی مرزا غلام محمد نظیر، وفات 1291 ہجری۔

تعلیم و تربیت:

مرزا دوسرے نے تمام کتب رائج درسیہ عربی اور فارسی باقاعدہ پڑھی تھیں۔ جملہ علوم منقول اور منقول میں مہارت حاصل تھی۔ پروفیسر حامد حسن قادری کہتے ہیں: ”مرزا دوسرے نے عربی اور فارسی کی تعلیم فضیلت کی حد

نکاح حاصل کی تھی۔“ ڈاکٹر ذاکر حسین قادری ’دہستان دیر‘ میں لکھتے ہیں: ”مرزا صاحب کی علمی حیثیت بہت بلند تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ تمام علوم عقلی اور نقلی پر حادی تھے اور طبقہ علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔“ دیر چونکہ بہت ڈیڑھ تھے، اس لیے اٹھارہ انیس سال میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

- (1) : اساتذہ : مولوی غلام صاحب فاضل دوراں سے ابتدائے شباب میں صرف دعو، منطق، ادب اور حکمت کا درس لیا۔
 - (2) مولوی میر کاظم علی صاحب عالم دین سے وحیات، تفسیر و اصول و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔
 - (3) ملا مہدی صاحب مازندرانی اور مولوی فدا علی صاحب اخباری کے آگے ڈانٹ کھنڈ کیا۔
 - (4) شاعری میں تقریباً دس سال میر ظمیر کی شاگردی کی۔ ضمیر کھنوی کو خود اس پر فخر تھا کہ وہ دیر کے استاد ہیں۔ اس مضمون کو انھوں نے اپنی ایک رباعی میں یوں پیش کیا ہے:
- پہلے تو یہ شہرہ تھا ضمیر آیا ہے
اب کہتے ہیں استاد دیر آیا ہے
کردی مری بیری نے مگر قدر سوا
اب قول جی ہے سب کا حق آیا ہے
- (5) مرزا دیر کی اوسط عمر میں میر عشق مرحوم نے بھی مرثیوں میں مطاقی بہم پہنچائی ہے، اس کا اعتراف شاہ عظیم آبادی نے کیا ہے۔

فضل

: شاعری اور ادب (حکمت سے دلچسپی رکھتے تھے)۔

فضل و صورت: ثابت کھنوی اور شاہ عظیم آبادی نے دیر کو بڑے حابے میں دیکھا تھا۔ ثابت کھنوی کہتے ہیں: ”ہکا سانولا رنگ، کسی قدر کشیدہ قامت، ماتھا بڑا،

کثرتِ سکود سے ماتھے پر جھڑے کا نشان، آنکھیں بڑی بڑی کول دو
اکٹھتی داڑھی، بڑی پاٹ دار آواز۔“

آواز : مرزا دہر کی آواز پاٹ دار اور پُر تاثر تھی۔ ان کی آواز میں گداز شامل تھا
لیکن حاسدین، مرزا دہر کی آواز کو بھی نام رکھتے تھے، چنانچہ دہر اپنی ایک
رباطی میں کہتے ہیں :

جب شاہ نجف مصین و ناصر ہوئے
کیوں سب میں نہ ممتاز یہ ڈاکر ہوئے
آواز ہے بھاری تو ہو پر بات یہ ہے
بھلس میں خنن نہ بار خاطر ہوئے

حافظ : مرزا دہر کا حافظ بلا کا تھا۔ واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا
صاحب کو چالیس پچاس سال پرانی باتیں اچھی طرح یاد تھیں۔
خط : مرزا دہر نہایت خوش خط اور زود نویس بھی تھے۔ آپ کا خط پختہ اور
باقاعدہ تھا۔ مرزا صاحب کا خط اُس زمانے کے ایرانیوں کی روش پر تھا۔
وہ حروف پر کم نقطے دیتے تھے اور بعض حروف پر نقطے ہی نہیں دیتے تھے۔
حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے مرثیوں کی نقلیں لیتے ہوئے بعض
لفظوں کا کچھ کا کچھ ہو گیا، شاید یہ بھی وجہ تخریف ہوگی۔

اخلاق و کردار : مرزا دہر اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ محمد و آل محمد کی مداحی نے ان کے
دل میں رحم، پیغمبت، سخاوت، عدالت، قناعت، متانت، صداقت،
غیرت، خود داری اور جرأت کے دلوں کو اس طرح ابھارا کہ وہ فرشتہ
صفت انسان بن کر ظاہر ہوئے۔ عدالت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ
کبھی کسی غریب کے مقابلے میں کسی امیر پر طینت کی طرف داری نہ کی
کسی رئیس یا بادشاہ کی انھوں نے خوشامد نہ کی، کسی بادشاہ کو خداوند نہ کہا۔
جب مرزا دہر نے بادشاہ غازی الدین حیدر کے مزا خانے میں بادشاہ کی

موجودگی میں منبر پر جا کر حمد و نعت و منقبت پڑھ کر یہ قطعہ پڑھا:

واجب ہے حمد و شکر جناب اللہ میں
لعل خدا سے آیا ہوں کس بارگاہ میں
مجھ سا گدا اور انجمن بادشاہ میں
چرچا یہ لوگ کرتے ہیں اس وقت راہ میں
ڈڑے پہ چشم مہر ہے مہر منیر کو
حضرت نے آج یاد کیا ہے دیر کو

پھر جو مرثیہ پڑھا اس کا مطلع تھا: ”داغ غم حسین میں کیا آب و تاب ہے“
چنانچہ جب مرچے کے اس بند پر آئے تو بادشاہ رونے لگے اور اُسے پھر
پڑھوایا بند یہ ہے:

جب روز کبریا کی عدالت کا آئے گا
بہار بادشاہوں کو پہلے ہلائے گا
انصاف و عدل اُن سے بہت بوجھا جائے گا
تو آج داد دینے کی کل دلو پائے گا
گل کر دیا ہے دونوں جہاں کے چراغ کو
لونا ہے تیرے مہد میں زہرا کے باغ کو

کہتے ہیں مرزا دیر تو مرثیہ پڑھ کر چلے گئے لیکن بادشاہ کو خوف خدا سے
ساری رات نیند نہ آئی، صبح سویرے اپنے وزیر کو انصاف اور عدالت کے
بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔

مرزا دیر نے جب مرثیہ شروع کیا، اُس زمانے میں مرثیہ گو شعرا
سوز خوانوں کے دم و کرم پر رہتے تھے، کیونکہ انھی سوز خوانوں کی بدولت
ان کے مرچے مشہور ہوتے تھے۔ مشہور ہے کہ اُس زمانے میں لکھنؤ کے
مشہور سوز خواں میر علی صاحب، جو رشتے میں خواہد میر درد کے نواسے

تھے، جس شاعر کا مرثیہ سوز سے پڑھتے، اُسے شہرت مل جاتی تھی۔ مرزا دیر کی شہرت سن کر میر علی صاحب نے دیر کے تین مرثیوں : ع :
 ”بارغِ فردوس سے یہ یزیم عزائمتر ہے۔“

ع : ”بھدا تاج سرِ عرش خدا ہے فیروز“

ع : ”جب ہوئی ظہر تک قتل سپاہِ شہید“ کو حاصل کر کے پڑھا اور سارے نکتوں میں ان مرثیوں کی شہرت ہو گئی۔ اتفاق سے انہی مرثیوں میں سے ایک مرثیہ کسی دوسرے سوز خواں نے بھی کہیں پڑھا جہاں میر علی صاحب موجود تھے، جب میر علی صاحب کو معلوم ہوا کہ دیر نے یہ مرثیہ دوسروں کو بھی دیا ہے تو مرزا صاحب کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم مستند اور مشہور مرثیہ کو بننا چاہتے ہو تو آئید، وہ مرثیہ، جو میر علی کو دیا گیا ہے، کم از کم تین سال تک کسی دوسرے کو تقسیم نہ کیا جائے۔ مرزا صاحب نے جواب بھیجا کہ میری طرف سے آدابِ عرض کیجئے اور کہئے کہ اول تو آپ سید، دوسرے بزرگ، تیسرے ذاکر، اس طرح واجبِ اعتظیم ہیں۔ میں اگر مستند مرثیہ کو بننا چاہتا ہوں تو امامِ حسینؑ کی امداد اور اپنی محبت و شہجہ خدا داد سے۔ یہ بات شاید مری مروت سے بھی دور ہوگی کہ کوئی ذاکر مجھ سے مرثیہ مانگے اور میں یہ کہہ کر اُس کی دل شکنی کروں کہ میر علی صاحب کا حکم نہیں۔ مجھ سے یہ شرط نہ نہیں سکتی۔“ کہتے ہیں اُس دن سے پھر میر علی صاحب نے مرزا صاحب کا کوئی مرثیہ نہیں پڑھا۔

شاعری کا آغاز : دیر نے 12 سال کی عمر میں 1815 میں شاعری کا آغاز کیا۔

مدتِ مشقِ سخن : 60 سال

پہلا قطعہ : یہ قطعہ مرزا صاحب نے اپنے استادِ خمیر کو سنایا تھا :

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے

کسی کی عمر کا لہریز جام ہوتا ہے

عجب سزا ہے یہ دنیا کہ جس کی شام دھڑک
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

آخری قطعہ تاریخ: یہ قطعہ تاریخ ہے جو میر انیس کے انتقال پر کہا تھا، جس کے آخری دو
معمروں کے مجموعی اعداد سے تاریخ عیسوی نکلتی ہے۔ مرزا نے معتقدین
کی طرح آسمان کے الف سمدودہ کے عدد دو لیے ہیں:

آسمان ہے ماہ کامل سمدودہ ہے روح ثلاثی
طور سینا ہے کلیم اللہ منبر ہے انیس

(1874 = 945 + 929)

پہلا مرثیہ : ع: ہانو پچھلے پہر مسفر کے لیے روتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مرزا دیر کا پہلا مرثیہ ہے۔ یہ مرثیہ حضرت
علی مسفر کے حال میں ہے۔

آخری مرثیہ : ع: انجیل کتاب میسر ہیں مہاق

مرزا دیر یہ مرثیہ نظم کر رہے تھے کہ میر انیس کے انتقال کی خبر ملی۔ مرثیہ
نا تمام چھوڑ دیا اور کہا کہ ”دیر یہ تیرا آخری مرثیہ ہے۔“ اور یہی نا تمام
مرثیہ انھوں نے اپنی آخری مجلس میں 25 ذیقعدہ 1291 ہجری میں
پڑھا۔ یہ مرثیہ حضرت مہاق کے حال میں تھا۔

اساتذہ : تقریباً دس برس میر ضمیر کھنوی سے استفادہ کیا۔ میر ضمیر نے شخص دیر
کے نام شاد عظیم آبادی کہتے ہیں، میر عشق: فرزند اس کھنوی نے بھی
مرثیہ کے نوک و چک سنوارنے میں مدد کی۔

شاگرد : مرزا دیر کے شاگردوں کی فہرست بڑی ہے، ہم یہاں صرف منتخب
شاگردوں کے نام پیش کریں گے:

- (1) محمد جعفر اوج (2) محمد ہادی حسین عطارد (3) محمد نظیر (4) میر بادشاہ بھا
- (5) شاد عظیم آبادی (6) منیر شکوہ آبادی (7) مشیر کھنوی (8) صلیب کھنوی

(9) ممتاز الدولہ (10) ملکہ زمانی (11) سلطان عالیہ (12) زیب انسا حاجی
(13) قدیر دہلوی (14) محمد تقی اختر (15) شیخ فقیر حسین عظیم (16) منور
فیض آبادی (17) سید باقر مہدی بیٹ (18) محمد رضا علیر (19) دہاب
حیدر آبادی (20) امام باندی عفت (21) منیر (22) سفیر (23) صبا
(24) وزیر (25) حقیر وغیرہ۔

پڑھنے کا طریقہ: مرزا دہر منبر کے چوتھے زینے پر بیٹھتے تھے۔ پہلے منبر پر بیٹھ کر دو چار
منٹ چاروں طرف مجلس کو دیکھتے۔ اکثر لوگوں سے سلامت اور مختصر
مزاج پرسی کرتے۔ اسی دوران زیر منبر کوئی مصاحب مرثیے کے کاغذات
دیتے۔ مرزا صاحب ان کاغذات سے چند کاغذوں کا انتخاب کر کے زانو
پر رکھ لیتے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بہ آواز بلند فاتحہ کہتے اور خضوع و خشوع
کے ساتھ سورۃ الحمد تمام کر کے بھی مکہ پڑھتے۔ فقیر کسروی 'رباعیات دہر'
میں لکھتے ہیں: "آج بھی مرزا دہر کے اہل خاندان اور ان کے خاندان
کے علاوہ پہلے فاتحہ کہہ لیتے ہیں، پھر رباعی سلام اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔
پھر انہیں کے خاندان میں فاتحہ نہیں کہتے اور یہی دونوں خاندانوں کی
اب پہچان رہ گئی ہے۔"

مرزا دہر اہل مجلس کو زیادہ تر مجھو یا حضرات کے نقطہ سے مخاطب کرتے
جاتے۔ مصرع نصف ایک جانب اور نصف دوسری جانب نظر کر کے
پڑھتے۔ پڑھتے وقت قریب سے دیکھنے والوں کو ان کی جوش کی حالت
پوری محسوس ہوتی تھی۔ نصف مصرع کو ڈھپ کر اور نصف کو بہت آہستہ
ادا کرنا کچھ انہیں پر فہم ہو گیا۔ ہاتھ یا چہرے سے بتانا مطلق نہ تھا۔ حزن
یا بین کی جگہ آواز کو نرم بنا کر سامعین پر اثر ڈالنا بھی چہاں نہ تھا۔ اکثر
اہل مجلس کو دوتے دوتے فٹل آجاتا تھا۔ پورا مرثیہ از مطلع تا مطلع مسلسل
پڑھتے میں نے نہیں سنا مشکل سے مرثیہ کے ایک سو بند پڑھتے ہوں گے۔

آخر میں پسے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تک پڑھ کر اتر آتے تھے۔“

مؤلف: ”حیات دیر“ ثابت لکھنوی کہتے ہیں: ”مرزا دیر جوش معرفت میں پسے کے زور سے پڑھتے تھے اور مجلس میں جب کبھی پڑھنے کو جاتے تھے وضو کر کے جاتے تھے۔ آواز بھاری اور پاٹ دار تھی، فطری طور پر کہیں خود بخود ہاتھ اٹھ جاتا تھا ورنہ منبر پر بیٹھ کر اٹھانے کو وہ صیب جانتے تھے۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے مرثیہ خوانی سے بتانے کو کیا علاقہ ہے۔ اس مضمون کو اپنی ایک رباعی میں یوں بیان کرتے ہیں:

ناحق نہ چننا نہ چلانا ہے
بے کار نہ ہر بند پر اٹھانا ہے
ابنِ وِرداں کا ثنا خواں ہوں میں
صدِ شکر کہ پڑھنا مرا مردانہ ہے

حکایت : 1872 میں دارودہ میر واجد علی خیر لکھنوی کے امام ہاڑے میں دیر نے یہ مرثیہ پڑھا تھا:

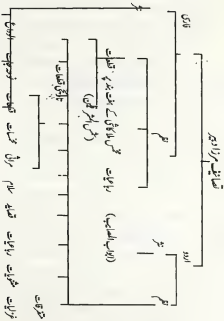
ع: پرچم ہے کس علم کا شعاع آفتاب کی“ تمام مجلس تصویر بنی ہمد تن گوش تھی۔ یہاں تک کہ مرزا دیر اس موقع پر پہنچے کہ حضرت نسبت اپنے بچوں سے پوچھتی ہیں کہ تم نے شعر سے بات کیوں کی؟ اس موقع پر مرزا دیر نے ایک مصرع تین طرح سے پڑھا۔ ہر مرتبہ مصرع کے ایک نئے معنی سامعین کے ذہن میں آئے:

- (1) کیوں۔ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (ٹھکر کی لہجہ میں)
 - (2) کیوں؟ تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی؟ (سوالیہ طور پر)
 - (3) کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی (حافظ کے لہجہ میں)
- اس مصرعے پر اس قدر رقت ہوئی کہ مرثیہ آگے نہ پڑھ سکے۔ مرزا دیر

کو خاص کر بین کے مقامات پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ مرزا دہر کے پڑھنے کا انداز انھیں کے ساتھ شتم ہو گیا۔ انھوں نے کسی اپنے شاگرد کو اپنے پڑھنے کا طرز نہیں سکھایا۔

طریقہ تصنیف: ثابت لکھنوی کے قول کے مطابق: ”جب تک طبیعت حاضر نہ ہوتی تھی، نہ کہتے تھے اور جب حضور قلب کا عالم ہوتا تھا، کہتے تھے اور جلد جلد کہتے تھے۔“

شاد عظیم آبادی ’عبید اللہ خان‘ میں لکھتے ہیں: ”آخر شب سے تہجد پڑھ کر مرے کی تصنیف شروع ہوتی تھی۔ صبح تک جتنے بند کہتے تھے بعد اوائے نماز اس کو لیے ہوئے باہر آتے تھے۔ کاتب موجود رہے۔ خود بتاتا کر اپنے سامنے صاف کرواتے تھے۔ یہ بھی مسودہ دوم میں داخل ہوتا تھا۔ مسودہ اول و دوم سب مقلد کیا جاتا پھر شب کو مسودہ اول نکالا جاتا تھا۔ مرثیوں کی تصنیف یوں نہ ہوتی تھی کہ مطلع شروع کر کے چہرہ، صف آرائی، رخصت، ملائی وغیرہ کے بند ترتیب کے ساتھ کہتے تھے بلکہ مثلاً نکوار یا گھوڑا یا صف آرائی یا چہرہ یا رخصت میں جتنے مضامین متعلق مرثیہ کہتے ہیں، ہر مضمون کے سو سو دو دو بند لکھے جاتے تھے، آخر میں اس ذخیرے سے بند لے کر پانچ پانچ چھ مرے مرے کر لیتے تھے۔ کچھ موٹی موٹی جلدیں کاتب سے صاف کروائی ہوئی، انہیں بے ترتیب بندوں کی، الگ رہتی تھیں اور جب یہ بند بصورت مرثیہ مرثیہ ہو جاتے تھے تو کتاب کے اندر ترتیب وار داخل کیے جاتے تھے۔ اسی طرح سلاموں، تحسینوں، قطعات وغیرہ کی جلدیں صاف کی ہوئی، الگ رہتی تھیں۔ کاتب کو دم لینے کی فرصت نہ تھی، بارہ تصنیف کو تو اپنے سامنے بٹھا کر صاف کرواتے تھے، ورنہ کاتب کے حوالے کر دیتے تھے وہ الگ بیٹھا لکھا کرتا تھا۔



تعداد مرثیہ : راقم حریح تحقیقی اطلاعات فراہم ہونے تک مطبوعہ مرثیہ کی تعداد 290 اور غیر مطبوعہ مرثیہ کی تعداد 285 اور کل موجود مرثیہ دیر کی تعداد 675 رقم کرتا ہے۔

(1) ”دفتر ماتم“ کی 14 جلدوں میں مطبوعہ مرثیہ کی تعداد = 338

(2) مختلف مرثیہ کی کتابوں میں مطبوعہ مرثیہ کی تعداد پانچ (52) ہے۔

$$390 = 52 + 338 =$$

(3) غیر مطبوعہ مرثیہ کی تعداد چھ قلمی بیاضوں میں 285 ہے = 285

(4) کل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مرثیہ کی تعداد = $390 + 285 = 675$

مرزا دہر کے مطبوعہ مراثی کا جدول

نمبر شمار	نام	تعداد مراثی	سنہ طبع	مطبع
1	مرثیہ مرزا دہر۔ جلد اول	35	1875	نول کشور پریس، کھنؤ
2	مرثیہ مرزا دہر۔ جلد دوم	34	1875	نول کشور پریس، کھنؤ
3	دکتر ماتم۔ جلد اول	25	1897	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
4	دکتر ماتم۔ جلد دوم	25	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
5	دکتر ماتم۔ جلد سوم	29	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
6	دکتر ماتم۔ جلد چہارم	27	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
7	دکتر ماتم۔ جلد پنجم	27	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
8	دکتر ماتم۔ جلد ششم	29	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
9	دکتر ماتم۔ جلد ہفتم	25	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
10	دکتر ماتم۔ جلد ہشتم	30	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
11	دکتر ماتم۔ جلد نهم	26	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
12	دکتر ماتم۔ جلد دہم	27	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
13	دکتر ماتم۔ جلد یازدہم	27	1898	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
14	دکتر ماتم۔ جلد دوازدہم	29	1897	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
15	دکتر ماتم۔ جلد سیزدہم	23	1897	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
16	دکتر ماتم۔ جلد چہار دہم	19	1897	مطبع اموی، منک، گج، کھنؤ
17	نواب کر بلا۔ جلد اول	15	1928	مطبع جعفری، دہلی
18	نواب کر بلا۔ جلد دوم	15	1928	مطبع جعفری، دہلی
19	سیح مثنوی۔ غیر کھنوی	14	1930	نگار پریس، کھنؤ

20	شعار دیر۔ مہذب گفتوی	7	1951	پروفیسر ایچ اے ایس، کھنڈ
21	رزم نامہ دیر۔ غر گفتوی		1948	نکاحی پریس، کھنڈ
22	باقیات دیر۔ اکبر حیدری	26	1994	مرزا بلی کیشنز، حسن آباد، مری نگر
23	دلچ دیر۔ ہلال نقوی	25	1995	محمد علی کیشنز، ویڈ بلی کیشنز، کراچی
24	مکتبہ مرانی دیر	20	1980	مرتبہ ڈاکٹر طہیر حجازی پری مجلس قرآنی ادب۔ لاہور
25	انتخاب مرانی مرزا دیر	20	1980	مرتبہ ڈاکٹر حیدری الزہرا پریس اردو اکادمی، کھنڈ
26	انتخاب مرانی دیر	8	1962	رام نرائن لال، پلیٹرز، الہ آباد

مریوں کی جگہ: مرزا دیر کے مرانی پانچ بحر کے نوزخات میں لکھے گئے ہیں لیکن اغلب مرچے ان پانچ اوزان میں ہیں۔

(1) بحر مدل مثنیٰ مخبون محذوف / ممکن = فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن فعلن

مثال: ”جب ہوئی ظہر تلک سپاہ شہر“

(2) بحر مضارع مثنیٰ مکثوف محذوف = مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلن

مثال: ”یارب! مجھے مرقع غلہ بریں دکھا“

(3) بحر ہزج مثنیٰ مکثوف مکثور محذوف = مفعول مفاعیل مفاعیل فعلن

مثال: ”اے وہب! نعم! دوعالم کو بلا دے“

(4) بحر جث مثنیٰ مخبون محذوف = مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فعلن

مثال: ”رورانہ نہر لہن کو جو شیر خوار ہوا“

(5) بحر سربج مسدس مطوی مکثوف = مقطعلن مقطعلن فاعلن

مثال: ”جب رہے میدان میں تمہا حسین“

ایجادات : ’حیات دیر‘ کے مولف ثابت گفتوی نے مرزا دیر کی ان ایجادات کو بیان کیا ہے جو میرانیس کے کلام میں موجود نہیں۔ ہم ایرانی طور پر یہ

ایجادات یہاں بیان کرتے ہیں۔

1۔ مرچے کو کھد و نعت و منقبت سے شروع کیا، بادشاہ اور مجتہدین عصر کی بھی

دع فرمائی۔ مثال: مطلع مرثیہ "ظفر انویس کن قیوں ذوالجلال ہے"

2۔ چہارہ (14) معصومین علیہم السلام کے حال میں طبعہ علیحدہ علیحدہ مرچے

کھے، چنانچہ 'ذکر ماتم' کی چودہ جلدوں میں یہ ترتیب ہے کہ ہر جلد ایک

معصوم کے حال کے مرچے سے شروع ہوتی ہے۔

حکایت : مرزا اوج کہتے ہیں جب نواب نادر مرزا صاحب فیض آبادی نے مرزا

صاحب کو بلوایا تو ان سے خواہش کی کہ چودہ معصوموں کے حال میں

مختصر مرچے لکھ دیں تاکہ وہ ہر معصوم کی وفات کے دن مجلس میں پڑھ

سکیں، چنانچہ جب مرزا صاحب پاکی میں واپس شہر کھنڈ آئے تو راستے

میں تمام مرچوں کو کہہ اُن لوگوں کے ہاتھ جو مرزا صاحب کو کھنڈ لائے

دے دیے کہ نواب صاحب کو دے دیں۔ یہ مرثیہ مختصر مرچے ہیں۔ مرزا

دہر کا خیال تھا کہ وہ ہر معصوم کے حال میں ایک طولانی مرثیہ کہیں گے،

چنانچہ امام موسیٰ کاظم کے حال میں ان کا ایک طولانی مرثیہ موجود ہے۔

3۔ حال ولادت حضرت عبا: "انجیل مسیح لبہ میہڑ ہیں عبا:" — اور

حال ولادت حضرت علی اکبر: "جب روئی مرقع کون و مکاں ہوئی" کھلا۔

4۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شادی کا حال اس مرثیہ میں نظم کیا جس

کا مطلع ہے:

ع: "جب فاطمہ سے عقدہ یہ لایا ہوا" یہی نہیں بلکہ عقدہ حضرت علی،

جو امید ام المصنن سے ہوا، اس کا ذکر مرثیہ ع: انجیل مسیح لبہ میہڑ

ہیں عبا: میں ہے۔ اسی طرح حضرت عبا کی شادی کا حال:

"جب اختر یعقوب پہ کی مہر خدا نے" میں ذکر کیا ہے۔

5۔ مرزا دہر کے زمانے میں ترکوں نے کر بلائے معلیٰ میں قتل عام کیا تھا

جس میں ہاتھیں (22) ہزار افراد قتل ہوئے۔ اس قتل و غارت کو مرزا صاحب نے کئی رہامیات میں نظم کیا اور تفصیل سے اس مرچے میں نظم کیا جس کا مطلع ہے: ع: ”اے قہر خدا رویوں کو ذمہ و ذریر“

- 6- حالات تاریخی پر مشید لکھا: ع: ”نہرست یہ میہر کے لشکر کی رقم ہے“
 - 7- مرچے میں مناظراتی پہلو۔ مرزا صاحب کے دور میں ایک شخص نے شدت سے قزاقی داری کی مخالفت کی تھی تو مرزا صاحب نے اس کا جواب اس مرچے میں لکھا: ع: ”اے شمع قلم انجمن افراد رقم ہو“
 - 8- مرچوں میں طرز بیان کے ہدیہ نکات، جیسے شام کے ذعاں میں حضرت سکیتہ کو سنانے کے لیے حضرت نہت کا کہانی کہنا، جو امام حسین کی کہانی تھی: ع: ”جب کہ ذعاں میں نبی زلیوں کو دات ہوئی“
 - 9- مرچوں میں بہت سی معتبر روایتوں کو نظم کیا جیسے ع: ”جب دن میں بوجھ حدو ایک شب رہے“ میں نصرانی تاجر کا واقعہ وغیرہ ہے۔
 - 10- مرچے میں قاضیانِ حسین سے انتقام، حال حضرت علیؑ، ع: ”جب منجی انتقام برہد خدا نے کی“
 - 11- مرچے میں خُرکا سراپا لکھا: ع: ”اب تک کسی نے خُرکا سراپا نہیں کہا“
- اصحابِ حسین: حبیب ابن مظاہر، زبیر ابن قین، وہب ابن کلبی کے متعلق مرثی لکھا۔
- 12- پانی اور آگ کا مناظرہ: ان دونوں عنصروں کے سبب سے جو ظلم اہل بیت پر ہوئے: ع: ”آتش سے، سبب دشمنی آپ کا کیا ہے؟“
 - 13- مرزا دیر سے پہلے اور ان کے ہم عصروں میں بھی عموماً مرچے چار بحروں: رمل، ہزج، مضارع اور بحث میں کہے جاتے تھے لیکن مرزا صاحب نے دوسری بحروں میں بھی حزیہ اور طویل مرثی لکھے، جو مقبول ہوئے۔
 - 14- مرزا دیر نے ایک مرچے میں کئی مطلعے لکھنے کو دواج دیا یعنی ایک مرچے

میں رخصت، لڑائی، شہادت کے موقع پر کئی مطلع دیتے تھے۔

15- ایک مرثیہ: ع: ”آہوئے کعبہ قربانی دلاور ہے حسین“ — میں تمام

احکام ذبیحہ نظم کیے، اسی طرح ع: ”کیا شانِ روضہ خلیفہ بو تراب

ہے“ میں زیارتِ حبیبہ مقدسہ کے اکثر فقروں کا مطلب بیان کیا ہے۔

16- مسلمانوں میں طویل قطعہ بند رکنا بھی مرزا دیر ہی کی ایجاد ہے، جیسے

سلام میں بحر اور ابنِ سعد کی گفتگو۔ دیر کے بعد ان کے شاگردوں نے

بھی مسلمانوں میں قطعہ بند رکھے۔

17- دیر نے مرثیوں میں خطباتِ امام حسین نظم کیے۔

18- دیر نے ایک مرثیے میں تمام علم بیان اور علمِ بدیع کی صنعتوں کو جمع کیا

جس کا مطلع ہے: ع: ”مطلع لبِ شہر گہر بار ہے دن میں“

19- دیر نے ہا کردارِ عطا کی مدح و ستائش کے عنصر کا اضافہ کیا۔

20- دیر نے محافل کے لیے بشکلِ مثنوی ’حسن القصص‘، ’معراجِ نامہ‘ اور

’فضائلِ چہارہ‘ مصوم نظم کیے۔

21- دیر نے مرثیوں کے مطلعوں میں ’جب‘ ایک سو سے زیادہ اور ’جو‘ پچاس

سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔ یہ اسلوب دیر کے گہرے قرآنی مطالعے کا

نتیجہ ہے۔ بعض سورتوں اور آیتوں کا آغاز ’اذا‘ سے ہوا ہے جس کے معنی

’جب‘ کے ہیں۔ مرزا دیر کے مرثیوں میں آیات و احادیث کے ٹکڑے نظم

کیے گئے ہیں:

ع: ”جب ختم کیا سورۃ واللیل قرآنے“

ع: ”یار و کریم وہ ہے جو وعدہ دلا کرے“

نکلتے زمان:

ف ۱: مرزا دیر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے اردو شعرا میں سب سے زیادہ

شعر کیے۔ دیر کے مطلوبہ اشعار کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (1,20,000)

سے زیادہ ہے۔

ف 2: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ مرثیے لکھے۔
مرزا دہر کے مطبوعہ مرثیوں کی تعداد (390) اور غیر قلمی مطبوعہ مرثیوں کی
تعداد (285)، یعنی کل مرثیوں کی تعداد (675) ہے۔

ف 3: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ رباعیاں کہی
ہیں۔ مرزا دہر کی رباعیات کی تعداد (1332) ہے۔

ف 4: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے سب سے زیادہ الفاظ استعمال
کیے۔ ہم نے نظیر اکبر آبادی کا کلیات جس میں تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار
اشعار ہیں، کھنگلا تو معلوم ہوا کہ یہ روایتی اور رعایاتی جملہ کہ نظیر اکبر آبادی
نے سب سے زیادہ اردو کے الفاظ استعمال کیے ہیں بالکل بے بنیاد اور
غلط ہے۔ انیس اور دہر کے مقابل نظیر کے الفاظ کی تعداد بہت کم ہے۔

ف 5: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے صعب غیر منقوط یا مہملہ میں
سب سے زیادہ اشعار کہے۔ انشاء اللہ خاں انشاء جو دہر کے گئے نانا
خسر تھے، ان کے غیر منقوط اشعار دہر سے تعداد میں کم ہیں۔

ف 6: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کی آمدنی لاکھوں روپیوں تک تجاوز
کر چکی تھی اور وہ سب اہل حاجت میں تقسیم ہوتی تھی۔

ف 7: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس نے علم بدیع کی لفظی اور معنوی
صنعتوں کو سب سے زیادہ استعمال کیا ہے۔

ف 8: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے حسب، نسب، کسب، مذہب،
حیات، فن اور شخصیت پر جملے کیے گئے اور بعض جملے دوست استاد اور
شاگردوں کی جانب سے ہوئے۔

ف 9: مرزا دہر اردو کا وہ تنہا شاعر ہے جس کے دوست دہر بے اور مخالف ایسے
شدید تھے۔ اردو ادب نے ایسی چٹک نہیں دیکھی، اگرچہ خود دہر اور

انہیں کے دل ایک دوسرے سے صاف تھے اور ایک دوسرے کی قدر کرتے تھے۔

ف 10: مرزا دیر اردو کا وہ چھا شاعر ہے جس نے نثری کتاب ”ابواب العصاب“ کے علاوہ شاعری کی ہر صفت اور صنف یعنی غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، مخمس، مسدس، تاریخ، رہائی، سلام، مرثیہ، شہر آشوب اور قصصین میں شاہکار چھوڑے ہیں۔

ف 11: مرزا دیر اردو کا وہ چھا شاعر ہے جس نے اپنی وفات کی تاریخ کی دعا مانگی اور وہ مستجاب ہوئی۔ دیر کا انتقال 30 محرم 1292 ہجری کو ہوا۔ یہ رہائی ملاحظہ کیجیے:

جب مصعب ہستی مرا برہم کرنا سی پارہ ایام محرم کرنا
برہاد نہ جائے مری خاک اے گردوں ستار چراغ بزم ماتم کرنا
مشاہیر سخن و ادب کی نظر میں:

(1) مرزا غالب: مرثیہ گوئی مرزا دیر کا حق ہے، دوسرا اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکا۔ یہ حصہ دیر کا ہے۔ وہ مرثیہ گوئی میں فوق لے گیا۔ ہم سے آگے نہ چلا گیا۔ ناقص رہ گیا۔

الطاف حسین حالی نے مرزا غالب کے قول کو یوں نقل کیا:

”ہندستان میں انہیں، اور دیر جیسا مرثیہ گو نہ ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔“

(2) شیخ ناسخ: مرزا دیر کے یہ شعر سن کر فرمایا: سلامت علی سا طبیعت دار
خلاق مضامین نہ ہوا ہے نہ ہوگا:

یاں ہنر مریم کہوں پہنے کو پلک کے

کہاوت میں صیقل کو سلاقی ہیں تھک کے

(3) خواجہ آتش: مرزا دیر کے غیر موقوف مرثیے کون کر کہا: ”بکھی فیضی کی

غیر موقوفہ تفسیر سنی تھی اور اب سلامت علی کا یہ غیر موقوفہ مرثیہ۔“ کوہ رقیم

پر جو غلطی کا گزر ہوا۔“ سن کر کہا:

اوسے میاں! ایسے مضامین کہو گے تو مر جاؤ گے یا خون تھو کو گے۔

(4) میرا نہیں: انیس کے دل میں دیر کی بڑی عزت تھی۔ میرا نہیں کا بیان ہے کہ والد کے سامنے کوئی شخص صراحتاً یا کنایتاً مرزا دیر کی تنقید نہیں کر سکتا تھا اسی طرح مرزا دیر کے یہاں کسی کی جہاں نہ تھی کہ میرا نہیں پر بے جا حملے کرے۔ دونوں ایک دوسرے کی نسبت فرماتے تھے کہ ایسا صاحب کمال شاید پھر پیدا نہ ہو۔





حیدر نے ہر اقلیم کو تغیر کیا
 مالک نے انھیں مالکِ شمشیر کیا
 قابل جو ولادت کے نہ تھا کوئی مگر
 مگر حق کا خلیفہ حق نے تغیر کیا



کہنے کو اذان کے دین سب ملتا ہے
 مگر نامِ علیؑ نہ لو تو کب ملتا ہے
 احمدؑ د علیؑ کو گن لو
 یہ دونوں جو باہم ہوں تو رب ملتا ہے

112

92

سلام

مدح علی میں ہے یہ بلندی کلام کی عرش بریں زمیں ہے ہمارے سلام کی
 اللہ سے بوزائے کہ جس کا غبار راہ بحر زمیں کند ہے گردوں کے ہام کی
 زیر نگین شمس و قمر کیوں نہ ہوں جہاں مہر ہیں اُن پہ حیدرِ صفد کے نام کی
 انکسب اعتقاد سے گر لے کے کوئی کور اک ذرہ خاک پائے جنابِ اہم کی
 باندِ سرمد دیدہ بے نور میں لگائے قدرت وہیں نظر پڑے ربِ انام کی
 روشن ہوں ملت پردہ چشم اس کے اس قدر سب لوگ پوچھ جائیں خبر ہر مقام کی
 مثلِ دو غفل شمس و قمر آئیں دس کو زہرِ بغل کتاب لیے صبح و شام کی
 بے عینک و چراغ اندھیرے میں رات کو فر فر وہ سرفروشت پریمیں خاص و عام کی
 تسبیح حق میں صرف کیا رشتہ نیات دیکھو خدا کے واسطے طاعتِ اہم کی
 اک دم میں قصر چار محاصرہ بہا دیا اللہ سے آپ تجھ جنابِ اہم کی
 انصاف و علم و علم و دلیری و جود و زہد تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی

پردہ کھلا بلندی کرسی و عرش کا

مسد ہے وہ علی کی یہ خیر الانام کی

طغرا نویس کن فیکوں ذوالجلال ہے

طغرا نویس کن فیکوں ذوالجلال ہے فرمان حق میں سلطنت ہے زوال ہے
بندے سے ہو خدا کی ثنا یہ محال ہے اس جا زبان طوطی سدرہ کی لال ہے

عالم کو اپنے زور کا عالم دکھا دیا

ظلمت کو نور خاک کو آدم بنادیا

خوشید کا غروب قرص کا طلوع ہے آخر ہوئی جو شب تو پیدا شروع ہے

ہر ایک سوئے قبلہ طاعت رجوع ہے ظاہر ہے ماہ نو سے کہ صرف رکوع ہے

لطف و غضب سے چہرے سفید و سیاہ ہیں

وحدت پہ اس کی شام و سحر دو گواہ ہیں

ابری ہے مطلق خانہ قدرت ہر اک حساب دھوتا ہے اس کو خادم ہارس پہ آب و تاب

ابری کے خشک کرنے پر سرگرم آفتاب ہر نقطہ مثل اختر تابندہ انتخاب

چاری جو نقش بند ازل نے قلم کیا

خوب مثل جہت کا مسدس رقم کیا

اے جن شانہ وہ غفور الرحیم ہے ہم سب ہیں دردمند وہ کل کا حکیم ہے

رحمان و مستعان و رؤف و حلیم ہے اس کے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے

ایمان بھی دے مراد بھی دے عز و جاہ بھی

رودی بھی بخشے غلہ بھی بخشے مہناہ بھی

ماہی کو آب ماہ کو بخشتا ہے قرص ناں تاروں کو نقل شمس کو حنور آسماں

زمس کو آنکھ غلچہ کو گل سرد کو دہاں پتھر کو لعل ، کوہ کو بخشی شکوہ و شاں

قطرے کو در عطا کیا ذرے کو زر دیا
کیا خلک و تر کو فیض نے آسودہ کر دیا

کیا کیا بیاں کروں میں عنایات کبریا پیدا پیروں کو پے رہبری کیا
ہم کو محمدؐ عربیؑ سا فخر دیا بسم اللہ مجید فہرست انبیاء
آگے جو انبیائے ذوی الاقدار تھے
محبوبؐ کردگار کے وہ پیغمبر تھے

آفاق بہرہ ور ہوا حضرت کی ذات سے آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے
تصدیقِ حکم رب کی ہوئی بات بات سے رفتار نے لگا دیا راہِ نجات سے
نیکھے طریقے قربِ خدا کے حضور سے
گمراہ آئے راہ پہ نزدیک و دور سے

سینوں سے سب کے دور ہوا درد بے دلی باقی رہی نہ پیروں میں سستی و کابلی
معراج ان کے ہاتھ سے اعجاز کو ملی واں چاند کلڑے ہو گیا انگلی جو بیاں ملی
انگلی سے وہ فر کیا کس جلال سے
غل تھا کہ نقل چاند کا کھولا ہلال سے

سرتا قدم لطیف تھا جیکر مثال جاں اس وجہ سے نہ سایہ بدن کا ہوا عیاں
قالب میں سایہ ہوتا ہے پر روح میں کہاں سایہ انھیں کا ہے یہ زمینوں پہ آسماں
معراج میں جو وارو چرخ خم ہوئے
سائے کی طرح راہ سے جبریل گم ہوئے

سایا میں ڈھونڈتا تھا رسولِ فیور کا سائے کے بدلے مل گیا مضمون نور کا
قالب جو بن چکا خلک و جن و حور کا تقسیم شیعوں میں ہوا یہ حضور کا
سائے سے ان کے شیعوں کے پُر نور دل بنے
دل بن چکے تو دیدہ حق ہیں کے گل بنے

انداز ایک سائے کا ہر جا نیا ہوا ظلمت میں شمع کے لیے آبِ جا ہوا
 جنت میں چشمِ حور کا وہ طوطیا ہوا اوج ہوا میں شاہوں کی خاطر جا ہوا
 بالکس یہ مقلدے تبین اہل شعور میں
 اندھیرے جو سایہ ہو خالق کے نور میں

سایہ بدن کا پاس ادب سے جدا رہا محبوب سے ہمیشہ وصالِ خدا رہا
 یہ عاشقِ خدا بھی خدا پر فدا رہا سائے سے اپنے دورِ رسولِ جا رہا
 دیکھو یہ پارِ نظم جو رُہبت ہو سیر کی
 پر چھائیں تک نہیں یہاں مضمونِ غیر کی

مصرف میں اک عبا کو شب و روز لاتے تھے آدمی تو اڑھتے تھے اور آدمی بچاتے تھے
 سائل کو اپنا قوتِ خوشی سے کلاتے تھے است کے بھوکے رہنے کا خود رنج کھاتے تھے
 ناداروں کا قلق سے اتفاقِ پسند تھا
 اپنا اور اپنی اہل کا قوتِ پسند تھا

روحِ جنیں پہ سنگ لگا بد دعا نہ کی بیکانوں کے گلے سے زباں آشنا نہ کی
 اور عینِ عارضے میں نظرِ بجز خدا نہ کی بخششِ شفا مریضوں کو اپنی دوا نہ کی
 شکرانہِ غایت پہ تحملِ بلا پہ تھا
 ہر حال میں جی کو توکلِ خدا پہ تھا

آدم ہے قبلہ اور ہے سجدہ ہر ملک کرسی ہے ان کی منبر نہ زینہِ فلک
 جادو پھن خانہ ہے جبریل کی پلک حوروں کی آنکھیں فرشِ ہیں عرشِ ملائک
 لطفِ خدا کا مومنوں پہ اختتام ہے
 ایسا نبی ہے اور خلقِ سامع ہے

اہلِ عطا میں تاجِ سرِ بل اتا یہ ہیں اغیارِ لافِ زن ہیں وہ لافا یہ ہیں
 غورِ شید اور فلکِ آفا یہ ہیں کافی ہے یہ شرف کہ وہ قل کفا یہ ہیں

مجاز کو ظلیل رسولانِ دیں میں ہیں

کاشف ہے لوءف یہ زیادہ یقین میں ہیں

باطل ہر اک مذہب دیرینہ کردیا سینوں سے غم دلوں سے جدا کینہ کردیا

لبریزِ حبِ حق سے ہر ایک سید کردیا آئینِ دین و شرع کا آئینہ کردیا

روشن ہے یہ حدیثِ رسولِ فیور سے

پیدا ہوئے ہم اور علی ایک نور سے

حق سے کیا علیہ، باطل کو یکِ ہم کہے سے نہ یقین سے شکِ عدل سے تم

وعدت سے شرک، خیر سے شرہ سے حرم عصیاں سے توپِ کفر سے دیں، بکل سے کرم

تابت ہر ایک قطع سے توحید کو کیا

پنن پائن کے مشرکوں کو نہ تنجہ دو کیا

مولا علی امام علی مقتدا علی وجہ خدا علی ہے نہاں خدا علی

ہم کیا ہیں ایسا کا ہے مشکل کسا علی مشکل میں سب کے مد سے دکا ہے باطنی

ہر سمت بے عصا جو رواں چرخِ حق ہے

باعث یہ ہے کہ نامِ علی دیکھیر ہے

کہے کو خراس و گردوں نہیں سے ہے ممتاز وہ ولادتِ سلطانِ دیں سے ہے

پلنگِ شرفِ مکان کا ذاتِ نکس سے ہے کرسی کا پایہِ لاج پہ عرشِ بریں سے ہے

ہر حق خانہِ زادی حق کیا ادا کیا

مہجہ میں روزہ دار نے سر کو فدا کیا

کہے میں زیبِ روشنی یہ امام ہے ہمامِ حق کا مہرِ نبوتِ مقام ہے

دیر نکس جہاں ہے زمانہِ غلام ہے روشن اسی نگینے سے خاتمِ کا نام ہے

پوشیدہ حکمِ حق سے جہیر جو ہو گئے

نکسے خدا پہ کر کے یہ بہتر پہ سو گئے

تھا قاتل ولادت حیدر نہ کوئی کمر
کعبہ کیا ظلیل نے تعمیر سر بسر
پایا خدا کے ہاتھ کو راضی جو سچ ہے
آئی زمیں پہ مرث سے شمشیر شطہ در
قاتل خدا کے ہاتھ کے بس ذوالفقار ہے
نوحہ فلک سے چمک جس کی پار ہے

گیارہ اماموں کے ہیں پدر شاہ ذوالفقار
پر بارہواں امام ہے مہدی نادر
غیبت میں ان کے فیض سے اہل ہاں ہے برآر
بدلی میں آفتاب ہے اور دن ہے آشکار
یوں اہل حق نے ان کو امام ہدا کہا
ہن دیکھے جس طرح سے خدا کو خدا کہا

موشیوں پر ازل سے ہے اغفال ذواللمن
پر اب محیط اعظم رحمت ہے موج زن
اس مہدی کی بہار ہے غیرت وہ چمن
شکر خدا سے غنوں کا لبریز ہے دامن
یہ یمن تا ہمدانی ظل الہ ہے
امجد علی سا شاہ فلک بارگاہ ہے

شاہوں کی زیب ہوتی ہے تخت و کواہ سے
پر حسن تاج و تخت ہے اس بادشاہ سے
گویا خیر لب کا ہے ذکر الہ سے
مالوف مجدد سر سے ہے سرجد گاہ سے
سلطان کربلا کی ولا صاف دل میں ہے
سچ کی طرح یاد خدا آب و گل میں ہے

عالم پناہ شاہ زمان و ابو ظفر
اشم سپاہ و بدر تلمیں و فلک میر
پرہیز گار و منف و فیاض و دارگر
مستحجج جمیع فضائل ملک میر
شای کو بے عبادت حق بد بگتے ہیں
سجادہ نماز کو مسد بگتے ہیں

ہر اکے صفت میں فقر سلاطین باسلف
یکنائے عہد گوہر شہوار نہ صدف
آدم کا یہ خلف ہے خلف کا ہے یہ شرف
سر تاج ضعیفان جناب غیر نجف

دُڑِ یحیم معدنِ خوش گوہری یہ ہیں

خورشیدِ آسمان بلند اخترِ یہ ہیں

بازار ہو کہ شہر محل ہو کہ بوستان ہر جا ہے روئے دل سوائے معبود انس و جان

صانع نے رو بہ قبلہ بنایا ہے ہر مکان اس گھر سے اُٹلی بیت کا اخلاص ہے میاں

ممتاز اس قدر ہیں خدا کی جناب میں

آیا ہے لفظ قبلہ عالمِ خطاب میں

نہ کر سوال دیتے ہیں یوں سم و زرد شتاب جس طرح سے کلام کا بیساختہ جواب

داد و دہش ہے دولتِ دنیا کی بے حساب خمس و زکوٰۃ سے بھی زمانہ ہے فیضیاب

حضرت کے اس علیہ پہ ہم جان دیتے ہیں

بے دیوں کو یہ دین اور ایمان دیتے ہیں

نُجے سے راز حقِ سر دست آشکارہ ہے ہر دمِ مشیر شاہِ زماں استکارہ ہے

پہوے میں امر و نہی خدا کا اشارہ ہے دانا کو دل سے ان کی اطاعت گوارہ ہے

ظاہر میں ہادش کی رضا پر عمل کیا

باطن میں خاص حکمِ خدا پر عمل کیا

یہ جنسِ محدث سے ہے معصوم ہر دکان دلال کی جگہ نہیں سودے کے درمیاں

ہر شے کا فائدے سے مہول ہوا زیاں سمِ رشکِ زہرِ مہرہ ہے نہ رنجشِ لوشِ جاں

اس مہد میں فساد کا زور بدن گیا

نقدِ بدل کے اپنا اثرِ عطر بن گیا

خارِ جفا سے راستوں کو صاف کر دیا نوشیرواں کو قائلِ انصاف کر دیا

بس میں عدلِ قاف سے تا قاف کر دیا دنیائے دوں کو تاجِ اشراف کر دیا

چہرہ ستم کا ہے نظری اہلِ دید میں

اب ظلم چھپ کے بیٹھا ہے قہرِ بڑے میں

وہ دن مجھے کہ کرتی تھی اندھیر چاندنی اب قہرِ خم میں ہے بچانے کی چاندنی
سوزن برائے بچہ کرن چاندنی کی بنی ریزن ہر ایک راہ میں بھولے ہیں ریزنی
ہر فصل ناسزا کی سزا ہے دروغ ہے
ریزن کے کوچے کاٹنے کو راہ تنج ہے

ہر شب ہے روزِ عید جب روزگار ہے انصاف سر بلند ہے کیا تاجدار ہے
اقبال یارِ شہر ہے کیا شہریار ہے اس لطف پر یہ رعبِ پردہ روزگار ہے
عالم وہ ہیں کہ قدرتِ رب آشکار ہے
ہاتھوں سے جن کے مذہب حق پاکدار ہے

اول تو جنابِ مجتہدِ اصغر و الزماں بسم اللہ صحیفۂ آیاتِ عز و شام
نصیرِ زمانہ مرجعِ سادات و مومناں سلطانِ عالماں سندِ معنی و حیاں
چشم و چراغِ بھلس عالمِ جمال میں
خاص الخلاءِ بنی آدم کمال میں

بابش علی و ختمِ زل جدِ امجد ست آسٹل جنابِ حضرت سید محمد ست
درِ راتنی چو حرفِ نقشینِ ابجد ست بالا نقشینِ منبر و ایوان و مسند ست
ایمن شد است شہرِ طورِ جمال او
اے من فدائے نورِ چراغِ کمال او

نامی وہی ہیں ان سے جنسِ اعتقاد ہے وہ اعتقادِ شیعوں کو ذوالعقاد ہے
ارشاد وہ بجا ہے کہ اللہ شاد ہے خیرِ امجاد ان کے لیے اجتہاد ہے
شیعوں کو کہیے قبلہ شناس اس جان سے
کہتے ہیں ان کو قبلہ و کعبہ زبان سے

بعد ان کے سیدِ اعظمِ مجمعِ علوم خاصانِ ذوالجلال میں کالہدر فی القوم
اک طبعِ پاک اور فضلِ نیک کا ہوم اس پر بھی ہے دُورِ نوازشِ علیِ العوم

دنیا کے فخر دین کے بھی زین ہیں

وہ حسن یہ ہے مستی حسین ہیں

معنی علم و لفظ حیا ، آئے کرم تقویٰ و زہد و عدل و درخ سر سے تا قدم

انصاف کہا رہا ہے مرے قول پر قسم مطلوب دلوں تقم ہے نے شہرہ رقم

وائف ہے کبریا کہ دودخ و ریا نہیں

مستعد کوئی رضائے خدا کے سوا نہیں

قدرت خدا کی شکل بشر میں فرشتہ ہے کیا فرشتہ ان کو جبر سے رشتہ ہے

رگ رگ بدن کی سوجھ بوجھ کا رشتہ ہے جاری بلاد شرع میں ان کا نوشتہ ہے

دامن قلم کا پاک حروف غلط سے ہے

روشن سوا کشتہ دیں ان کے خط سے ہے

یہ دونوں مقتدا ہیں یہ دونوں ہیں معطر راہ بحرین علم و فضل و جلال و وقار و ہوا

سحرین برج صنع خدا قدرت الہ اور مشرقین ملک ہدایت کے مہر و ماہ

طاہر ہے ان کے علم سے یہ موشن پر

دو قطب آسمان پہ ہیں دو ہیں زمین پر

حق الیقین ہے ہم کو کہ پاک ان کی ذات ہے چشم کرم مخرم عین الہیات ہے

دیار پاک شرح کتاب السلوۃ ہے اخلاق وہ کہ مطلب تہذیب بات ہے

روشن ہے ان پہ جو ہیں مقرر اصل و فرع کے

جوشن ہیں دو یہ بازوئے ایمان و شرع کے

اس مہد میں جلال و وقار و شرف ہے کیا قدر ان کی حمد مہدی ہادی میں دیکنا

اب گوش دل کا کے سنیں راخ الولا روپائے مستر کا سناتا ہوں ماجرا

اس خواب شب سے صبح الیقین آشکارہ ہے

ہر گوش اعتقاد کا یہ گوشوارہ ہے

حاجی کعبہ زائر معبود بختیں مرزا علی ولی علی عمرہ دامن
یوں دھرم مقال سے تر کرتے ہیں دامن ہجرت کے تھے ہزار دوسد اور ساکنین
صبح مراد ہمد شعباں کی رات تھی۔

آپ دہوائے کعبہ سے تازہ حیات تھی
روشن ہوئی جو مشعل پرنور آفتاب آیا حرم سے وادی صمیم میں شتاب
بخشی بدن کو غسل طہارت سے آب و تاب احرام باندھتے ہی نکلا عقدہ ثواب
لیک زب دن دلاں سونے بیت الحرم ہوا
یاں تک کہ دلائل حرم محرم ہوا

مگر کہیں ہوئی عمل عمرہ سے جدید پھر وہ پڑھیں دعائیں کہ جو ہیں بہت مفید
پڑھتے ہیں جو شب عرفہ حاجی سعید اور بعد ازاں زیارت شاہد شہید
جس شاہ کا جہاز چاہی میں آگیا
کعبے سے عرفہ کو جو سونے کر بلا گیا

باقی تھی نصف رات کہ آیا میں اپنے گھر اور بعض اومیہ وہ پڑھے خواب گاہ پر
جن کے اثر سے خواب سعید آتے ہیں نظر اور ہوتے ہیں جہاں آخر سے بہرہ ور
پڑھتا ہوا دعائیں یہ بندہ تو سو گیا
لیکن نصیب خواب کا بیدار ہو گیا

کیا دیکھتا ہے خواب میں بندہ خدا گواہ آدمی ہے وہ سیاہ کہ اللہ کی پناہ
آتا ہے یاد حشر کا دن طلق ہے جاہ میرا بھی بند بند ہے لرزاں دم نگاہ
ناکہ گھٹا کے پردے میں حق کا کرم بڑھا
آگے نہ پھر ہوائے یہ کا قدم بڑھا

باران رحمت احمدی ڈرفٹاں ہوا اور کوئی شخص کعبے سے اس دم میاں ہوا
آکر غریب خانہ پہ رطب اللسان ہوا اسے بے خبر ظہور امام زماں ہوا

کیا کیا محبت رکاب امام اُمم میں ہیں

میں نے کہا کہاں وہ پکارا حرم میں ہیں

بندہ چلا حرم کو اسی طرح باحواں یعنی بدن میں تھا وہی احرام کا لباس

مسجد میں چاکے پایا مسلمانوں کو آداس دیکھے گردہ چار مصلوں کے آس پاس

ہر فرقہ اپنے ہادی مرشد کے سات ہے

پور انتظار حکم ش کائنات ہے

بندے نے اس خیال میں ہر سوا اٹھلا سر یارب ترے علی کے موالی ہیں یاں کدھر

نامہ غم کے کچھ علما آئے واں نظر ہیں بحق زیر منبر اقدس ادھر ادھر

فی الفور اُس گردہ میں میں خستہ دل گیا

یہ حق شمس حق کی جماعت میں مل گیا

پوچھا امام عصر کو تو سب نے یہ کہا جس در سے میں حکم عدل ہے بچا

دوڑا میں اُس طرف کو تو یہ غلطہ اٹھا آتا ہے کوئی نقص بحکم شہر ہدا

دیکھا تو صاف رجب باری نمود ہے

کبھے میں سید العلماء کا ورود ہے

کپڑے سفید، ہنر عصا، ہاتھ میں نمود خادم بھی ایک ساتھ ہے ان کے دم ورود

پاس اس کے دست پاک ہے اور شانہ کبود کتنا وہ خوشنما کہ جہیں جس پہ سب ورود

سماعت وہ نیک جس سے عیاں خوش دلی ہوئی

وقت ظہور سے وہ گزری تھی ملی ہوئی

احقر جو دست یوں ہوا اُس جناب کا فرمایا تم بھی پہنچے تائید کبریا

بندے نے کی یہ عرض کہ اے میرے پیشوا خادم کا اعتقاد تو پہلے ہی سے یہ تھا

کیا شاد اس گزری دلی رنجور ہو گیا

حضرت جو پاس آئے تو غم دور ہو گیا

آہستہ آپ نے یہ کہا اے خوش اعتقاد اس دم کیا ہے قبلہ و کعبہ نے تجھ کو یاد
واں سے جو درد سے میں گہا بندہ شاد شاد دیکھی ترقی قمر برج اجتہاد

مساغلی ہے مہدی عالی مقام سے

کل قاسم ہے اک درجہ کا امام سے

ارشاد مجھ سے قبلہ و کعبہ نے یہ کیا تھا ہیں سید العلماء ان کے پاس جا
ہمراہ ہوں فصیح بھی اس دم تو ہے بجا ناگاہ گوش زد ہوئی ہالا سے یہ صدا

کافی خدا ہے ان کی حمایت کے واسطے

بیکجا ہے ان کو ہم نے حمایت کے واسطے

ہیں آج وہ غنی مدد خاص و عام سے پایا ہے حکم نامہ خیر الامام سے
تلقین کو گئے ہیں رضائے امام سے غصہ کھلیں گے سب شرمناں کے نام سے

کانوں میں یہ صدا تھی کہ جو آنکھ دا ہوئی

اور ساتھ ہی اذان سحر چاہی ہوئی

کیوں مومنو سنا علما کا جلال و جاہ خوش باخوں کو اس میں نہ شک ہے نہ اشتباہ
پر دم و دوسر کو ہے جن کے دلوں میں راہ دیکھیں بھائے اس کے کریں غور سے نگاہ

لازم ہے سعی قرب الہی کے واسطے

توقع ہے مفید گواہی کے واسطے

واضح یہ اک دلیل ہے توقع کے سوا یوں حال میر ہاقر داماد ہے نکسا
حیرت تھی اُن کو چند مساکن میں بارہا اک قافلے نے شد مہری انہیں دیا

ہر مسئلہ کا اُس میں مفصل جواب تھا

سطریں کرن تھیں اور ورق آفتاب تھا

چڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے تعلیم کے لیے سر پہ بھی دھرا اُسے بوسے بھی لیے
راقم کے نام کے جو نشان مہر نے دیے سید نے چلیوں کے چھینے فدا کیے

فد جب طرح کا غلام کاروان سے

گویا کہ آئی وحی خدا آسمان سے

پوچھا، تو اہل قافلہ نے یہ کیا کلام گمراہے کر بلا سے پھرے جبکہ خاص و عام

رستے میں اک جوان نے ہم کو کیا سلام یہ نامہ دے کے ہم کو بتایا قصدا نام

صوت میں شیر حق تھے سراپا جواں تھے وہ

یہ مسکرا کے بولے امام زماں تھے وہ

اب شیعوں کی جناب میں میرا ہے یہ سوال جن کے سبب سے مرجہ بخشے یہ ذوالجلال

کیا قبر ہے دلیل کریں اس کو بد خصال مہلت نہ حج کی پائے رسول خدا کا لال

کیوں عرش کبریا نہ گرا اس گناہ پر

تکوار، پوسہ گاؤ رسالت پناہ پر

خاصانہ ذوالجلال اور انبؤ عام میں سیدائیاں دینے کی بازار شام میں

سر ننگے اہل بیت عزائے امام میں اور اہل کوفہ شادیوں کے اہتمام میں

عاشور کا وہ دن ہے کہ سب طعن روتی ہے

کہجے میں ہائے آج تلک عید ہوتی ہے

بس اے دہر طولِ سخن کو نہ دے قیاد آباد نکستو کو رکھے خالق عباد

والی تلک حافظ جاں ہے بہ عدل و داد عالم ہیں وہ کہ حلقہ ایمان و اعتقاد

یارب ظہور مہدی ہادی شباب ہو

دیدار سے ہر ایک محبت فیضیاب ہو



کیا قاسم زہرا و علی زیبا ہیں
بے شک ایمان کی دو الف اک جا ہیں
ان دونوں کے فرزند ہیں گیارہ محسوم
جیسے دو الف سے پازوہ پیدا ہیں



”ح“ نام میں ہے حق کی حمایت کے لیے
اور ”س“ ہے ساکن سے شہادت کے لیے
ہیں نام حسین میں بھی کیا خوب حروف
”سی“ ”ن“ ہے تاریخ شہادت کے لیے

سلام

اے بھرتی جو اشک مری چشم تر میں ہے
 سمجھو نہ وقت صبح شفق گرد آفتاب
 سینے میں نیزہ سلق پہ نچر زباں پہ شکر
 طوفاں اٹھا ہے آب دم ذوالقار سے
 ہے گشت میں حسین کا مرکب جو دشت میں
 شمعیر و کی خوف سے سب کا اڑا ہے رنگ
 لڑاں ہیں غرب و شرق نہ ہیں برقی بھی ہو فرق
 پہنچتا ہے سرگلے میں گلاب کا سینے میں
 کیسی کمر کہ ڈھونڈتی ہے قلع جس کا تن
 غرنے کہا کہ ہاں حق و باطل ہے آئینہ
 میں حیدر بی ہوں اور تو بی بی ہے اوشقی
 میں جرد اہم ٹو غلوم میر غلام
 پوچھا عمر نے کیا ہوئی تیغ زر نہیں
 آئی ندائے غیب ہوا خاتمہ بھر

ایسا سحر کہاں کسی سلک سحر میں ہے
 خون حسین طائر دزلیں کے تر میں ہے
 یہ جلم یوحسین بھلا کس بشر میں ہے
 ہستی اہل ظلم کی کشتی بھنور میں ہے
 عمر رواں زکی ہوئی فوج عمر میں ہے
 جوہر نہ قلع میں ہے نہ روغن پیر میں ہے
 یہ قلع گاہ خود میں اور گاہ سر میں ہے
 سید بھی دل بھی جان بھی خوف و خطر میں ہے
 تقدیر عرض کرتی ہے وہ تو ستر میں ہے
 میرا مقام خلد میں تیرا ستر میں
 کب رہا نور و بار میں رنج و شر میں ہے
 تفریق صدق و کذب میں صیب و ہنر میں ہے
 غرنے کہا کہ گنج ہبیداں نظر میں ہے
 اے خرتی جگہ دل خیر البشر میں ہے

صرت چراغ قبر کی ہم کو نہیں دھیر
 دارغ غم حسین کا جلوہ بکر میں ہے

بلیقیس پاسباں ہے یہ کس کی جناب ہے

بلیقیس پاسباں ہے یہ کس کی جناب ہے مریم درود خواں ہے یہ کس کی جناب ہے
شان خدا عیاں ہے یہ کس کی جناب ہے دلہیز آساں ہے یہ کس کی جناب ہے
کرسی زمیں سے لٹی ہے گوشے پناہ کے

بیٹھا ہے عرش سایہ میں اس بارگاہ کے
حورانِ بہشت غلہ ہیں اک اجنام کو دارالسلام در پہ جھکا ہے سلام کو
سجدہ سیکیں حلال ہے بیت الحرام کو سورج نثار صبح کو ہے چاند شام کو
دیکھا کریں کھڑے ہوئے اس آستان کو
یاں بیٹھنے کا حکم نہیں آسمان کو

صحرائے لامکاں کی فضا اس سے تنگ ہے جنت کا نام اس کی بزرگی کا تنگ ہے
فضل خدا کے سایہ کا ہر چا پہ ڈھنگ ہے یاں دھوپ میں بھی کاغذ امیری کا رنگ ہے
زار کو اس حریم کے عیش و نشاط ہے
اس کا بچھونا رحمت حق کی بساط ہے

عفت نکارتی ہے مقام حجاب ہے شیعو جناب فاطمہ کی یہ جناب ہے
خا و آسیہ کا یہ ہانم خطاب ہے زہرا کے رعب و دہدے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے منہ سے جاریہ فاطمہ ہیں ہم
مخدومہ جہاں کی وہ اک خادمہ ہیں ہم

ہر خشت روضہ دفتر حکمت کی فرد ہے مخدوم یاں زمانے کا ہر گرم و سرد ہے
یاں غم کا ہے غبار نہ کلفت کی گرد ہے ہر صاحب رواق کے پہلو میں درد ہے

ہم تم یہ جانتے تھے کہ سولی ہیں فاطمہ
 اس کی خبر نہیں ہے کہ روتی ہیں فاطمہ
 شانِ خدا ہے صلی علی شانِ فاطمہ حیدر کی جا نماز ہے دامنِ فاطمہ
 روزہ ہر ایک روز ہے مہمانِ فاطمہ کبھی ہے عیدِ فطر میں قربانِ فاطمہ
 بہر نماز قوت کی تکمیل کرتی ہیں
 صبحِ حق میں آپ کو جلیل کرتی ہیں
 مدہوش ہیں فضا کی زہرا میں چشم و گوش خود بے لباس اور خلعت کی پردہ پوش
 حسرت سے بچو اس مگر یادِ حق کا ہوش فاقہ سے چہرہ رنگ پہ دریاوی کا جوش
 مستحقِ المواج ہیں عالمِ نواز ہیں
 زہرا سے مثلِ ذاتِ خدا ہے نیاز ہیں
 باغِ فدک جو غصبِ سحرگار نے کیا چپ کو مطیعِ فاطمہ غفار نے کیا
 حاکم ہر ایک درد کا عطار نے کیا زہرا نے جو کہا وہ ہر آزار نے کیا
 صادق سے اس بیان کی صحت حصول ہے
 روشن دعائے نور سے شانِ جلال ہے
 رخِ جلوہ کارِ قدرت پروردگار ہے دلِ راز دارِ غلوت پروردگار ہے
 سرچاںِ ثارِ رحمت پروردگار ہے تنِ خاکسارِ طاعت پروردگار ہے
 تسبیح سے مہیاں شرفِ فاطمہ ہوا
 ذکرِ خدا کا فاطمہ پر خاتمہ ہوا
 بانوں میں خلدِ نہروں میں کوڑ ہے انتخاب قیلوں میں کعبہِ مصطفیٰ میں آخری کتاب
 تاروں میں آفتابِ بین پہلوں میں نگاہ سب جھوٹوں میں فاطمہ مردوں میں بورتاب
 شاہِ زمانِ وقتِ سیمیا کی مان ہوئیں
 زہرا ہر ایک عصر میں شاہِ زمان ہوئیں

البت خدا کے بعد حبیب خدا کی ہے منصف کے آگے یہ بھی ملا کبریٰ کی ہے
ہوا نہ غافق کی نہ شکایت جفا کی ہے ایذا فقط جدائی خیر الورا کی ہے

آب و غذا کی فکر نہ سونے کا دھیان ہے

آنکھوں میں فلک باپ کی رونے کا دھیان ہے

کچھ نوش کر لیا جو کسی نے کھلا دیا لیکن عزا میں کچھ نہ غذا نے مزا دیا
غش میں کسی نے آگے جو پانی پلا دیا قطرہ پیا اور آنکھوں سے دریا بہا دیا

نسبت ہے کس سے فاطمہ کے شور و شین کو

زہرا کے بعد روٹی ہیں نہتِ حسین کو

من کم خلق زیادہ خلق سے فقاں سوا سید سے دل تو دل سے بھر باتوں سوا
رونے سے چشم پاک ہوئی خوں فقاں سوا جب وہ کہ بھنوں سے طیش استخوان سوا

جب فاطمہ نے ہائے پدر کہہ کے آہ کی

بچے لگی خراج رسالت پناہ کی

فضہ کنیر فاطمہ کرتی ہے یہ بیاں گھر سے ہوا جتاؤ بیہر کا جب رواں
بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی خندہ جہاں اک بغضِ رات دن رہیں حجرے میں نیم جاں

دیکھا جو میں نے بھانک کے تو آنکھ بند ہے

آواز آہ کی دل سے بلند ہے

بچے پکارتے ہیں کہ للہ ہاہر آؤ اہاں نہ اتنا مدد غلاموں پہ رم کھاؤ
نانا کہاں گئے ہیں بلا لائیں ہم بتاؤ ہم مگر تے چاڑتے ہیں نہیں تو گلے لگاؤ

نانا کے بعد ہائے یہ بے قدر ہم ہوئے

سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

مسانیاں یہ کہتی ہیں اے عاشق پدر دیدار مصطفیٰ تو ہے موقوف حشر پدر
ان کے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر حجرے میں جلتی ہے یہ کہہ کر وہ نوحہ کر

اب میں ہوں اور ہر ایک حقارت ہے صاحبو

مجھ بے پدر کی خاک زیارت ہے صاحبو

القصہ بعد ہفتہ کے دن آسواں ہوا اور نخل پوش غلٹ شب سے جہاں ہوا

یاں مہر برج حجرہ ماتم عیاں ہوا پر اس طرح کہ مردہ کا سب کو گماں ہوا

یہ شکل ہوگئی تھی عزا میں رسولؐ کی

بچپائی بیوں نے نہ صورت بتوں کی

وہ وقت شام اور وہ اندھیر ادھر ادھر مشدد ہر ایک رہ گیا منہ دیکھ دیکھ کر

نہیب نے جا کے حجرہ میں ڈھونڈنا چشم تر چلائی وہ کہ ہائے نکل ہاؤں میں کدھر

ماں میری کیا ہوئیں میں قتل سے ملول ہوں

مڑ کر پکاریں آپ میں ہی تو بتول ہوں

قصہ بیان کرتی ہے اس وقت کا یہ حال تن زار ہو کے بن گیا تھا صورت ہلال

ماتم کے نخل بیٹے پہ رونے سے آنکھیں لال منہ زرد ہوٹ نکل پریشان سر کے بال

روتی چلیں حزار رسولؐ انام کو

جس طرح شمع گھر غریباں ہو شام کو

اندھیر فاطمہ کے نکلنے سے ہو گیا طوفان نوح اشکوں کے ڈھلنے سے ہو گیا

برہم زمانہ ہاتھوں کے ملنے سے ہو گیا عاجز فلک بھی راہ کے چلنے سے ہو گیا

حوا کفن سے قبر میں منہ ڈھاپنے لگی

آدم لحد میں تڑپے زمیں کاپنے لگی

جز انک دونوں آنکھوں میں جڑے تھے خدا خدا مگر کر رہا الجھتی تھی قدموں سے بار بار

تھا ماتمی تھا کا گرہاں تار تار دل تھا ضعیف و زار یہ روتی تھی زار زار

جب آہ کی تو چار طرف بجلیاں گریں

قہرا کے یاں گریں کبھی شش کما کے داں گریں

قدی کھڑے تھے مرث معلیٰ کے آس پاس تسبیح کی خبر تھی نہ جلیل کے حواس
دو درخ جدا غروش میں مالک جدا اواس غلام و حور و جن و پری پر بھوم یاس

غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہیں فاطمہ

قبر رسولؐ پاک پہ آتی ہیں فاطمہ

رستہ سے لوگ فضلہ نے بڑھ کر ہٹا دیے مسایں نے غزوں کے پردے گر دیے
مردوں کے منہ پہ دوڑ کے دامن اوڑھا دیے سب نے چراغ اپنے کمروں کے بجھا دیے
کہتی تھیں فاطمہ کے پدار کا یہ شہر ہے

نامحرموں نے بی بی کو دیکھا تو۔ قہر ہے

بیرب میں وقت شام یہ زہرا کا تھا اوب دن کو پھرا یا بلوچین زنب کو ہے غضب
القصہ آئی قبر پہ وہ کشیدہ تعب پر کس گھڑی کہ بلی تھی قبر رسول رب
تربت کے گرد بھرنے سے طاقت جو گھٹ گئی

لے کر بلائیں قبر سے زہرا پٹ گئی

چلائی آہ واہ اتنا واہ محمد نور الہ واہ اتنا واہ محمد
شاہوں کے شاہ واہ اتنا واہ محمد سید واہ اتنا واہ محمد

بابا بچوں آئی ہے تسلیم کے لیے

اٹھیے جیم بیٹی کی تعظیم کے لیے

گزرے ہیں آٹھ دن کہ زیارت نہیں ہوئی اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہیں ہوئی
منبر ہے سونا و عطر و نصیحت نہیں ہوئی مسجد میں بھی نماز جماعت نہیں ہوئی
حضرت کے منہ سے وحی خدا بھی نہیں سنی

جبریل کے پردوں کی صدا بھی نہیں سنی

ہجرہ وحی ہے مگر ہے وحی ایک تم نہیں تارے وحی قر ہے وحی ایک تم نہیں
شب ہے وحی سحر ہے وحی ایک تم نمی ہے ہے ہے ہے ہے وحی ایک تم نہیں

دیتے ہیں سب دعا کہ شفا پائے قاطرۂ

لور قاطرۂ یہ کہتی ہے مرجائے قاطرۂ

حسین میری اسے پدر نامدار لو قربت پہ اپنی تم مجھے صدقے اتار لو

قربان تم پہ ہوں خبر دل نکھر لو مشتاق ہوں کہ قاطرۂ کہہ کر پکار لو

پہچو یہ تم حراجِ تھمرا بخیر ہے

لڑائی کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

دل کس کا خم میں آپ کے لود کٹاں نہیں وہ کون گھر ہے جس میں کہ آہ و فغاں نہیں

آنسو وہ کون ہے جو مسلسل زواں نہیں امت پہ آپ سا کوئی اب مریاں نہیں

خالق کے بعد بندوں کے جو کچھ تھے آپ تھے

بیوقوف کے پردہ دار قیاموں کے باپ تھے

خوابیں ہر ایک دم رہے امت کے بچن کے کی مہر تم نے نقل پہ میرے حسینۂ کے

احساں ہیں شیعوں پر نبی مشرقین کے فرے بلند کرتے ہیں سب شور و شبن کے

بے حشر کے تھماری زیارت نہ ہوئے گی

ہوگی وہ کون آنکھ جو تم پر نہ روئے گی

آساں پر کا داغ ہے مشکل پدر کا داغ وہ کچھ دنوں کا داغ ہے یہ عمر بھر کا داغ

یہ تن بدن کا داغ ہے وہ اک جگر کا داغ پیدا ہوا پر تو مٹا اُس پر کا داغ

اولاد کا بدل ہے پدر کا بدل نہیں

یہ درد وہ ہے جس کی دوا جزِ اجل نہیں

اور باپ بھی وہ باپ کہ سرتاجِ انبیا نور خدا جلال خدا رحمت خدا

روزِ ازل سے تا یہ ابد کل کا پیشوا نبی پہ صدقے نبی کے بچوں پہ بھی فدا

کیونکہ نہ اپنی موت مجھے اب قبول ہو

دنیا میں ایسا باپ نہ ہو اور بقول ہو

کیا سوز ہے ہو قبر میں تجھ جواب دو چلا رہی ہے آپ کو زہرا جواب دو
 سولا جواب دو سرے آقا جواب دو دل بات نہیں میں کہوں کیا جواب دو
 یوں میں صدق جاؤں بہت دل ملول ہوں

بابا بتول ہوں میں تمھاری بتول ہوں
 پھرتے تھے جب سفر سے میرے پاس آتے تھے لوطی سے بے لگبی باہر نہ جاتے تھے
 قافہ مرا جو سنتے تھے کھانا نہ کھاتے تھے جو جو میں پڑ کرتی تھی حضرت اٹھاتے تھے
 کیسی حقیر بعد رسول کریم ہوں
 در جیم آگے تھی اب تو جیم ہوں

بابا ازاں بلال کے منہ کی مجھے بناؤ بابا لازمی آئے ہیں مسجد میں تم بھی جاؤ
 بابا وہی کو اپنے بلا کر گئے لگاؤ بابا نواسے ڈھولتے پھرتے ہیں منہ دکھاؤ
 اک اک گھڑی پہاڑ ہے مجھ دل ملول کو
 بابا کہو بلاؤ گے کس دن بتول کو

پھرتی ہے یاں سیکینہ کی عزت نگاہ میں زہرا بھی کی قبر پہ تھی اٹک و آہ میں
 آئے جو اونٹ پیروں کے قتل کی راہ میں بے ساختہ سیکینہ مری قتل گاہ میں
 بیداد اہل ظلم نے کی شور و شمین ہے
 رونے دیا نہ بیٹی کو لاش حسین ہے

انقصہ فاطمہ ہوئی بیہوش قبر ہے نسب کے پاس دھڑی مٹی نقدہ ننگے سر
 نسب نے پوچھا خیر تو ہے بولی پیٹ کر جامہ نبی کا دو تو سگھاؤں میں نوحہ کر
 مسائیاں ہیں گرد ہراساں گھڑی ہوئیں
 بی بی کی اماں جان ہیں فتن میں پڑی ہوئیں

نانا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا نقدہ نے جاکے بی بی کو فتن میں سوگھا دیا
 خوشبو نے اس کی روح کو ایسا روا دیا جامہ پہ بوسہ فاطمہ نے جا بجا دیا

ہنہ کر درود بات سنائی وہ پاس کی

جو جھیاں ترپے گئیں آس پاس کی

وہ یہ سخن ہے آہ پکاری وہ بے پدر یعقوب نے جو سوگھا تھا جبرائیل پر

یوسف کے دیکھنے کی توقع تھی کس قدر میری امید قطع ہے بابا سے عمر بھر

پوچھوں کہاں تلاش کروں کس دیار میں

یوسف تو میرا سوتا ہے لوگو مزار میں

روئے گئیں یہ کہہ کے وہ خاتون نیک ذات گھر میں زبان ہاشمیہ لائیں ہاتھوں بات

کافر بھی رحم کھائے جو دیکھے یہ واردات امت کا اب سلوک سنو فاطمہ کے سات

نظروں سے نور چشم نبی کو گرا دیا

دردانہ علی ولی کو گرا دیا

آگے نہ سن سکیں کے غلامان فاطمہ در کے تلے بلند ہے انفان فاطمہ

کیا دقت ہے کسی ہے میں قربان فاطمہ رکتی ہے سانس ہونٹوں پہ ہے جان فاطمہ

محسن جدا ترچتا ہے پہلو میں دل جدا

بان مضحل جدا ہے پر مضحل جدا

سبے ہوئے حسین و حسن پاس آتے ہیں دردانہ نخسے ہاتھوں سے مل کر اٹھاتے ہیں

گھبراہٹ نہ والدہ یہ کہتے جاتے ہیں انتہا نہیں جو در تو علی کو بلاتے ہیں

دہرا پکارتی تھی دسی رسول کو

اے ابن عم کہاں ہو بچاؤ بھول کو

سن کر یہ استغاثہ خاتون دوسرا یوں دودھے مرتضیٰ کہ مری دوش سے عبا

دردانے کو اٹھایا تو اے دامیچا پہلو فلکے لاش محسن جدا عبا

دریا لبو کے دیدار حق میں سے بہہ گئے

اللہ رے مبر شکر خدا کر کے رہ گئے

اس پر بھی ظالموں نے نہ خوف خدا کیا سامان قتل ناب خیر الورا کیا
انبوہ گرد حضرت مشکل کھا کیا اچھا علاج پہلے خیر افسا کیا
گھر سے کھنڈہ در خیر کو لے چلے

رہی گلے میں باندھ کے حیدر کو لے چلے

ہولا فلک میں بندہ احساس ہوں یا علی قدرت پکاری تابع فرماں ہوں یا علی
کی عرض موت نے میں تمہاں ہوں یا علی دل نے کہا میں مبر کا خواہاں ہوں یا علی
بیجا نہیں گلے میں گردہ رسیاں کی ہے
ہشیار یا علی یہ گزری امتحاں کی ہے

کیا کیا گلا دین میں گمنا دم خفا ہوا پر شکر حق میں بند نہ مشکل کھٹا ہوا
گل تھا خدا کا شیر امیر جہا ہوا خیر لام کے مرتے ہی ہے ہے یہ کیا ہوا
رہی گلے میں ہے ستم تازہ دیکھنا

ایمان کی کتاب کا شیرازہ دیکھنا

پہنچا جو بزم کفر میں وہ دیں کا کبریا دیکھا نبی کی قبر کو اور آیا یہ پڑھا
موسیٰ کے آگے ورد جو ہاروں نے کیا لگا لرز کے ہنچہ خود شہید مہلا
انجاز سے رسول کے روشن جہاں ہوا

یعنی لحد سے دست مبارک میاں ہوا

آئی دعا اے یہ اہل دوزخ ہے حیدر نہیں امیر جیمیر امیر ہے
تم سب ظالم ہو یہ تمہارا امیر ہے کیا قہر ہے کہ دست خدا دھگیر ہے
شر کرتے ہو مباد خیر الورا سے تم

کیوں نہ پڑو پھر گلے آفر خدا سے تم

ہم نے خدیو غم میں کیا تھا دھکی کے کہتی ہے غلظ صاحب ناد علی کے
مشکل کے وقت دھڑکتے تھے سب نبی کے قدرت ہے یہ سوائے علی دلی کے

اول حد سے خوش دل آدم کو کر دیا
 پھر غم سے غم کو تم سے ہوا غم کو کر دیا
 کعبہ میں کس نے پہلے اذان دی ہے محل سویا ہے کون فرش پہ میرے مری بدل
 کس بندہ کا خدا کے لیے ہے ہر اک عمل کس کی عطا کا عقدہ ہوا اہل اٹل سے حل
 تو ریت میں خدا نے اٹھلایا کہا
 انجیل میں جو نام لیا اٹلیا کہا
 تھریج قل کئی کی ہے کیا مرتضیٰ علی تصریح انا کی ہے کیا مرتضیٰ علی
 تعمیر لاف کی ہے کیا مرتضیٰ علی تاثیر ہر دعا کی ہے کیا مرتضیٰ علی
 مکتوبہ علوم خدا داد کون ہے
 چرخل سے لڑھکتے کا استاد کون ہے
 سب من رہے تھے یہ کہ ہوا حشر جاہل دیکھا زبان ہاشیہ ہیں بربد پا
 اور ام سلمہ زوجہ حبیبہ خدا پہلو سنبھالے قاطرہ کا وا مصحفا
 زہرا خوش آنکھوں میں آنسو جمے ہوئے
 جابر رسول پاک کا سر پر دھرے ہوئے
 بچپن قریب حاکم ظالم جو وہ جناب لہجہ میں مصطفیٰ کے کیا اس نے یہ خطاب
 آہوش میں کہ صابروں کو اب نہیں ہے تاب ہاں ہال کھولتی ہوں اتنی ہوں میں غلاب
 دنیا تباہ ہوگی مرا گھر تو لٹ گیا
 بس بس بہت گلا مرے دالی کا گھٹ گیا
 کاہنی یہ سن کے مسجد حبیب خدا دیواریں سب زمیں سے یکایک ہوئیں جدا
 تعلیم آہ قاطرہ آٹھ آٹھ کے کی انا کھولا جانوں نے گلوے شد ہوا
 گھر کو روانہ سیدہ فاطمہ کئی ہوئیں
 آتے ہی گر پڑیں صاف ماتم پہ غش ہوئیں

قرآن لے کے بیٹیاں دوڑیں برہنہ سر منہ پر ورق ورق کی ہوا دی چشم تر
جب چشم نیم دا سے یہ بولی وہ بے پدر اے علیؑ نہ افس کہ مجھ سے اس قدر
رویت تھی جس پدر سے وہ سر پر رہا نہیں
دیکھوں میں گھر میں رہنے بھی پاتی ہوں یا نہیں

کیا کیا کہوں میں دختر خیر الام کا درد پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور قسم کا درد
بچوں کی بے کسی کا مل کے الم کا درد ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک حتم کا درد
وہ ماتم اور آہ وہ غربت بھول کی
عصن کا چہلم اور سر مائی رسولؐ کی

منہ سے پدر کا نام لیا اور دودیا قرآن پڑھ کے چہ کیا اور رو دیا
فرش نبی کی دیکھی ضیا اور رو دیا نکلیں کو سوگھا، بوسہ دیا اور رو دیا
صرف نہ آہ میں نہ بکا میں نہ ٹپن میں
بے غش ہوئے اتفاق نہ تھا شور دشمن میں

آخر دُور گریہ سے عاجز ہوئے عرب حید کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
کی عرض غلطی سے کہو اے ولی رب یا سیدہ تمھاری رعایا ہے جان بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے
جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

ماں باپ نے ہماری بھی دنیا سے کی قضا ہم تو نہ ایسا مدئے نہ پہنچے نہ کی عزا
فرمایا مرتضیٰ نے کہ بتلاؤ تو بھلا تم میں سے کس کا باپ ہوا ہے رسولؐ سا
اِزام کوئی دے نہیں سکتا بھول کو
سمجھاتا ہوں میں خیر جیم رسولؐ کو

باہر سے مرتضیٰ گئے گھر میں جھکائے سر منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش ہر
دینے لگے پیام عرب شاہ بحر و بر گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا میں تو نہ گر

قبر میں موت ہوئے تو مر جاؤں یا علی

بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علی

میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیغام لوگوں غنائہ ہو میری رخصت ہے صبح و شام

دو چار دن تمہارے محلہ میں ہے مقام رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام

دل جس کا مردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا

بابا سدھارے مجھ کو مدینہ سے کام کیا

رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں دل کو مرے نہ توڑو کہ خستہ جگر ہوں میں

امیدوار موت کی آنکھوں پہر ہوں میں مگر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں

ماتم ہے غیر کا کہ تمہارے رسول کا

پہ تم کو ناکوار ہے رونا بھول کا

سب کے نبی کا سوگ ہے کل کے نبی کاظم یہ بھی نصیب اپنا کہ الزام پائیں ہم

یہ کیا کچھ کے منہ سے نکلا کہ روؤ کم بے رونقی رسول کے ماتم کی ہے ستم

کیا تمہاری یہ غفلتی ہے میں روؤں کی

کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤں کی

حیدر کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر بیت الحزن بٹایا بھیجہ میں جلد تر

لکھا ہے ہاتھ تمام کے بیٹوں کا ہر سحر داں جا کے روپا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر

ہنگام شام حیدر کرار جاتے تھے

روح نبی کی دے کے قسم ان کو لاتے تھے

اک دن نکلا کرتے ہیں کیا شاہ لاف طبع ہے گرم آرد ہو ہے گندھا ہوا

نہلا رہی ہیں بچوں کو مل کے دست دپا پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا جدا

پوچھا کہ اسے کاسوں کا جو شغل آج ہے

اس وقت کچھ بحال تمہارا مزاج ہے

بولیں کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال کل میرے کاروبار میں خود ہو گئے تم طر حال
خدمت کا میرے بچوں کی ہونگا کسے خیال نہلا دھلا دیا کہ پریشاں تھے سر کے بال
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کا دے چلی

سہرا نہ دیکھا ایک یہ ارمان لے چلی
پوچھا علی نے تم کو یہ کیونکر ہوا یقین صدیقہ نے کہا کہ شدنی ہے یہ شک نہیں
چپکے کو دوتے دوتے جو سوئی میں دل حزیں دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہ مرلیں
محسن کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں

بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو ہلاتے ہیں
بحرے کو میں بھی تو کہا ہو کے بے قرار رہرا کہاں تھی تو ترا بابا ترے غار
آ جلد دھوڑتا ہے یہ مصوم بار بار یاں تو رہے گی جین سے میرا ہے اختیار
یاں غاصب فدک نہ بھی آنے پائے گا
یاں تازیانہ تجھ کو نہ کوئی لگائے گا

یہ سن کے گلے پاؤں میں اس باغ سے پھری بس دیکھتا تھا آپ کا دیدار آخری
سہوا اگر ہوئی ہو کچھ آزدہ خاطر بخشو مجھے کہ سوت ہے نزدیک اب مری
رو کر کہا علی نے نہیں عذر خواہ ہیں
واللہ بے قصور ہو تم سب گواہ ہیں

مصومہ سے بھی ہوتی ہے بی بی خطا بھی حسرت کا تم زبان پہ نہ لائیں گلا بھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا بھی پیار جب چڑیں نہ طلب کی دوا بھی
کیا خوب تم نے مجھ سے دبا ہی ہے فاطمہ
کیونکر نہ ہو کہ نور الہی ہے فاطمہ

دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی فرمائیں ایک شے کی بھی مجھ سے مکر نہ کی
یوں میرے جہاں میں کسی نے بسر کی لاتے کیے اور اپنے پدر کو خبر نہ کی

پہلو پہ در گرا میں حمایت نہ کر سکا

شرمندہ ہوں کہ حق رعایت نہ کر سکا

وہ بلی یہ کینز نوازی ہے سر بسر فرمائیے وصیت اول پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نمی آپ ہیں پدر سبطین تو حضور کے ہیں پارہ جگر
گر چاہتے ہو قبر میں زہرا کے جین کو

دینا نہ رنج میرے حسن اور حسین کو

مغرب تک بس اور ہے ماں ان کی سر پہ لب کل صبح یہ کمرے کے تہی میں ہے غصہ
پردہ نہ رہو میرے چہ انگوں پہ روز و شب بن ماں کا جان کر کوئی گمز کے نہ بے سبب
یہ دونوں ہیں پردہ جناب امیر کے

جو شن ہیں آپ میرے صغیر و کبیر کے

والی جیم بچوں کا ہوتا ہے دل حباب چلا کے ان کی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنوں کو ان کی ان سے سوا ہوگا اضطراب دل جیئی ان کی کیجیو بے مدد بے حساب
نصیب سے ہوشیار کہ تاروں کی پالی ہے

اور دوسرے حسین کی یہ رونے والی ہے

عرض دوم یہ ہے مجھے شب کو اٹائیے اور قبر کا نشان کئی جا بٹائیے
تربت میں خود اتاریے اور خود اٹائیے پھر کانپ کر کہا کہ الھی بھائیے
آنکھوں کے آگے قبر کی تھائی بھر گئی

موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے مرنے سے سخت قبر کی دشت کا وقت ہے
سمت پہ بعد دن کے یہ آفت کا وقت ہے اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہوم نہیں رفتی نہیں، مہرباں نہیں

یہ وہ جگہ ہے کئی کسی کا جہاں نہیں

وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اور اندھیرا پہلے پہل وہ بہتی سے دہانے کا سفر
 نے شمع روشنی کے لیے نے شکار در مسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
 کس کو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے
 آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

اکثر تمھاری شان میں فرماتے تھے پدر تربت میں اپنے شیعوں کی لیتے ہیں یہ خبر
 امیدوار میں بھی ہوں یا شاہ بگرد بر قرآن چڑھو قبر کے پہلو میں بیٹھ کر
 مردے لحد میں ٹیکس دے پناہ ہوتے ہیں
 زعموں سے افس کے یہ طلب گار ہوتے ہیں

آئی عرا رسول کی بیٹی میں آؤں گا ہوتے ہی دفن تھو کو گلے سے لگاؤں گا
 آغوش میں لے ہوئے جنت میں جاؤں گا فائدہ کے بدلے میوہ طوبی کھلاؤں گا
 محبوب خدا و نبی حیرا نام ہے
 دفن حیرے محبوب کا دارالسلام ہے

ناگاہ میر نے کیا دنیا سے انتقال مسجد میں مرتضیٰ کے محروک و حشر حال
 حجرے میں باپ کے گئی خاتون خوش نصال اسما سے بولی منبر اسمائے ذوالجلال
 کافور غلہ فاطمہ زہرا کے پاس لا
 پانی ہمارے غسل کو لا اور لباس لا

حجرے میں غسل کر کے پڑھی آخری نماز حجرے میں سر جھکا کے کہے اپنے دل کے راز
 آواز ارجی سے کیا حق نے برقرار زہرا نے اپنے پاؤں کیے قبلہ کو دراز
 حوروں نے پھر بہشت میں برپا یہ غل کیا
 بیٹے قضا نے شمع حیر کو گل کیا

ہاں سب کھڑے تھے حجرے کے نزدیک بے قرار گلہ کے بعد جب نہ صدا آئی زنجار
 حجرے میں پیٹھے ہوئے دھڑے سب ایک بار چلائی ام سلتی میں لٹی جگر تھر تھر

اپنا بھی سوگوار رٹا پے میں کر گئیں
بھتی رہی میں آپ جہاں سے گزر گئیں

ہر تو ہر ایک کوچہ میں عسکر چا ہوا اپنے پرانے دوڑے کہ ہے ہے یہ کیا ہوا
فضہ نگاری سیدہ کا داتھا ہوا تجرہ بول پاک کا ماتم سرا ہوا
بیتے میں دم قلق سے رکا سانس الٹ گئی

منہ دکھ کے منہ پہ مردے کے نعت پٹ گئی
لے کر بلائیں کھتی تھی بنی ڈار ہو اماں میں ہول کھاتی ہوں تم ہوشیار ہو
بمیا زمیں پہ لوستے ہیں ہنگامہ ہو تم آنکھ کھول دو تو سمجھوں کو قرار ہو
ہے ہے یہ چپکے رہنے کی کیا بات ہو گئی
نانا کا قاتل نہ دیا رات ہو گئی

اٹھے چراغ قبر نمی پر جلائے سونی پڑی ہے نانا کی صف جلد چاہئے
پہلو کا درد کیسا ہے یہ تو بتا ئے دیکھوں میں نبض ہاتھ تو اپنا بڑھائیے
کیوں آپ کھلتی نہیں چٹم پر آپ کو

کیا فش میں دیکھتی ہیں رسالت باب کو
ہمائیوں ہیں آپ کی بالیں پہ بے قرار اور پاکتی زبان قریشی کی ہے قطار
ہے پہلوؤں میں آپ کا کتبہ سب اشک بار سب پوچھتے ہیں آپ کو نعت سے بار بار
بی بی کہو کہاں کا چا دوں کدھر گئیں
یہ تو نہیں زباں سے کہہ کر گئیں

میں دودھ بخشوانے نہ پائی کہ چل نہیں شربت بنا کے لانے نہ پائی کہ چل نہیں
سجادے سے اٹھانے نہ پائی کہ چل نہیں میں بے نصیب آنے نہ پائی کہ چل نہیں
کیا جانتی تھی وقت یہ ہے انتقال کا
باعث ہوا ہے یہ میرے رنج و ملال کا

اے مری فاقہ کش مری نادار والدہ اے میرے بے دار مری بیمار والدہ
 کہنے کی آید مری سردار والدہ اے میرے صابر مری ناچار والدہ
 نانا کی سوگوار کو تازہ خطاب دو

اماں جواب دو مری اماں جواب دو
 مسائے غور کے لیے ڈیوڑھی پہ ہیں باجم کہتے ہیں آپ دعائیں مزام نہ ہوں گے ہم
 خاطر ہوا ان کی جمع عداوت ہوا ان کی کم مدد عذاب کر جو تین کریں آپ ایک دم
 اتفاق ان سے کہج کہ احسان کیجیو

نائب جو مجھ کو روئے اسے روئے دیجو
 ناگاہ آئے روئے ہوئے شاہ ہوسیا غسل و خطوط قاطر خود جبرے میں کیا
 استبرق بہشت بریں کا کفن دیا میت کے نور سے ہوا تابوت پر خیا
 بولے کفن میں کھول کے رخسار قاطر
 معنوق آؤ دیکھ تو دیدار قاطر

پھرنے لگیں کینزیں جنازے کے آس پاس جھک کر بلائیں چٹیوں نے لیں بھال پاس
 اب کیا کہوں کہ شدت غم سے ہے دل اداس نزدیک ہے وہ وقت کہ سب ہوئیں بے حواس
 گھر میں علی لہ میں نبی قر قمراتے ہیں
 بن ماں کے بیٹے ان کے جنازے پر آتے ہیں

نخے سے کروں کے چن کر جان چاک چاک گیسو کھلے ہیں ڈالے ہوئے ہیں سروں پہ خاک
 نزدیک ہے کہ والدہ کے غم سے ہوں جاگ جاری زبان پر یہی لوح ہے دردناک
 جاتی ہو تم نبی کی زیارت کے واسطے
 اماں غلام آئے ہیں رخصت کے واسطے

نانا جو پچھیں خادموں کی خیر و عافیت کہنا زمانہ خون کا بڑا سا ہے بے جہت
 بابا کے قتل کی ہے نمازوں میں مشورت نانا نانا سے دل کو ہو اب کس کی تقویت

شفقت کا ہاتھ آپ نے سر سے اٹھالیا

ایک والدہ تھیں پاس انھیں بھی بلا لیا

ہونے لگے دواغ یہ کہہ کر وہ نیک نام نضے سے سر جھکا کے کیا آخری سلام

پھر تو وہ میت جگر سید لاٹام قمرانی یوں کہ بند کفن کھل گئے تمام

عاشق کو بے طے ہوئے کس طرح کل پڑے

زہرا کے دونوں ہاتھ کفن سے نکل پڑے

ہاں گلے میں پیار سے بیڑوں کے ڈال دیں اور سینہ سے لپٹ گئے جبکہ کردہ ناز نہیں

ہاتھ نے دی علی کو عدا اے امیر دیں روتے ہیں ہر فلک پہ ملک لہتی ہے زمیں

تسکین عرش اعظم رب ہدا کرد

بیڑوں کو ماں کی لاش سے جدا کرد

منہ چوم کر قمیصوں کا بولے یہ مرتضا پیار و فرشتے روتے ہیں اب ان سے ہو جدا

نصہ پکاری بی بی کے ہماز پر فدا بس عاشق حسین و حسن پیار ہو چکا

ہاں ٹکالو دفن میں اب دیر ہوتی ہے

آئی عدا کہ روح نہیں سیر ہوتی ہے

اب بندہ دے یہ مرثیہ اور عرض کر دہر یا سیدہ حسیں قسم خالق قدیم

بہر رسول پاک و بچی حضرت امیر تم پہ فدا تھی والدہ ذاکر حقیر

فرمائیے یہ لطف کہ وہ بدستگار ہو

طہ کفن ہو روضہ رضوان مزار ہو



قطرے کو علمبر کی آہود دیتا ہے
قد سرد کو گل کو رنگ دیتا ہے
بے کار تشخص ہے، قصع بے سود
عزت وہی عزت ہے جو تو دیتا ہے



یارب جبروتی تجھے فوجہ ہے
ہر تن ترے بعدے میں سراگندہ ہے
توحید کا کلمہ بھی پڑھتا ہے دہر
جو تیرے سا ہے وہ ترا بندہ ہے

سلام

سلامی ڈرتا نہ دوں آفتاب کے بدلے
 نہ لوں میں عرشِ دمِ پوترائے کے بدلے
 نہ ہے حسین کہ سازندہ سحر از خاکش
 ہے خاکِ ذکر میں گویا جناب کے بدلے
 نہ آرزو کوئی باقی نہی شاد کو دمِ ذبح
 کہ آپ تجلی کافی تھا آب کے بدلے
 یہ شوقِ ذکرِ خدا تھا سوا بے ذکرِ خدا
 تراب ہے خلجِ پوترائے کے بدلے
 ادھر تو لشکرِ اعدا تھا صرف سے خواری
 ادھر تھی ہادۂ کوڑ شراب کے بدلے
 قمر صفت تھا فلک سیر ذوالجناحِ حسین
 ادھر ادھر نہ تو تھے رکاب کے بدلے
 جو بے دلا سے ائمہ ہیں صرفِ صوم و صلوات
 عذابِ آن کو ملے گا ثواب کے بدلے
 شفیعِ روزِ قیامت کے آمل اور مجبوس
 نہ حشر کیوں ہوا اس انقلاب کے بدلے
 لقبِ رسول کا نبی تھا پر بفضلِ خدا
 پڑھا تھا علمِ لدُن ہر کتاب کے بدلے
 نبیٰ مہینہ علم اور اُس مدینہ میں
 کھنڈۂ درِ خیر ہے باب کے بدلے
 کیا جو بحر کو ہر اولِ امام نے اپنا
 تو اُس نے سر دیا غرہ خطاب کے بدلے
 دیکھ مجھ کو جو آنکھوں بہشت دے رضواں
 نہ لوں میں ایک دمِ پوترائے کے بدلے

ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے

ہم ہیں وطن میں اور طبیعت سفر میں ہے سیاحی قلم رد مضمون نظر میں ہے
 دنیا میں ذہن ہے تو کبھی دشت و در میں ہے دژ سخن کی چاہ مگر رنگ و تر میں ہے
 تابیہ ذوالہمن سے سخن بہرہ مند ہے

ہر دم زباں کو حب الہی پسند ہے
 کیا منہ کسی زباں کا جو شکرِ خدا کرے ہے کم سے کم بہت سے بہت گرا کرے
 کس کس عطا پہ مدح کے سوتی فدا کرے ممکن نہیں عیاں سے تسلسل جدا کرے
 باریک بال سے بھی جو کبھی کر زبان ہو
 پھر بھی نہ شکرِ حق کا سر موچان ہو

چاہے وہ جس گدا کو سلیاں کا چاہ دے ڈرے کو آفتاب کے سر کی کلاہ دے
 بے دست و پا کو گوشہِ راحت میں راہ دے جس کو کوئی پناہ نہ دے وہ پناہ دے
 تبدیلِ مشرتوں سے وہ بندے کا غم کرے
 جس پر کوئی کرم نہ کرے وہ کرم کرے

پہنچی وہ دے جسے کوئی رفعت نہ دے سکے بخشے جسے مرض کوئی صحت نہ دے سکے
 عزت جسے وہ دے کوئی ذلت نہ دے سکے ذلت جسے وہ دے کوئی عزت نہ دے سکے
 غسرت ہو عشرت اس کی رضا کا جو دھیان ہو
 آفت ہو عاقبت، جو خدا مہربان ہو

بخشے جو بے سوال وہ فیاض رب ہے رب ایسا نئی دلی ہے سقا جس کی بے سبب
 نقدِ حیات اس نے دیا سب کو بے طلب لب کیوں نہ دے کہ ہاتھوں کو پھیلا رہے ہیں سب

باعث یہ ہے جو لینے سے آسودہ ہم نہیں
 اس کے خزانے وہ ہیں جو دینے سے کم نہیں
 بچارگانِ محض کا وہ چارہ سبز ہے ایسا طیب جس پہ مسیحا کو تازہ ہے
 لیکن وہ ہے نیازِ خلّاقِ نواز ہے ہے واقعی کہ نامِ خدا ہے نیاز ہے
 ہم کو نہیں، جہاں کا ظلمات کچھ نہیں
 سب کچھ ہے اُس ذات سے بالذات کچھ نہیں
 ہر بندہ ناقص ہے توانا خدا ہے بس ناداں تمام خلق ہے، دانا خدا ہے بس
 حق جس کا منکروں نے بھی مانا خدا ہے بس جس کو خدا جوں نے بھی جانا خدا ہے بس
 فخریہ بندگی میں خدائی خود آئی ہے
 ہاں فقط خدا ہی کی خاطر خدائی ہے
 شامل ہو لطیف حق تو سزاوارِ وطن ہے ایک ہارِ سوم اور نسیم چمن ہے ایک
 اقسام ہیں طیبہ و درنہ سخن ہے ایک جیسے سخن کا رنگ ہزار اور دامن ہے ایک
 داعیوں کے صمیمین امام فیور ہیں
 جس طرح دائروں کے تنکبہاں حضور ہیں
 طوقاں سے گر جہازِ دہانی ہوا داسِ نوح کربلا کا کرم ناخدا ہوا
 بھولے جو راہ، محض نجف رہنا ہوا مشکل کشا کے صدقے سے ہر عقدہ دا ہوا
 یوں چلتی کے نام سے مد ہر بلا ہوئی
 وہ چند خواہشیں سفرِ کربلا ہوئی
 دائر ہیں شاہِ دیں کے ہمارے وطن میں بھی ہیں روحِ غلو جو وہ ہیں گل اس چمن میں بھی
 ہیں فرقِ حرمِ انجیلِ خیرِ سخن میں بھی ڈوبے ہوئے ولایتِ حسین و حسن میں بھی
 پایا فروغِ لطیف خدائے حضور سے
 روشن یہ سر زمین ہے ایماں کے نور سے

یہ شہر تو ہے ملک سلیمان اہل بیت ذرے نکارتے ہیں کہ قربان اہل بیت
آب و ہوا ہے تابع فرمان اہل بیت وہ کیا ہے اٹک ر آؤ عہد اہل بیت
یاں گمر جو دوستان بلند آمد کے ہیں

اٹلی کے جو عدد ہیں وہی لکھنؤ کے ہیں
پر شاد کربلا کی ہے جن شہروں پر عدو ساکن وہاں کے بھی نہیں رونے سے تابعد
اللہ رے ماتم غلب ضیغ صمد یہ وہاں ہے جس کو نہیں حاجت سند
جب ہم نے کربلا کا مرقع دکھا دیا
تصویر کی بھی آنکھ کو رونسا سکھا دیا

لیکن سخن کو مدح سے جن کی اثر ملے مداحوں کو سفر میں فہر ظفر ملے
عزبت مہمان کے رہنے کو ہے ہے نہ گھر ملے چہلم کے بعد لاش ہے سر سے سر ملے
جن کی دلا میں خیر سے اہل سفر پھریں
ہے ہے وہ بے دیار ہوں، بیڑوں پہ سر پھریں

یعقوب کی طرح سے اب آنکھیں ہیں خوفناک کھان دل سے یوسف آرام ہے رواں
لو یاد آگیا سر شاہ انس و جاں ہوتا ہے بے چراغ بیہر کا خاماں
اک بارگی مہینے میں آفت یہ چڑ گئی
جنگل بھا، بھول کی ہستی ابر گئی

ساعت سفر کی ٹہلی ہے حضرت کے واسطے جس میں خیر ہے باغ رسالت کے واسطے
زمان ہے صحن کی عترت کے واسطے ہاں بار سے رہائی ہے امت کے واسطے
یہ دو رواج حضرت زہرا سے پہنچے
زہرا کے بعد فاطمہ صبرا سے پہنچے

تہائی چھارہی ہے حرار رسولؐ ہ بے دارائی رہتی ہے قبر بھول ہ
کچے کا ہے گھوم و نہ دل ملول ہ جھرمٹ ہے غنچوں کا زہرا کے بھول ہ

آگے نئی کے خلد میں زہرا ترپتی ہے

یاں سامنے حسین کے صفا ترپتی ہے

جب گل نہ ہو تو ہلہل شیدا کی موت ہے ہرزہ نہ ہو تو آہوئے صرا کی موت ہے

پانی بغیر ماہی دریا کی موت ہے چٹنا مرض میں باپ سے صفا کی موت ہے

اک آن بھی رہیں نہ زمانے میں جین سے

زہرا نیا سے چھوٹ کے صفا حسین سے

کتنی ہے باپ سے کہ نہ کیونکر ہو بے گلی زہرا چٹیں نئی سے تو موجود تھے علی

جین جب قتل میں ہے اس دم یہ دل جلی ہے ہے قضا دینے کی روتی کو لے چلی

بچیں بھی، چپ بھی اور یہ غضب کی جدائی بھی

ماں باپ بھی بھڑتے ہیں بھینس بھی بھائی بھی

دامن بچ کے کتنی ہے بابا کب آؤ گے لے جاؤ گے ہمیں کہ نہیں چھوڑ جاؤ گے

بتار کی خبر بھی کسی سے منگاؤ گے یا پیار میں سکینے کے ہم کو بھلاؤ گے

لینے کو میرے بھجیو گے کس کو دینے سے

یا ناامید ہی میں رہوں اپنے بچنے سے

دیکھیں تو آپ حال تپش کے دھور کا لو سے ہے دل کہاں وحوش و طہور کا

نزدیک کا سڑ ہے میں داری کہ دور کا کل تئیں دن کا ہے علی ہسٹر حضور کا

اس سن کے بچے جین سے جھولے میں سوتے ہیں

یہ اک سینے کے وطن آوارہ ہوتے ہیں

لکھ بھیجئے نہ دوستوں کو اپنے ہیں کہ غیر؟ دشوار دن دنوں ہے عراق عرب کی سر

تو نے ہوئے ترپتے ہیں جھلیں میں دھن و طہر گری کے بعد آؤں گا میں زنگی خیر

شاید مجھے بھی قید مرض سے نجات ہو

بھر کوئی کیجئے تو یہ لٹری بھی سات ہو

بابا ابھی نہ حکم سولہری کا دیجیے نادان کی بھی بات یہ اک مان لیجیے
قرآن لاؤں مشورہ خالق سے کیجیے لاکھوں برس صوبہ نئی و علی جیے

رستے کی آفتوں سے خدا ہی پناہ دے

بسم اللہ استکارہ، سفر کو جو راہ دے

فرماتے ہیں حسین توقف کی جا نہیں اس کوچ میں مقام کوئی غدر کا نہیں
بے درد و غم کے محبت خدا کا حرائشیں اس راہ میں بقاء ہی بقا ہے فنا نہیں

اہل ادب سنجہیل کے یہاں پاؤں دھرتے ہیں

یہ راہ وہ ہے سر سے جسے قطع کرتے ہیں

یہ راہ انبیائے اولوالعزم کم چلے لیکن خدا کے عاشق ثابت قدم چلے
اک حضرت امیر چلے ایک ہم چلے سجدے سے سر نہ سر کے جو مٹی حتم چلے

گزرے سو گزرے ہوئے جو ہوتا ہو دار نہیں

سودا خدا کے عشق کا ہے فکر سر نہیں

واللہ اعلم انہیں کے اب یا نہ انہیں کے کس کو خبر ہے حد سے ہم آگے نہ جائیں گے
سوق ہوا تو بی بی کو اپنی بلائیں گے بے کر بلا کے رتبہ عالی نہ پائیں گے

محقق احسان کا رب غفور ہے

عاشور کو وہاں مرا ہونا ضرور ہے

سید رسول نے جو لیا نام کر بلا چھائی بھرے گل پہ آداسی ہر ایک جا
فریاد ہم سلمہ نے کی داہمرا منہ دیکھ کر حسین کا حسرت سے یہ کہا

کیوں داری کر بلا یہ وہی ارض پاک ہے

شیخے میں جس زمین مقدس کی خاک ہے؟

وہ نے بھری اک آہ کہ ہاں ہاں جان ہاں تاتا سے اس زمیں کا سنا ہوئے گا بیاں
اماں یہ بے نشانوں کی قبروں کا ہے نشان صغرا پکار دی ہائے نکل جاؤں میں کہاں

باتیں سڑ کی رجز کناہی میں ہوتی ہیں

بابا تو حید کرتے ہیں اور نانی روتی ہیں

جبرا کیا تھا آپ کی فرقت کو اختیار پر اب کلام یاس سے لوطی ہے بقرار

کیا جائیں پھر ملیں نہ ملیں شاہ نامدار لب میں ہوں اور جنوں کے باتوں کی ہے مہار

چلتا گوارا کیجیے اس طرح کام کا

صدقہ سکینہ بی بی کے کوچ اور مقام کا

بہنوں کو، والدہ کو مہدک ہماریاں سراج بگھوں کی میں رضا دو گے تم جہاں

نکیرے مصائب میں سب چھڑوں گی یہاں پھر لو رکھا ہے کچھ نہیں، ملتی پھر اختواں

مشکل سفر کی کہنے پر آسان ہوئے گی

بیار ہمدستوں پر قربان ہوئے گی

اس احتجاج نے شاہ کی حالت جاہ کی آنکھوں کو ڈبڈبا کے حرم پر نگاہ کی

سب نے یہاں مریض سے تکلیف راہ کی آخر کہا خوشی حصیں لازم ہے شاہ کی

بہر خدا نہ چشم کو غوریز کیجیے

بی بی کو چپ ہے کوچ سے پرہیز کیجیے

صفا پکاری ہائے مقدر دہائی ہے دنیا میں کیا بھی کو انوکھی چپ آئی ہے

چپ ہے تو خیر چپ کی دوا بھی نشتائی ہے ہے ہے سرے بخار کا درماں بدلتی ہے

بیار کی خبر نہیں ماں باپ لیتے ہیں؟

چپ آتی ہے تو مٹیوں کو چھوڑ دیتے ہیں؟

لوگو بھی سہی، مری غربت پر دم کھاؤ بیار خود پڑی ہوں خطا میری بخشاؤ

لکھ اس قصور کی تہذیر سے بھاؤ حضرت کو دو قسم کو نہ صفا کو چھوڑ جاؤ

یہ جان لو جو کمر میں رہی میں تو سرنگی

اور اونٹ پر چڑھی تو وہیں چپ اتر گئی

اے لوگو بے حواس نہ ہو چپ کے آنے سے چپ اس گمزی تو آئی ہے باپا کے جانے سے
آنکھیں بھی دونوں لال ہیں آنسو بہانے سے منہ زرد ہو گیا ہے لفظ ہول کھانے سے
روباں سے جو ماتھے کو ہاندھا تو کیا ہوا

سر پیٹنے سے درد سر اس دم سوا ہوا
چپ کی حرارت اور قلق کا بخار اور وہ قمر قرانا اور ہے یہ اضطراب اور
وہ سانس چڑھنا اور یہ دم کا شمار اور سر پھرنا اور گردش لیل و نہار اور
میں کو میرے حال کی جلدی خبر کرو
دیکھا تھا کل بھی چہرہ اور اب بھی نظر کرو

کل بھی بھلا ترپتے تھے ہم لوہیں کھو چلنے میں کا پتے تھے قدم لوہیں کھو
کل بھی کڑھتی ضعف سے تم، لوہیں کھو رونے سے آنکھوں پر تھا دم لوہیں کھو
کپڑا بندھا تھا سر پہ، رخ ایسا ہی درد تھا؟

کساء تو میرے سر کی قسم کل یہ درد تھا؟
کیوں لوگو شام کو بھی تھی میں محفل یونہیں؟ دیکھو تو ہاتھ رکھ کے اچھلتا تھا دل یونہیں؟
طاقتی سے آتے تھے فحش محفل یونہیں؟ کل بھی تھی اپنے آنسوؤں سے پا بگل یونہیں؟
کل خود اٹھی تھی باپ کی تعظیم کے لیے
اور آج اٹھا یا لے لے حلیم کے لیے

مشکل ہے آن ہاں مرض میں نابہا اٹھنے میں بیٹھنے میں نہ اعداد چاہتا
ان عارضوں میں میرے جگر کو سراہتا اب نہ سنا نہ ہوئے گا میرا کراہتا
اکثر ہوا کہ ہوش بھی چپ میں رہا نہیں
پر منہ سے یا علی کے سوا کچھ کہا نہیں

وہ دن مجھے کہ ضبط کا پایا تھا اب کہاں باپا کی پردوش کا سہارا تھا اب کہاں
لہاں کو بھی خیال ہمارا تھا اب کہاں آگے کرم جو ہم پہ لھسارا تھا اب کہاں

کیونکہ نہ زندگی سے ہو یہ ناتواں خفا

کنہ خفا، نصیب خفا، باپ ماں خفا

سب سے کی ہے والدہ کے التفات میں پائی ہوں فرق لطیفِ حیدر کائنات میں

اب موت میں حرا ہے نہ لذت حیات میں سچ ہے نصیبِ شرط ہے ہر ایک بات میں

اب سب تو یمن اٹھائیں گے حضرت کے ساتھ کا

پائیں گے ہم کلن بھی نہ بابا کے ہاتھ کا

پھر ایک یاس آنکھوں سے پیراؤ ڈھلے ابھی اک آہ بھر کے کہا سب سے ہم چلے

جہاں ہے دل، اندھیرا ہے اب آنکھ کے تلے اس تپ میں بسزائے بھلا اور ہم بھلے

برکتی نصیب کی میرے حیاں ہوئی

کنہ تو سب خفا ہوا تپ مہربان ہوئی

تاگاہ غل اٹھا در دولت پہ بدلا ناکوں کی اور سمندوں کی آنے لگی صدا

کی عرض آ کے قطع نے اسباب لہ جلا نزدیک تھا کہ روح ہو پیار کی جدا

پہلو میں دل ترپنے لگا نیندِ شوق ہوا

دھک دھک کلچہ کرنے لگا، رنگِ فاق ہوا

بیت الشرف سے ہر عرب نے کیا ظہور بھیو قال نیک برآمد ہوئے حضور

پردہ نہ رخ کی لو پہ بنا خود چراغِ طور یہ کیا ہے حسن بندہ تھا اور خانہ دلاور

پھر دل کلیم کا نہ رہا اختیار میں

پہلے ہوئے تھے طور پہ خش اب حرا میں

چادروں نے ادب سے دو جانب کیا جھوم وڑ کے جلو کے جلو سے خادم بنے نجوم

سلطان دیں پناہ سلامت ادھر یہ دھوم آئیں یا کریم یہ ٹل یاں علی الصوم

شہانِ حسین ، قدرتِ پردہگار ہے

خورشیدِ چہرہ دار، کرن چہرہ دار ہے

وہ صبح کوچ کی وہ مقام امید و ہم وہ ہر طرف گل رخ فہر کی صمیم
 سکتے میں دو الہام تھا یا دم بخود صمیم اللہ سے اوج زیر قدم جنت الہیم
 گرمایا باد پا جو شہ انس و جن چڑے
 خوشید دوڑ دھوپ میں جس طرح دن چڑے

مراہوں میں حسن کا تھا اور ہی وقار پیدا کر کے بندھنے سے گلدستے کی بہار
 اکٹڑ کے گردو پیش جوائن کلزار ان سے جو کچھ سن تھے وہ مہاش پر کار
 ہر ایک ہالہ ماو بنی ہاشمی کا تھا
 روشن رسالہ ماو بنی ہاشمی کا تھا

نصرت کے لالہ ڈر نجف غازی اور جری جن کو عقل کہتے تھے مکھائے جعفری
 جوہر میں فرد، سر کے میں تنق حیدری وہ منزلوں کا شوق، وہ پہلی مسافری
 پکے وہ پخت پخت کر کے بندھے ہوئے
 تعویذ بازوؤں پہ ہنر کے بندھے ہوئے

وہ مجمع عرب وہ فریبان کر بلا آداب وہ حضور سلیمان کر بلا
 لے کر سلام کہتے تھے سلطان کر بلا یہ پھول اور خاک بیابان کر بلا
 دھج بلا کی بیڑیوں کو زمیں لے
 سچ ہے جہاں کی خاک ہو جا کر وہیں لے

پھر سب کو بندگی کے صلے ملا دیے اسطبل سے پیادوں کو گھوڑے منگادیے
 جو تھے پہنچ ان کو سلاخ دغا دیے اور زاو راہ در ہم صبر و رضا دیے
 جس شے کی احتیاج تھی کوچ اور مقام پر
 لکھی امام دیں نے توکل کے نام پر

عہد نامہ سے مخاطب ہوئے امام سوچا حصیں سواری نصرت کا اہتمام
 ہم دیکھ آئیں تربت خلیفہ انام یہ آخری وداع ہے اور آخری سلام

نہت سوار ہو تو خبر کیجیو ہمیں

روئے سے مسطفیٰ کے بلا لیجیو ہمیں

راہی ہوئے رواقِ نبی کو شہ ہوا قہر صیپ حق پہ چلی رجبِ خدا
عج طوافِ جسمِ خدا اور جاں خدا واں قبر کی تراشی کہ روتی لک لک خدا
پاں روئے کو نواسے نے دیکھا جو پیار سے

واں روحِ مددے ہونے کو نکل حزار سے

غل پڑ گیا جہاں میں یہ کیا انقلاب ہے بس اب چلے حسینِ مدینہ خراب ہے
جو شہسوارِ دوشِ رسالتِ مآب ہے وہ خالوں کے ہاتھ سے پاؤں رکاب ہے
پہچھوئی کی قبر سے جاٹا حسین کا

اب حشر تک نہ ہونے کا آنا حسین کا

اُس دم ہوا یہ حکمِ خداوندِ مشرقیں چائیں مقررانِ خدا بھی بہ لب لباب
اُس دم صیپ حق کی زیارت ہے فرض میں ہر دواعِ قبر چلا ہے مرا حسین
یہ شریکِ طوافِ کوئی پھر نہ پائے گا

اب قبرِ مسطفیٰ پہ نواسا نہ آئے گا

ننگانِ عرشِ قبرِ نبی کی طرف چلے اور حانقہاںِ لوحِ و قلم صاف بہ صاف چلے
بارجِ جہاں سے سب نئی ماسلف چلے ساتھ ان کے اوسمائے جلیل الشرف چلے
کثرت یہ تھی رواقِ حبِ دیں پناہ میں

سرمہ نگاہ ہو گئی پس پس کے راہ میں

ہر نجمِ ذوقِ درِ خیر البشر بنا بجک کر ہلالِ حلقہٴ بیرونِ در بنا
شہرِ ملک کی سب کا شمسِ سحر بنا صبحِ حورِ غلہ کی مقررِ قمر بنا
کثرت یہ تھی ملک پہ ملک تھا پڑا ہوا

خود عرشِ کنش کن میں سٹ کر کھڑا ہوا

جز روح تھی نہ روئے میں گھٹائش بدن جبریل روح بن کے لہہ پر تھے بوسردن
روحانوں کی ایک طرف جمع الجھن قالب مثال جاں تو زباں صورت سخن
فردوسوں کا در پہ بھوم اس قدر ہوا

رضواں بنا بہشت کی بود، جب مگر ہوا
نزدیک کفش کن جو وہ بے حد مل آئے غل چڑھیا وہ فر کھیم و طلیل آئے
پھڑی ہڈی کی کھولے ہوئے جبریل آئے سر خم کیے ملائک عرض جلیل آئے
ایک ایک پر گرا کہ میں ہی یہ ثواب لوں
ظلمین نور میں رسالت کتب لوں

آئی عاقل ہے نصیب آزمائی کا مہدیہ ہے حسیق کے حلق بھائی کا
شہرہ ہے جس کے عشق رسا کی رسائی کا فدویہ ہے جو ازل سے خدا کے قدسی کا
ظلمین جگ کے لے وہ امام مدینہ کی
جو کر بلا میں شک اٹھائے سکھنے کی

الغرض نیکے پاؤں گئے روئے میں امام ظہرے وہاں جو خاص زیارت کا مقام
چڑھنے گئے زیارت مشہور امام صف باعدہ کر شریک ہوئے انجیا تمام
چڑھ کر زیارت اہل سلوات ہت گئے
قبر نیی سے روڑ کے مولا پٹ گئے

جلائے اے ضریحِ نیا بار الوداع اے خوابگاؤ قبلہ امداد الوداع
اے جدِ احمد احمد بخار الوداع جاننا ہوں کارواں ہوا تیار الوداع
امت یہ چاہتی ہے کہ روئے سے دور ہوں

نانا گواہ رنج کہ میں بے قصور ہوں
ناحق مجھے ستاتے ہیں بدخواہ کیا کروں کیونکر کھلے گی منزلی جاکھ کیا کروں
پھر ساتھ تھے بچوں کا ہے آہ کیا کروں لے جاؤں کس طرح سے شہرہا کیا کروں

ماں تو نہیں ہیں ہمیں مرے ساتھ چلتی ہیں

نانا! نواسیاں بھی تمہاری نکلتی ہیں

میں اور بھلا حضور کے روئے سے ہوتا دور ایسے ہی تارے آئے کہ جانا پڑا ضرور

اعدا کے بعض دیکھیں سے تو آگاہ ہیں حضور نانا گواہ رہو نواسا ہے بے قصور

یکساں ہے اب جہاں میں ہے یا کہ گئے گئے

سب خاک ہے جب آپ کی تربت سے جھٹ گئے

بھینا تھا میرے باپ نے کس کلہ کو کا گھر تم نے کسے پھرایا تھا گری میں وہ بدو؟

بھائی حسن نے خانہ نشینی میں کی بسر دسواں برس ہے میری امامت کو بھی مگر

مہل و علم سے کام نہ مطلب غزینے سے

پھر کس گنہ پہ مجھ کو نکالا دینے سے

ناگہ یہ کہتے کہتے غش آیا حسین کو فردوں میں نئی نے بلایا حسین کو

آنکلی سے قصر سرخ دکھایا حسین کو منہ چوم کر گلے سے لگایا حسین کو

لیکن جدا گلے سے جو ہونے لگے نئی

پھر لپٹے یوں حسین کہ روئے لگے نئی

فرمایا جاؤ جلد حسین ہم بلائیں گے یہ بولے ہم نہ جائیں گے نانا نہ جائیں گے

گھر میں بھی اور سفر میں بھی اعدا ستائیں گے آرام ان کے ہاتھ سے پایا نہ پائیں گے

دنیا سے کچھ علاقہ نہیں اب حسین کو

دیکھے نہ دیر تنگ یہ فتنہ حسین کو

بولے نئی حمایت اسلام کیجیے روشن علی و فاطمہ کا نام کیجیے

کار خدا کا پہلے سر انجام کیجیے پھر آئیے بہشت میں آرام کیجیے

یاں تم نہ آؤ گے تو کہاں جاؤ گے حسین

پر کر بلا میں جا کے یہاں آؤ گے حسین

ہستی مری اہاڑ کے جنگل کو جا تو لو اک شہر اپنے نام کا بیٹا بسا تو لو
 انہیں سو جرحیج بیداو کھا تو لو جدو پدو کے دوستوں کو بلشوا تو لو
 نانا کے پاس آنے میں اب کتنی دیر ہے
 منزل ہے ایک آنے میں رستے کا پھیر ہے

دنیا میں اک حسین ہے اور ایک کر بلا ہوتا ہے داں ضرور قصیں موردِ بلا
 لپٹے رہو گے میرے گلے سے جو تم بھلا کانے کا شرِ بدے میں کس پیارے کا گلا
 کس بے گنہ کے غم میں فلکِ خون روئے گا
 کیا دوسرا حسین ہے جو ذبح ہوئے گا

کوئی کسی کی قبر میں سوتا نہیں حسین تبدیل یہ سماں کبھی ہوتا نہیں حسین
 یوں چرخ گھر کسی کا ڈھوتا نہیں حسین کب تیری بیکسی پہ میں روتا نہیں حسین
 اللہ کی امان میں پیارے دیا قصیں
 جاؤ سداوارو نانا نے رخصت کیا قصیں

کہتے تھے شاہِ منشا تھا میں یہ جان درد ناگاہ روئے سرخ ہوا مصطفیٰ کا درد
 گیسوئے جہریں میں بھری ہال ہال گرد میں دیکھ کر ڈرا تو کہا بھر کے آ، سرد
 نانا تمہارے سوگ میں غمناک ہے حسین
 جس خاک میں ملو گے یہ وہ خاک ہے حسین

غش سے جو ہوشیار ہوا نس و جاں ہوئے ماں یاد آئیں، سوئے بقیہ رواں ہوئے
 حسرت سے قبر دیکھ کے ہیں خوں فٹاں ہوئے جو بقرارِ عرش کے شہج خواں ہوئے
 قلم از دواغ ماں کی لہہ کا پٹنے لگی
 میت کفن کے کونے سے منہ ڈھاپنے لگی

چلا یا کر بلا کا مسافر بہ شور و شہین۔ تسلیم اے حبیبِ معبودِ مشرقین
 آیا نہ بے جواب دیے فاطمہ کو چین بولیں کہ السلام علیک اے مرے حسین

مظہر ہم لہ میں ہیں یوں و کنار سے

آؤ لپٹ تو جاؤ ہمارے مزار سے

اے قبر یکساں کے بھلور حسین جان ہے ہے مرے غریب مسافر حسین جان

پیدا ہوئے تھے ذبح کی خاطر حسین جان زہرا بھی ہے رکاب میں حاضر حسین جان

امت کو کیا خبر ہے مرے دل کے داغ کی

اندیر ہے کہ قبر مری بے چراغ کی

واری بتاؤ تو مری صفرا سے کیا کہا غش ہوگئی کہ ہوش کچھ اس کا بھا رہا

بن کر لبو جگر تو نہیں آنکھ سے بھا کس طرح سے سوس کے دل کو یہ غم سہا

پوتی کو حق نے دادی کا ورث عطا کیا

زہرا نے بھی تو صبر کیا لود کیا کیا

ناگاہ پکارے آکے یہ عباہ نیک نام اسوار ہو چکے حرم محترم تمام

باقی ہے اک سواری مخدومہ انام جس کا حضور سے متعلق ہے اہتمام

فراش قاعدے سے قاتیں لگاتے ہیں

در پہ کھڑے حضور کو اکہڑ جلاتے ہیں

فرمایا وہ نے چلتے ہیں اے حاملِ علم اپنی بین کا آنکھوں سے پردہ کریں گے ہم

کچھ لہاں جان کتنی ہیں اپنا غم و الم منہ ڈھانپتی ہیں میری غریبی پہ دم بدم

عباہ جھک کے بولے کہ بھرا مرا کھو

آئی عبا ہاری طرف سے دعا کھو

جان وفا نصیب بلنداری حسین لیکن رہے خیال مددگاری حسین

سارا جہاں ہے صرف دلازاری حسین مٹرب سے کربلا کو ہے تیار حسین

رستے میں ہو چید نہ کھارے حسین سے

عباہ! ہوشیار ہمارے حسین سے

یہ سن کے پردہ پوشی خلاقی ہوا رواں . دیکھا قاتیں پردے کی ہیں گرد آستان
گہری گھٹا ہو قبلے سے جیسے کبھی میاں پردہ اشما کے فضل سے بولے صبر دہاں
ہاں عرض کر بہن سے کہ تیار ہو چنے

ہم آئے اہتمام کو اسوار ہو چنے

شہراہ میں کھڑے ہوئے پھر شاہ حق پسند ہر بام کی طرف سر اقدس کیا بلند
یہ دیکھ کر پکارے نقیبان ہوش مند رستہ دہیچے غرنے، جھروکے ہوں سداے بند
ہشیارا کوئی بے ادبی اس گھڑی نہ ہو
لاکے کو لے کے کوٹھے پہ عورت کھڑی نہ ہو

مخدومہ خدیجہ حشم ہوتی ہے سوار بخت و پناہ اہل حرم ہوتی ہے سوار
فخر مرپ شکوہ غم ہوتی ہے سوار ہمیشہ بادشاہ اُم ہوتی ہے سوار
ہاں آنکھ دلیر کی بیٹی بتوں کی
نہت فلک جناب نواہی رسول کی

پھر تو نہ شہر میں کوئی دروازہ وا رہا اللہ کا مگر در رحمت کھلا رہا
دنیا میں نام کو بھی نہ مرغ ہوا رہا بہر نماز ظاہر قبلہ نما رہا
حیث نے آفتاب کے منہ کو پھرا دیا
پردہ کرن کا چشم قر پر گرا دیا

دیکھ بیٹہ بیٹہ گئے یاں وہاں تمام چھپ چھپ گئے مکانوں میں خروہ کلاں تمام
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے بنا کارواں تمام باتوں سے کود کود پڑے سارہاں تمام
سب حق شمس عزت المہار ہٹ گئے
سر کے پیادے، راہ سے اسوار ہٹ گئے

غل اہتمام کا جو گیا تا حرم سرا مسد سے غاطر کے انھی ہت مرتضیٰ
دوڑیں کٹیریں اور خواہیں برہت پا نظمیں جھادی اور سنبھالی کبھی روا

زینبؓ نے اس شکوہ پہ غلجہ خدا کیا
 جس نے بلند رجب خیر الوداع کیا
 خدمت کے عہدے خدمتوں نے اٹھالیے چکھا تھی ایک خادمہ بہر ہوا لیے
 اک سبج پاک و سبزِ ذکر خدا لیے اک جامِ ناز و مصحف و رطل دوتا لیے
 رستے کی پیاس کا کوئی سامان کیے ہوئے
 پانی کی سر بمبر صراحی لیے ہوئے
 اس عسکت و شکوہ سے وہ صلابتِ چشم ڈیوڑھی کے پاس آئی کیے پشت و بر کوٹم
 پوچھا احمر ہے کون پکارے حسینِ ہم سایہ بھی غیر کا نہیں خالق کا ہے کرم
 حاضر ہے بھائی ڈیوڑھی ہے ہودج ملانے کو
 اکبرؓ کمرے ہیں آپ کی نطین اٹھانے کو
 ہودج کی سمت در سے بڑی وہ فلک جناب اکبرؓ بنے موزے پہنچ لیے پاؤں سے شباب
 اللہ رے پاس خاطر بنتِ انورِ بابت زانو خمیدہ کر کے تپے ہٹنے نے کیا خطاب
 غربت میں ساتھ دیتی ہوئی بھائی غار ہو
 نو پاؤں میرے زانو پہ رکھ کر سوار ہو
 رونے لگی لرز کے وہ حضرت کی قدر دان زانوئے ہٹنے کو چوم کے بولی نہ بھائی ہاں
 داری بہن، نہ اتنے بہن پر ہو مہریاں ان شفقتوں کا لے کہیں بدلہ نہ آسماں
 اس پردے سے یہ خوف ہے اے شامِ دین مجھے
 تقدیر تلکے سر نہ بھرائے کہیں مجھے
 زانو تمھارا تہ عرشِ الہ ہے شیعوں کی بوسہ گاہ مری مجدد گاہ ہے
 اس کا ادب فرشتوں کو بد گاہ ہے افضل ہے سنگِ کعبہ سے قبلہ گواہ ہے
 ہے ہے حوروں میں پاؤں ادب سے مجید ہے
 زانو تمھارا رمل کلامِ مجید ہے

اس پرورش کا شکر کہاں تک ادا کروں ہلہ میں اس کینز نوازی کا کیا کروں
بس ہو تو دل نکال کے تم پر فدا کروں ہر صبح و شام گرو تھمارے پھرا کروں

اب مجھ کو آسرا ہے نہ ماں کا نہ باپ کا

اللہ کوئی رنج دکھائے نہ آپ کا

خون بولے میرے رنج کی ہوا کرو نہ اب زانو پہ پاؤں رکھنے میں یہ عذر یہ ادب
اس وقت کیا قلق تھیں ہوئے گا ہے غضب دیکھو گی میرے سینے پہ زانوئے شر جب

ترپے گا بھائی زانوئے جلاو کے تھے

حلقوم ہو گا خنجر نواو کے تھے

بھائی دے گی بوجھ سے قاتل کے اس قدر سینے کے حیر بیٹے سے نکلیں گے سر بسر
یہ سن کے قمر قمر اچھے سب کے دل دجگر منہ بھٹی سوار ہوئی وہ نکو سر

مسائیاں پکاریں ہمیں ہول آتے ہیں

روتے ہوئے مدینے سے سادات جاتے ہیں

اتھا یہ شور حمل بانو سے نا کہاں میری سکینہ جان ہے اسے دیکھو کہاں
عہاق اتر کے گھڑے ہے گھر کو ہوئے دواں کیا دیکھتے ہیں دواں کہ قیامت کا ہے ساں

صغرا تپ فراق سے بیہوش ہوتی ہے

تھا سکینہ اس کے قریں بیٹھی روتی ہے

بڑھ کر کہا سکینہ سے عہاق نے کہ دوا تم پیاں بہن کے پاس ہو دواں ڈھونڈتے ہیں شاہ
کیا کہتی ہیں یہ پوچھ لو کھوئی کرو نہ راہ صغرا پکاری سہم کے میں کیا کہوں گی آہ

خود دم کھا کے ملنے کو تشریف لائی ہیں

میں نے نہیں بلایا ہے یہ آپ آئی ہیں

عہاق بولے چاہتی ہیں تم سے یہ رضا بی بی کڑھو نہ اتنا طائے گا بھر خدا
ماں ان کی بے قرار ہیں حضرت سے بھی سوا بولی سدا میری روکا ہے کس نے نہیں بچا

میرے مرض سے لتاں کو دھواں آتے ہیں
 کہیں ان کے پیارے بچے مرے پاس آتے ہیں
 کہہ دیجو گلے سے لگایا نہیں انہیں اپنے بچھونے پر بھی بٹھایا نہیں انہیں
 کچھ درد اپنے دل کا سنایا نہیں انہیں پوچھا بہت یہ میں نے بتایا نہیں انہیں
 روتی ہوں خود کسی کو میں رولانے کیوں لگی
 لے جائیں آپ ان کو میں ٹھہرانے کیوں لگی
 منزل میں دیر ہوگی میں کیا جانتی نہیں کیا آگے اپنے کنبے کی پہچانتی نہیں
 کس کس کی بے رشتی مراد دل چھانتی نہیں اس اوپری دلا سے کو میں مانتی نہیں
 تم بھی مرے لیے نہیں تشریف لائے ہو
 اپنی سکیٹ جان کے لینے کو آئے ہو
 بس اے دھیر گرچہ ہے مضمون ناقص مجلس میں مجھ نامہ و ماتم ہیں خاص و عام
 کہ یہ دعا خدا سے کہ اے خالق انام مشتاق کر بلا کی زیارت کا ہے غلام
 مجھ کو مٹانے کے لیے گردوں ہے تاک میں
 بندے کی خاک اڑ کے ملے خاک پاک میں



کیا روئے جیہڑ لے نیا پائی ہے
فرہاں کی بلا فرق یہ نہ پائی ہے
ہر شے سے مقدم ہے ہمیں اس کا ادب
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے



آدم نے شرف خیرِ بشر سے پایا
رشتہ ایمان کا اس گھر سے پایا
دو میم محمدؐ سے جہاں روشن ہے
مضمون یہ دلِ شمس و قمر سے پایا

سلام

دل تعویذ خانہ ہے تو ہر آہ علم ہے
 بھرائی ورق بدر ہے خورشید قلم ہے
 نے کافروں میں جان نہ تلوار میں دم ہے
 نکل ہے یہ جواں جاں عرب جسم نیم ہے
 خود فکل میں محبوب خدا میرا اُسم ہے
 یہ حسن میں یوسف سے سوا عمر میں کم ہے
 گویا یہ دلیلی رو ہار یک عدم ہے
 انگشت سے کم سرو گلستان ارم ہے
 یہ عرش ہے یہ لوح یہ قدرت کا قلم ہے
 ابرو کے مقابل کہاں محراب حرم ہے
 یہ لعل ہے وہ سنگ ہے یہ شہد وہ کم ہے
 وہ ہر کرم ہے تو یہ دریائے کرم ہے
 بس چار کتابوں کا خلاصہ یہ بیم ہے
 ہر وقت کمان فلک اس واسطے غم ہے
 قبضے میں اسی کے ملک الموت کا دم ہے
 قدرت کا کرشمہ رگ و ریشہ میں بیم ہے
 اژدر نفس و برق تک و صاعقہ دم ہے
 آہو دم و طاؤس دم و شیر شیم ہے

سردلا و علم ذرا کا بھرائی کو غم ہے
 و صب غم شہر میں روشن یہ رقم ہے
 زن میں ہے جب دیدہ سے آمد اکبر
 مذاح سراپا لب انصاف سے سب ہیں
 بابا مدنی ماں بھی جد اسم اللہ
 یہ خطب جواں ہے خطرہ کا برحق
 و صب دین نگ میں بیٹی کی زباں لال
 قامت ہے وہ قامت کہ حضورؐ کے شرف سے
 دیکھو سر و پیشانی ابرو کا قرینہ
 حق اس کا ہے نقاش ظلیل اس کا ہے معاد
 کیا رحمہ یا قوت و شکر پیش لب سرخ
 خود و ذرہ و تن کی ثواب پہ کرد غور
 جو ہر نفس چار آئینے میں ہے خط ہار یک
 حسرت ہے کہ یہ شیر قوی ہاتھ سے کھینچے
 خنجر دو زبان ہنہ مرداں ہے کمر میں
 عقاب ہے یہ مرکب کہ عقاب علی اکبر
 چھل بل ہے چلا وہ ہے تو ہم ہے تصور
 دریا اثر و شعلہ خواص و شرر آئیں

اس رخش کا سایہ ہے ہما جست ہے بجلی سیلاب پینہ ہے ہوا گرہ قدم ہے
 خاقانِ سخن ہوں میں دیر جگر انگار
 سہ ہے حقلم مرا اور نعم درم ہے



آمد خزاں کی گلشن خیرالورا پہ ہے ۔

آمد خزاں کی گلشن خیرالورا پہ ہے کہت کھل ببول کی دوشِ فنا پہ ہے
دنگِ ریاضِ ساقی کھڑا پہ ہے چھایا سحابِ غمِ دلِ آلِ عبا پہ ہے
تاراجیِ جن سے بہت حالِ غیر ہے

مذ نظرِ حسین کو جنت کی سیر ہے
مرگِ پیر سے خانہِ دل بے چراغ ہے سروِ حسن کے غم سے جگرِ داغِ داغ ہے
دیراںِ الم سے بھائی کے راحت کا باغ ہے فرقت میں بھانجوں کی پریشاںِ دماغ ہے
قلب میں روحِ جسم میں تاب و توان نہیں
خاموش یوں کھڑے ہیں کہ گویا زباں نہیں

چہرہ ہے زرد آنکھوں میں نور و نیا نہیں قابو میں آہ و دل نہیں اور دست و پا نہیں
ہوش و حواس و عقل و طبیعت بہا نہیں سوکھی زبانِ تالو سے ہوتی جدا نہیں
چنابِ دل ہے سینے میں قہرائے جاتے ہیں
عالم یہ ضعف کا ہے غش آئے جاتے ہیں

دل بھی ہے چاکِ جیبِ تبا بھی پھٹا ہوا جامہ بھی رخ بھی خونِ پیر سے بھرا ہو
دل سے خطاب کرتے ہیں رو کر یہ کیا ہو سب ہو گئے بخدا نہ میرا سر بخدا ہو
حسرت سے جب اٹھاتے ہیں رو کر نگاہ کو
خیمے کو دیکھتے ہیں کبھی قتلِ مجاہد کو

کہتا ہے دل کبھی کہ چلو چابِ حرم مل لو بہن سے قتل میں وقت بہت ہے کم
کہتا ہے کہ تڑپ کے اے سید ام اکبر کی لاش دیکھ لو پھر مل کے ایک دم

ہر سست اضطراب سے گھوڑا بڑھاتے ہیں

مٹل کو جاتے ہیں کبھی غیر کو جاتے ہیں

چٹائی جگر سے جو منظر ہوئے امام رو کی عاتق مرکب چشم امام

منہ کر کے آہاں کی طرف یوں کیا کلام دے میر میرے دل کو اب اے رب خاص و عام

کھڑے بدن ہو سر ہو قلم اور گھر چلے

پر داغ اقربا سے نہ میرا جگر چلے

یہ کہہ کے سوئے خیمہ چلے شاہ نامدار دروازے پر جو آئے نکارے یہ ہار ہار

اے رشتہ و سبب و سبب و کلثوم ہے دیار اے ہانو و رقیہ و گمراہ جگر نگار

ہم کھو کے سب کی دشت میں دولت کو آئے ہیں

بیادوں کے پاس جاتے ہیں رخصت کو آئے ہیں

میدان میں ایک ایک فدائی کو روچکے تر دیکھ کر لبو سے ترائی کو روچکے

بھائی کی اور بہن کی کمانی کو روچکے دن میں پسر کو نہر پہ بھائی کو روچکے

مل لو کہ ہم سے پھر نہ ملاقات ہوئے گی

اب فاطمہ حسین کے لاشے پہ روئے گی

اُس وقت اہل بیت میں اک حشر تھا چا پہنچا نہ کان تک یہ کلام حق ہوا

لیکن سخی سکینہ نے یہ شاہ کی صدا شام ہلا کے ماں کو پکاری وہ مہ لقا

پھر کر امام آئے ہیں خلیفہ خدا کرو

لناں چلو زیارت شاہ ہوا کرو

دوڑے یہ سن کے ہال نکمیرے ہوئے حرم دیکھا ہیں راہوار پہ زخمی شیر اُم

زخموں سے خون بہتا ہے پخت و کر ہے غم شدت سے تنگی کی سماتا نہیں ہے دم

ہر سو نگاہ پاس کبھی شلہ کرتے ہیں

ہاتھوں سے دل پکڑ کے کبھی آہ کرتے ہیں

نہت نے روکے پوچھا کہ یاد رکھاں گئے مباح و حرام و علی اکبر کہاں گئے
مسلم کے لالہ، ضمیمہ حیدر کہاں گئے میرے پسر، عقیل کے دلہر کہاں گئے

کوئی نہیں رکابِ شبہ دیں پناہ میں

رو کر کہا کہ سوچتے ہیں سب قتل گاہ میں

بھیر، سب ہمارے مددگار مر گئے بھائی، بھتیجے، بھانجے، انصار مر گئے
شانے کٹاکے بھائی ملہدار مر گئے اکبر بھی کٹاکے نیرزا خونخوار مر گئے

درخت دو جلد فاطمہ کے نور عین کو

نچو مرگ اب نہیں کوئی چارہ حسینی کو

پولی ترپ ترپ کے وہ آفت کی جلا داد خدا میں مر گئے سب خویش و اقربا
پردیس میں جو آپ بھی ہم سے ہوئے جدا وارث ہمارا کون ہے پھر شاہ دوسرا

بعد آپ کے جو ہم کو شکر ستائیں گے

یہ ننھے ننھے بچے کہاں لے کے جائیں گے

دورانہ خیمہ گاہ میں آئیں گے اشتیاق خیمے جلا کے لوٹیں گے ہم کو۔ یہ بے حیا
برباد ہوگی حرمِ عباسی، موصوفی لنگہ بان لیں یہ گزارشِ شبہ ہدا

حالت ہے غیر غم سے ہر اک دل طول کی

پہنچا دیں سب کو قبر پہ نانا رسول کی

بولے یہ کانپ کانپ کے مظلوم کربلا میں ہوں امام کون و مکاں حجت خدا
اس تہلکہ میں آپ سے ہوتا نہ جلا پر کیا کروں کہ نانا کی امت نے کیا دغا

مہماں بلا کے لوٹ لیا قتل کرتے ہیں

اللہ جانتا ہے غریبی سے مرتے ہیں

کیونکر نہ دھم حیر و سناں کھاؤں کیا کروں ان سے بچا کے جان کہاں جاؤں کیا کروں
ستتا نہیں کوئی کسے سمجھاؤں کیا کروں ہر مد میں فوج کہاں پاؤں کیا کروں

اکتہار ان سے زور امامت کا کیا کروں

نصیب ہے ؟؟ جان کی کیا بددعا کروں

یہ سن کے زرد ہو گئی وہ غم کی جھلا اس دہچھائی سر کہ کلچر آٹ گیا
چلائی رو کے اسے پر شاہ لائی مقبول کبریا ہے دعا آپ کی سدا
نظریں نہ ان کو اسے خلف مرتضا کرو

رفع بلا کے واسطے حق سے دعا کرو

نستے ہی یہ تڑپ گئے سلطان کر بلا رو کر کہا کہ آپکی ہمیشہ اب بلا
ہنگام یہ دعا کا میں کیا کروں دعا اب اختیار کیجیے حلیم اور رضا
ممكن نہیں زوال بلا اب دعا کے ساتھ
بہتر ہے جمیل لیجئے صبر و رضا کے ساتھ

غش خاک پر یہ سن کے ہوئی بہت مرتضا اہل حرم میں شور قیامت ہوا بپا
رضعت حرم سے ہونے لگے شاہ دوسرا ایک ایک کو گلے سے لگایا جدا جدا
پھر پھر کے گرد اہل حرم جان نکھوتے تھے
پٹائے ش گلے سے سکیں کو روتے تھے

وہ کہتی تھی کہ شاہ مدینہ نہ جائیے صد پاک غم سے ہے مرا سینہ نہ جائیے
الفت کا یہ نہیں ہے قرینہ نہ جائیے مر جائے گی تڑپ کے سکیں نہ جائیے
فرماتے ہیں امام کرد صبر پاپ کو
بی بی کرو جلاک نہ رو رو کے آپ کو

تسکین دے چکے جو سکیں کو یوں امام چاہا بدحائیں دن کی طرف رخش حیز کام
خاشوش تھی کھڑی ہوئی ہانوائے تھکے کام دیکھا جو اس نے دن کو چلے سید امام
دوڑی سوئے صیق جب اضطراب سے
آخر پٹ گئی ہو دیں کی رکاب سے

دوکر کہا کہ اے ہجر شاہ لافا کثیر حضور کا تو ہے سب آل معطل
است ضرور پاس کرے گی رسول کا اک غیر میں ہوں چھینے کی پہلے مری ردا
دن میں ابھی نہ واسطے حیدر کے جائے
تقدیر میرے پردے کی کچھ کر کے جائے

رضعت میں عذر کچھ نہیں ہے یہ اضطراب ناموس سید شہدا ہوں میں دل کباب
گرا ب ہوئی اسیر میں اے ابن یو قراب حضرت کا نام میرا بڑھاپا ہوا خراب
آکے ہوئی جو قید تو یہ آمد نہ تھی
شہزادی تھی عجم کی خلق کی بہو نہ تھی

اکثر کہاں جو میری حمایت کو آئیں گے قاسم نہیں جو لوطی کی چادر بچائیں گے
مہاش ہیں کہاں جو دہلن لے کے جائیں گے سب مر گئے حد کو کسے ہم بلائیں گے
کوئی بھی نیکیس میں مرا دھگیر ہے
دین احباً مریض ہے باقر صغیر ہے

یہ سن کے آبدیدہ ہوئے شاہ کربلا ہانوائے بے قرار سے کبھا کے پھر کہا
بہتر یہی ہے تم کو رہو راضی رضا نعت خدا کی کجگو گر آئے کوئی بلا
دل سے دعا نہیں کرتا تھا اس دن کے واسطے
دنیا تو قید خانہ ہے مومن کے واسطے •

طوق گراں ہے گردن تیار کے لیے قید دن ہے عزت اطہار کے لیے
ذرا ہے پشت نسبت ناچار کے لیے سٹی ہے نیری بیٹی کے دشوار کے لیے
چوب ستم بنی ہے مرے لب کے واسطے
دربار ہے یزید کا نسبت کے واسطے

جس دم گرے گا خاک پہ زہرا کا یادگار آنے گا در پہ خیر کے ہانو یہ راہوار
اس با وفا کی پشت پہ تم ہو جیو سوار فرما گئے جہاں کو ہیں محبوب کردگار

اُس دشت کی طرف یہ حصیں لے کے جائے گا

فعلیٰ خدا سے فرق نہ پردے میں آئے گا

اُس نے کہا بجا ہے ہو دیں گا یہ عیاں حق نے کیا ہے آپ کو سرتاج صادق
لیکن مجھے قرار ہو جب اے ہو زماں دہرہ کرے جواہری زباں سے یہ بے زباں
لئے نہ دے پکا سپ رسول خدا مجھے

لے جائے گا خلیام سے یہ باوفا مجھے

میں رخصت باوفا سے مخاطب ہوئے امام زباں بے زباں زباں سے ہو تو بھی تو ہنگام
کہنے لگا زبان فصاحت سے خوش فرام کہتے ہیں جو امام بجا لائے گا مقام
ہرگز نہ خوف کیجئے بلوائے شام سے

لے جاؤں گا حضور کو میں اس مقام سے

تم صاحب براق کی کہلاتی ہو بہو تم ہو یتیم راسب فلذل کی آمد
واللہ مجھ پہ شاق ہے یہ اے جنتِ غر سر نیلے شہر شہر پھرائیں حصیں حد
کافی ہے اک اشارۂ سلطانی دیں مجھے

اس کام میں تو جان بھی پیاری نہیں مجھے

چُپ ہو گئی وہ سن کے یہ حکم ہو ہدا نگاہ شور لشکرِ سفاک سے اٹھا
تھا ہیں اب حسین نہ یار نہ اقربا خیے کو بڑھ کے لوٹ لو اور دیکھتے ہو کیا
چھینو ردا بھن کی ہمدار کے سامنے

سر کاٹ لو حسین کا خواہر کے سامنے

یہ سن کے غیلہ آگیا منہ سرخ ہو گیا بیٹھے سنبھل کے دین پہ مظلوم کر بلا
بے ساختہ یہ آلِ حبیب کو دی صدا لو الوداع اے حرمِ شیر کبریا
دشت سے بولے قلم بہت ہونے والے ہیں

لو اب مری سکینہ تمہارے حوالے ہیں

تھا یہ کہ کے ہاتھ میں تیر لجام کا پھر اور تھا چلن قرین تیر گام کا
دیکھا قدم قدم پہ جو عالم خرام کا ٹھہرا نہ رنگ پھر فلکب نیل قام کا
وہ ایک گام ساتھ ہوا چل کے رو گئی

بجلی بھی وقت گرم روی جل کے رو گئی

صورت میں حور، خو، میں ملک باز میں بری ہنگام سیر عرش براق جیسری
وقت جہاد چلنے میں ضمیر حیدی جودت میں طبع طبع میں قہر طاواری
رنگ بہار گل یہ گل نو بہار تھا
بو کی طرح دماغ ہوا پر سوار تھا

مثل عروس تازہ سراپا سجا ہوا پھولوں میں گل کی طرح سے تھا وہ بسا ہوا
طیش و غضب میں آگ بگولا بنا ہوا شرمعت میں وہ نسیم سے کھوں بڑھا ہوا
ننگل کے چاند مہر سے ضو میں لڑے ہوئے
نظروں کے بدلے چار مہ نو بڑے ہوئے

قوس کی یہ ٹانہ سنی ہوگی آج تک طیفیم کی بو غزال کی خورق کی چمک
سیاروں کی روانگی اور شعلہ کی چمک دیا کا گل گھٹا کی طرح دھڑ کی کڑک
روز ازل جو رابطہ یہ مجموعہ پا گیا
پھر روح بین کے حکم الہی سا گیا

جاتے تھے باوفا کو اڑائے ہوئے امام بڑھ بڑھ کے چوتھی تھی ظفر قبضہ حسام
صف صف قافل یہ آئے وہ آئے شام بھاگو کہ سرخ غیظ سے ہے روئے لالہ قام
قبضہ پہ ہاتھ ہے اسد حق کے شیر کا
دورا نکلا ہوا ہے حسام دیر کا

آہ ہے بوستان اجل میں بہار کی گلیں قضا ہے باپچہ روگاز کی
لنگر میں بندہ رہی ہے ہوا ذوالفقار کی اک ضرب میں اجل ہے برابر ہزار کی

فوجِ ستم سے شہ کی سواری قریب ہے

فصلِ فزاں سے فصلِ بہاری قریب ہے

دیکھا جلال میں جو بگل مصطفیٰ کا رنگ اڑنے لگا زمانے کی آب و ہوا کی رنگ

اسٹی کے بوستان میں چھایا تھا کارنگ ہے چہرہ حیات سے پیدا فضا کا رنگ

دریائے قہر سہلِ عبیر ہے جوش پر

طوفان کا شور ہے ٹھک نخلِ پوش پر

صحرا و کوہ و شہر و پہاڑ لڑتے ہیں محراب و بام و کعبہ و ایوان لڑتے ہیں

لٹتے ہیں تختِ قیصر و خاقان لڑتے ہیں انسان کیا تمام بنی جاں لڑتے ہیں

خونِ عدو سے تازہ شفق آج بھولے گی

بھولے میں ڈٹنے کے زمیں دن کی بھولے گی

شیریں کا زہر آب و دیروں کا رنگ درد مچھلی کا دل کباب ہے بجلی کا جسم سرد

گاوڑیوں کو رمش ہے تاروں کے سر میں درد برہم تمام و خیر عالم ہے فرد فرد

وہ شے ہے کون سی جو نہ ہو اضطراب میں

سب نقطہ ساں ہیں دائرۂ انقلاب میں

آیا جو دن میں ضیغمِ خرقام کبریا روکی عتقانِ مرکب سلطانِ انبیا

بحر ہر ایک سووچ کو روئے پُرنیا فرمایا اس طرح سے کہ اے قومِ اشتیا

بس بس نہ دل و کھاد بہت دل طول کا

وارث ہوں زور و حق و صبی رسول کا

جس نے قمر کو شفق کیا اس کا قمر ہوں میں دو بحرِ لازوال کا نورِ نظر وں میں

دو بدرِ با کمال کا لُختِ جگر ہوں میں دو حتمِ با شرف کا خیائے بھر ہوں میں

یا قوتِ کوشادۂ عرشِ جمیل ہوں

درِ عظیم ، درجِ ذبحِ ظلیل ہوں

نگلی ہے جب سام ہماری نیام سے آؤ آؤ مکے طانکے اپنے مقام سے
ہے زرد روئے مہر اسی لالہ قام سے مرغ کا پتہ ہے سدا اس کے نام سے

بعد کیے ہوئے ہے یہی فرق و شرق پر
گرتی ہے مثل برق یہ کافر کے فرق پر

دیکھو بھگہ لو خوب کہ کس کے خلف ہیں ہم جس کے صدف نہیں ہیں وہ در شرف ہیں ہم
زہرا کے لالہ، گوہر شاد نجف ہیں ہم امت کی مغفرت کے لیے سر یکف ہیں ہم
حاکم کا خوف تم کو ہے خوف خدا نہیں
دیکھو ہمارا خون بہانا روا نہیں

مشہور ہے شہادت یحییٰ کا ماجرا اک ان کے خون بہنے سے کس کس کا غم بھا
لیکن ہمارا خون تو ہے خون مصطفیٰ گر یہ گرا زمیں پہ قیامت ہوئی بھا
مال و متاع کچھ بھی نہیں ہاتھ آئے گا
اک اک کی جان چائے گی ایمان چائے گا

اس کے سوا یہود و نصارا کبھی کے سب امت نے مصطفیٰ کی یہ کیسا کیا غضب
اپنے رسول زاوے کا برکانا ہے سبب اس دم جواب میں نہ کھلیں گے تمھارے لب
تم ہم سے پھر کے دھوئی اسلام کرتے ہو
کیوں امت رسول کو بدنام کرتے ہو

لو اب بھی ہاؤ آؤ نہ جود جفا کرو مہماں کے قتل کرنے سے شرم و حیا کرو
خوف خدا، لحاظ رسول خدا کرو دنیا کے واسطے نہ مرا سر بخدا کرو
نیکس ہوں بے دیار ہوں یاد پناہ دو
ترک و جہش کو یاں سے چلا جاؤں راہ دو

لو اب نہ رو بہ خاطر کو غلہ میں دلاؤ - سیدؑ پہ بے وطن پہ مسافر پہ رحم کھاؤ
تھوڑا مجھے ستایا ہے بس بس نہ اب ستاؤ پیاسا ہوں یاد پیاسا ہوں پانی مجھے پلاؤ

گلشنِ ظلم کیا مرے نانا رسول کا

کانٹو نہ اب چھری سے کلیجہ بتول کا

ظلم کا خاتمہ ہوا ہم رو کے رو گئے دولتِ حسن کی ہاتھوں سے ہم کھوکے رو گئے

جنوں کے غم میں انھوں سے منہ دھو کے رو گئے سب قافلے سے آج جدا ہو کے رو گئے

سکتے میں اہل بیت ہیں خوف و ہراس سے

مرتے ہیں نئے نئے مرے بچے جاس سے

بولے عدد کر جاہ و جلالت دکھا چکے کیوں اے حسین زورِ شجاعت دکھا چکے

منجھتی علی کی برش و ضربت دکھا چکے بس بس بہت زباں کی طلاقت دکھا چکے

دو ہاتھیں اب ہیں یا تو شہادت کرو قبول -

اور یا امیرِ شام کی بیعت کرو قبول

یہ سن کے تیغِ ابدی اقدس میں بل پڑا پنجو مہمانِ قہقہہ سیلابِ اجل پڑا

جلاو چرخِ نرج میاں سے نکل پڑا یا ناریں پہ آگ کا دریا اہل پڑا

غل تھا عجیب منجھ دوسر کے جلال ہیں

بے آسماں کے آج عیاں دو ہلال ہیں

برخی جو چٹچ اور ہی ساماں دکھادیا چکا سروں کا قصرِ بدن سے لگا دیا

جلِ قفلِ لبو سے بھردیے دریا بھادیا سیلابِ خوں نے موسمِ ہاراں بھلا دیا

دن میں کبھی گرمی کبھی برسی فرات پر

آتی تھی جھوم جھوم کے کشتِ حیات پر

منفر پہ جب گرمی سرِ کفار کھائی تقدیر کے کھمبے کو جبین سے مٹا گئی

ہوے میں آنکھ بہرِ تماشا دکھائی دریا تھی اور کوزے کے اندر سا گئی

جب تک نہ یہ ملی تھی گلے کو نگھا رہا

جب یہ گلے ملی نہ نگھا نہ نگھا رہا

آئی کڑک کے جب صبح کفار گر پڑی اک غل اٹھا وہ سہل سے دیوار گر پڑی
شانہ سے ہاتھ ہاتھ سے تلوار گر پڑی گردوں سے فرق فرق سے دستار گر پڑی
دل پارہ پارہ ہو کے تو کٹ کر جگر گرا

آنسو کی طرح آنکھوں سے نور نظر گرا
مائی کے سر پہ گاہ سر آسماں پہ تھی گاہ زمیں کی شاخ پہ گہر کھکشاں پہ تھی
کہہ ہر رعد پہ کہے برق تپاں پہ تھی دوش ہوا پہ تھی کہے آب رواں پہ تھی
شعلہ فتن تھی کہہ کرۂ زہر پر پہ

مہر منیر پہ بھی بدر منیر پہ
کیا کیا ہنر یہ صبح دو چکر نہ رکھتی تھی قالب میں روح جسم پہ یہ سر نہ رکھتی تھی
عقلا کی طرح پاؤں زمیں پہ نہ رکھتی تھی پر فعل حق سمجھنے کہ یہ پر نہ رکھتی تھی
چار آئینہ بدن پہ برابر چمکتے تھے
لوہے کی یہ کڑی تھی کہ ہنر چمکتے تھے

اس لیلیٰ ظفر کی اداؤں کا تھا یہ حال بھنوں وہ بن گیا جسے دکھلا دیا جمال
کیا باز تھا کھل کے گلے سے کیا حلال شیریں ادا پہ غش ہوئے ایسی چلی وہ چال
دھبہ عدم کو ڈر کے خن سے ہرن گئے
بھنوں کی طرح شیر بھی دیوانہ بن گئے

آئی کڑک کے مہر مہر گرا گئی دہتانے ہاتھوں سے وہ برابر گرا گئی
چار آئینہ کے کلاب کے جوہر گرا گئی پندہ درے ازا کے جسم کے بکتر گرا گئی
جب تک کھلا نہ قلمہ جوش کھڑی رہی
کڑیاں درہ کی نرم ہوئیں یہ کڑی رہی

سرپاش تھی زمین کا پر آسماں نہ تھی روشن تھی آسماں پہ ولے کھکشاں نہ تھی
دریا میں تھی رواں مگر آب رواں نہ تھی چنگی ہر ایک سمت پہ برق تپاں نہ تھی

اُن سے ملی یہ جن سے کبھی آشنا نہ تھی
 چلتی تھی غرب و شرق پہ لیکن ہوا نہ تھی
 معشوق دل نواز تھی وہ بے وفا نہ تھی
 قہر خدا تھی اور کوئی وہ بلا نہ تھی
 شمشیر عدل و داد تھی جور و جفا نہ تھی
 فغروں سے اس کے موت شکنوں میں رہتی تھی
 ناخن نہ تھے پہ شیروں کے بچوں میں رہتی تھی
 اس کی ہوا نسیم چمن سے جو لڑگئی برقی خزاں بہار گلستاں پہ پڑگئی
 رحمت گلوں کی غنچوں کی صورت بگڑ گئی ہو کر خجل پلندی شمشاد غڑ گئی
 آنکھوں میں عندلیب کے گل خار ہو گیا
 اور سرد قمر یوں کے لیے دار ہو گیا
 دریا پہ قہر سے جو یہ سیل فنا گئی مچھلی تڑپ کے جانب تحت المرا گئی
 نہ کشتی ٹھک بھی حلاطم میں آگئی تڑپی وہ اس قدر کہ صدف قہر قہرا گئی
 دریا پہ آب تنج کا یہ خوف چھا گیا
 موتی کی آب بن کے صدف میں سا گیا
 برسا رہی تھی خون کا مینہ یوں وہ لالہ غام جو یک یک ہوا ہوئی دن سے سپاہ شام
 نیک اپنا کبھے ان کا تعجب شبہ انام سایہ میں اک درشت کے پھر کر کیا قیام
 گو قہر سے تھی ش کی کرچی بڑھی ہوئی
 پر تنج تھی کہنی ہوئی تیوری چڑھی ہوئی
 رکنا تھا تنج کا کہ سٹ آئی پھر سپاہ آمادہ جہاں پھرے سب و ہر سیاہ
 ذنی طرف کو آکے ہوئے حملہ در جو شاہ اک دم میں کبردوں کو بتائی عدم کی راہ
 شعلہ فضاں تھی تنج وہ بیکر سپاہ میں
 یا برق کوہنای تھی وہ ہر سیاہ میں

اونچی ہوئی تو نوک سناں لے کے اڑ گئی کیسی سناں یہ داغ کساں لے کے اڑ گئی
سوفار کے لمبوں کا ٹھن لے کے اڑ گئی منبر جو منہ چڑھا تو زباں لے کے اڑ گئی

بھس تیغ پر بصورت مہکتل یہ پھر مکی

رنگ اس کا مثل رنگ اڑا ہاڑھ کر مکی

لائے نہ تاپ جنگ شکر ہوئے فرار آکر وہیں کھڑے ہوئے پھر شاہ نادار
کیا بے حیا تھی فوج یزید قسم شعار مہلت ملی تو جمع ہوئے پھر وہ تابکار
صف صف بڑھے وہ تیغ و سناں تولتے ہوئے

حضرت چلے ادھر سے صلیں رولتے ہوئے

آیا نظر جو دن میں جھوم سپاہ شام انھی برائے جائزہ تیغ غفر نیام
بے مثل پہلوں نظری ہو گئے تمام چروں سے خود خال مٹے دفتروں سے نام

زہر زہر چا دے تھے برہم رسالے تھے

بس یک قلم پروں کے پرے کاٹ ڈالے تھے

جس صف پہ آئی پہلے حراول قلم کیے جو خیرہ سر تھے ان کے سراول قلم کیے
حیروں کے دستے یزیدوں کے جنگل قلم کیے ڈھانوں کے پھول برہیوں کے پھل قلم کیے

چار آئینوں میں عکس کی صورت سما گئی

حیری بدن میں چار عناصر کو کھا گئی

تیغ دوم کے سایہ میں تھی برق کی سرشت جل جل کے خاک ہو گئی عمر عدو کی کشت
عاجز ہوئی جو ضرب سے اس کی سپاہ دشت بھاگی ستر کو، پشت کیے جانب بہشت

میدان سے پھر فرار جو چھوٹے بڑے ہوئے

پھر کر اسی شہر کے تھے ڈکڑے ہوئے

سر الشہادتین میں آکے ہے یوں کھسا اک نام آسمان سے آیا بعد ضیا
اور ہاتھ پر حسین کے روئی فزا ہوا کھولا تو اپنے قتل کا مصر نظر پڑا

واضح ہوا یہ شاء پہ بین السطور سے
 لکھا ہے بخت نامہ پہ کچھ خط نور سے
 کیا دیکھتے ہیں نامہ اٹ کر فرام
 مضمون تو یہ خدائے قدرت سے ہے رقم
 شبیر اپنے عزو شرف کی ہمیں قسم
 زہرا سے بھی زیادہ تجھے چاہتے ہیں ہم
 یہ مہر ہے تمھاری یہ مہر تمھارا ہے
 اب شوق زیت ہے کہ شہادت گوارا ہے
 راہ خدا میں آج اگر سر نہ دیکھے
 تو چاک اپنے خون کا مہر یہ کیجیے
 راضی ہے حق کہ جام شہادت نہ پیجیے
 نصرت میں بھیجتا ہوں تک مجھ سے لیجیے
 حاصل ہو فتح اور تمھیں رنج و الم نہ ہو
 رنج جو ہے تمھارا وہ اک ذرہ کم نہ ہو
 سر دینے کی جودل میں تمھارے انگ ہے
 پھر کس لیے یہ غیظ ہے یہ طرز جنگ ہے
 شبیر آج فتح زنی کا وہ رنگ ہے
 فوج یزید کیا ہے کہ دل سب کا رنگ ہے
 بس لڑ چکے نیام میں مصام کیجیے
 اب آئیے بہشت میں آرام کیجیے
 قرآن گئے یہ پڑھتے ہی مظلوم کر بلا
 جہیہہ کر کے نامہ ہوا میں اڑا دیا
 بے ساختہ نیام میں کی فتح مرتضا
 پھر ہیں زبان حال سے کی رو کے اٹھا
 بندوں کا پردہ پوش خدائے علیل ہے
 افسردہ مہر یہ عید ذلیل ہے
 شای کی اب ہوں ہے نہ فکر کا اشتیاق
 صبرا کا اشتیاق نہ اب گھر کا اشتیاق
 بس ہے تو دل خان اکبر کا اشتیاق
 بچوں سے اس گلے کو ہے بھڑکا اشتیاق
 حیرا مطلع ہو کے نہ سر کو خدا کروں
 مہر پہ مہر کر کے نہ دہرہ دقا کروں

صدیقہ ماں ہے صادق الاقرار ہے حسین مرنے پہ جان دینے پہ تیار ہے حسین
اک چچ کھینچنے کا جھنگار ہے حسین نادم ہوا کرم کا سزاوار ہے حسین
جو جو ستم کریں یہ شکر اٹھاؤں گا
عمراب چچ میں سر طاعت جھکاؤں گا

جو ظلم آج مجھ پہ ہوئے اٹھا نہیں ٹھکے سے پہ زبان مری آٹھا نہیں
بیٹا جوان مر گیا ماتم کیا نہیں بھائی کے شانے کٹ گئے پہ کچھ کہا نہیں
ہاتھوں پہ خون استر بے شیر بہ گیا
میں مہر کر کے رہ گیا وہ مہر کے رہ گیا

بچکل میں بوستان رسالت لٹا چکا بھائی کی اور باپ کی دولت لٹا چکا
پونگی حرم کی اپنی بضاعت لٹا چکا سب کچھ برائے بھٹکھٹ است لٹا چکا
باقی کوئی شہیدوں کے دفتر میں اب نہیں
جز علو مریض کوئی گھر میں اب نہیں

یوں تھی تھے حق سے امام فک و قار جو آئی چار سست سے پھر فوج بدعاش
دیکھا کہ ہے نیام میں حیدر کی ذوالفقار جرات ہوئی ہر ایک کو بڑھ کر لگائے دار
یار خدا میں شاہ نے سب کو بھلا دیا
جب دلم کھایا شکر کیا مسکرا دیا

مارا کسی نے گرز جو سر پہ کہا کہ شکر دل پہ لگا جو نیزہ تو ہنس کر کہا کہ شکر
گزارے جو حیرت سے باہر کہا کہ شکر نہیں جو قلعے مند کے برابر کہا کہ شکر
سنہلا گیا نہ خاند زین پہ امام سے
غش کما کے گر پڑے فری تیز کام سے

مگر کر دہیں پہ گھوڑے سے کہنے لگے امام وہی ستم میں اب نہیں بہتر حیرا قیام
ہاں ذوالجناح جا سئے ناموس تشہ کام ہوئی کے شکر ترے اہل حرم تمام

بس آخری اب ایک یہ خدمت ہماری ہے
 جا کر خبر یہ کر کہ شہادت ہماری ہے
 یہ سن کے سوئے غیر چلا سپ بادشاہ
 دور اور قتلِ حسین کا اعدا میں غل ہوا
 اس شور سے لرز گئے ناموسِ مصطفیٰ
 گھبرا کے نگلی غیر سے نہت برہنہ پا
 اک اک سے پہنچتی تھی نوایِ رسول کی
 باقی ہے یا ابڑ گئی بہتی بھول کی
 دوزی یہ کہہ کے دن کی طرف وہ اسیر غم
 منہ عیث کر پکارتی تھی یوں وہ ہر قدم
 آواز دو کہاں ہو کہاں ہو شہِ اُم
 دیتی ہوں میں سیکھ کے سر کی تھیں قسم
 بھائی پکار لو مجھے بھائی پکار لو
 آئے کہاں بھول کی جاگی پکار لو
 اے مصطفیٰ کی گود کے پالے کہاں ہے تو
 اے مرتضیٰ کے گھر کے اُجالے کہاں ہے تو
 اے فاطمہ کی گود کے پالے کہاں ہے تو
 آکر بہن گلے سے لگالے کہاں ہے تو
 اکبر کے پاس یا علی اصغر کے پاس ہو
 یا نہرِ علقہ پہ برادر کے پاس ہو
 اے آلِ مصطفیٰ کے سہارے جواب دے
 اے عینِ دن کی پیاس کے مارے جواب دے
 اے عرشِ کبریا کے ستارے جواب دے
 اے بھائی سرپرست ہمارے جواب دے
 آواز دو بہن کو برادر کدھر گئے
 جیتے ہو بھائی جان کہ جی سے گزر گئے
 بھائی کو یوں پکارتی جاتی تھی وہ حزیں
 ناگاہ پہنچی حضرتِ شہید کے قریں
 اور ساتھ ساتھ تھے حرمِ شاہِ مرتضیٰ
 دیکھا کہ خاک پر ہیں چڑے خشک میٹھاویں
 سینہ پہ شہ کے مہرِ شکر سوار ہے
 مظلوم سے لی ہوئی ٹھنڈی دھار ہے

قرا گئی یہ دیکھ کے وہ غم کی جلا منہ پیٹ کر یہ ہر شکر کو دی صدا
جس کے یہ قتل کی ہے تجھے لگ رہا حیا یہ پارہ جگر ہے علی و بتول کا
لکھ رہم کر کہ کئی دن کا بیاسا ہے

بیاسا ہے اور تیرے نبی کا نواسا ہے
اے شر کیا تجھے نہیں خوف اللہ ہے سید ہے بے دیار ہے اور بے گناہ ہے
ہم نیکوں کا بس یہی پشت دہنا ہے بعد اس کے خاندان نبوت جاہ ہے
ظالم قلم نہ کر ہو گھر کا گنا
بھائی کے بدلے کاٹ لے ہشیر کا گنا

منظور یہ نہ ہو جو تجھے اے ستم شعار سہلت دے اچھی شر ہمیں بہر کردگار
صدتے ہیں گرد بھائی کے ہر کر میں سات ہار بو، سونگھوں اور چوسوں گے کو میں دلنگار
دل سے لگاؤں بادلوں کر بھائی کو

ی بھر کے پیاد کرلوں میں مظلوم بھائی کو
بے سایہ دھوپ میں ہے جگر بید معطل اے شر مر کہے تو کروں سایہ روا
سہلت دے کچھ کہ ہے دم آخر حسینی کا کچھ باتیں کر لے بھائی سے یہ غم کی جلا
بھائی بہن میں حرف و حکایات ہوئے گی
چھڑی جو آپ تو پھر نہ طاقت ہوئے گی

اے شر شرم کر تو رسول انام سے بھڑا بھی اٹھا لے گئے امام سے
سجلا کو جلاؤں ذرا میں غلام سے کچھ بات کر لے یہ پرتشہ کام سے
دئے حسینی جلو پیار دیکھ لے
بیٹے کو باپ باپ کو دلدار دیکھ لے

کہنے کو کیا نہ نہت مظلوم نے کہا یہ غم کچھ ہوا نہ دل شر بے حیا
ناچار ہو گئی جو وہ آفت کی جلا مڑ کر سوتے بھی یہ زہرا کو دی صدا

کیا ماس آپ قبر میں سوتی ہیں جہن سے
آؤ یہاں بھڑتی ہے ندب حسین سے

صدقے ہو بنی آپ کے اے ماس جلد آؤ دشت نجف سے شاہ نجف کو بھی ساتھ لاؤ
بھائی کو میرے تنج جنا کار سے بچاؤ کچھ دیر قتل میں نہیں عرصہ اب لگاؤ

دم ہے لہو پہ اور ہے گردن وحلی ہوئی
تج جنا ہے خشک گلے سے لی ہوئی

یہ کہہ کے دل جو فرط قلق سے اٹ گیا سرین اس قدر کہ قیامت ہوئی بچا
غش میں سنی جو شاہ نے ہمیشہ کی صدا کھولی جو آنکھ دیکھا غضب کا ہے ماجرا
ہند پہ شمر بیٹھا ہے شجر لے ہوئے
ندب کھڑی ہے چاک گریہاں کیے ہوئے

تکیر کو تھی حاجت مظلوم کر بلا غیرت سے بند بند مگر تھر تھرا گیا
رو کر کہا کہ اے جگر اشرف انسا بھائی کے جیتے جی یہ بہن تم نے کیا کیا
سر نیچے آئیں تم پہ تابکار میں
ماں کا چلن بھلا دیا بھائی کے پیار میں

وہ بولی صدقے جاؤں نہیں کچھ مری خطا جب او قتل الحسین کی میں نے سنی صدا
بے اختیار ہو کے میں نکلی برہند پا فرمایا ش نے خیر جو ہونا تھا سو ہوا
مصروف اب حسین ہے یاد الہ میں
جاؤ امارے سر کی قسم خیرہ گاہ میں

یہ سن کے سوئے خیرہ وہ خطر رواں ہوئی یاں حلقی ش پہ تنج خشک رواں ہوئی
اور سوئے کوہ بانوئے سروڑ رواں ہوئی مگر لوٹنے کو فوج برابر رواں ہوئی
بس اے دیر تاب نہیں اب قلم میں ہے
بلوائے عام خیرہ شاہ اُمم میں ہے



ہوں دانے بھی آسیا میں کم پتے ہیں
سب اہل زمیں جیسے بجم پتے ہیں
اک سبک فلک دوسرا ہے سبک زمیں
دانوں کی طرح بیج میں ہم پتے ہیں



دنیا کا عجب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زریں
تربت پہ نہ ان کی شامیانہ دیکھا

سلام

نحر کی ہے سوگوار ماو حیدر چاندنی
 بھری فرش بچھ سے کب ہو ہمسر چاندنی
 اے فلک اندر ہے عابد کا زماں بے چراغ
 تا کمال چارہ معصوم روشن سب پہ ہو
 حلقہ نورانی فردوس کے مشتاق تھے
 شمر نے چاہا کہ حضرت سے جدا ہوں
 جب سفیدی روضہ حقیر میں ہونے لگی
 مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ کمال
 اندر سے ماو بنی ہاشم سے روشن تھا جہاں
 بارہا لکھا ہے شب کو کھن رخصتِ حسین
 خاکساروں کا ہر اک دھن سے مان پاک ہے
 مہدی دیں ہیں نہاں نہیں ہدایت ہے عیاں
 اے خوشا طالع کہ ہے نامِ حق سے ہم عدد
 صغر بے شیر کی تربت پہ رکھنا چاہیے
 ہند مختار ہیں نورِ خدا کے آسماں
 حیدر و زہرا قمر شہید و شہزاد چاندنی

اک مہ داغِ مزا میں کتنے جلوے ہیں دھیر

قبر پہ باہر چراغاں نورِ اندر چاندنی

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے رستم کا جگر زہر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین دن کانپ رہا ہے سب ایک طرف چرخ کفن کانپ رہا ہے
شیر بکف دیکھ کے حیدر کے بہر کو

جبریل لرزتے ہیں سیٹے ہوئے پر کو
صیحت سے ہیں نہ قلعہ الملاک کے در بند جبار فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے کر چرخ سے جزا کا کر بند سیارے ہیں فطاس صفت طائر پر بند
انکسب عطار سے قلم چھوٹ پڑا ہے

خورشید کے بچے سے علم چھوٹ پڑا ہے
خود قند و شر پڑا رہے ہیں فاتحہ خیر کہتے ہیں انا العبد لرز کر منم در
جاں غیر ہے تن غیر کہیں غیر مکاں غیر نے چرخ کا ہے دور نہ سیاروں کی ہے سر
سکتے میں فلک خوف سے مانند زمیں ہے

جز بخت یزید اب کوئی گردش میں نہیں ہے
بیش ہے بکلی، پہ سندان کا ہے ہشیار خوابیدہ ہیں سب طالع عباس ہے بیدار
پاشیدہ ہے خورشید، علم ان کا نمودار بے نور ہے منہ چاند کا رخ انکا فیا بار
سب جزو ہیں کل رتے میں کھلاتے ہیں عباس

کونین پیادہ ہیں، سوار آتے ہیں عباس
راحت کے مخلوق کو بلا پوچھ رہی ہے ہستی کے مکافوں کو فنا پوچھ رہی ہے
سے عمر اپنی قضا پوچھ رہی ہے دوزخ کا پہ فوج جنا پوچھ رہی ہے

غفلت کا تو دل چمک پڑا خوف سے مل کر

جتنے نے کیا خواب گلے کمر سے مل کر

دوش ہے اس اک تن کا نہ بہن نہ جہنم سُہرابِ نریمان و پشن، بے سرو بے تن

قاصدوں کی طرح تختِ زمیں فرق ہے قارن ہر عاشقِ دنیا کو ہے دنیا چہ یزن

سب بھول گئے اپنا حسب اور نسب آج

آتا ہے جگر گوشہ لالِ عرب آج

ہر خود نہاں ہوتا ہے خود کار سر میں مانندِ رگ و ریشہ زرد، چھتی پہ ہے ہر میں

بے رنگ ہے رنگ اسٹے کا فوجِ عمر میں جوہر ہے نہ تیوں میں نہ دوشن ہے ہر میں

رنگ اڑ کے بھرا ہے جو رخ فوجِ لعلی کا

چہرہ نظر آتا ہے فلک کا نہ زمیں کا

ہے خود فلک کا کہ یہ خورشیدِ عرب ہے انصاف یہ کہتا ہے کہ چپ ترکِ ادب ہے

خورشیدِ فلک پر جو عارض کا لقب ہے یہ قدرتِ رب، قدرتِ رب، قدرتِ رب ہے

ہر ایک کب اس کے شرف و جاہ کو سمجھے

اس بندے کو وہ کہے جو اللہ کو سمجھے

یوسف ہے یہ کھان میں ملیاں ہے سہا میں عیسیٰ ہے مسیحا میں موسیٰ ہے دعا میں

ایوب ہے یہ صبر میں نیکیا ہے بکا میں شہیر ہے مظلومی میں حیدر ہے دعا میں

کیا غم جو نہ ملو نہ چہرہ رکھتے ہیں آدم

مہاس سا دنیا میں پھر رکھتے ہیں آدم

پنچے میں یہ اللہ ہے ہازو میں ہے جعفر طاعت میں ملک، غریب حسن زور میں خیدر

اقبال میں ہاشم ہے تواضع میں عیسیٰ اور مظنہ و دبدبہ میں حمزہ صفر

جوہر کے دکھانے میں یہ شمعِ خدا ہے

اور سر کے کٹانے میں یہ شاہِ شہدا ہے

ہے ان کے شرف کچھ بھی زمانہ نہیں رکھتا ایمان سوا ان کے خزانہ نہیں رکھتا
قرآن بھی کوئی اور فساد نہیں رکھتا شبیر بغیر ان کے یگانہ نہیں رکھتا

یہ مدوح مقدس ہے فقط جلوہ گری میں

یہ عقل مجروح ہے جمال بشری میں

صبرا میں گرا پرتو عارض جو تھا را سورج کی کرن نے کیا شرما کے کنار
ہیں دھوپ اڑی، آگ پہ جس طرح سے پانا موبق کی طرح خش ہوئے سب، کیسا نکھارا

جز مدح نہ دم روشنی طور نے مارا

شب خون جب دھوپ پہ اس نور نے مارا

قربان ہوائے علم شاہ ام کے سب خار ہرے ہو کے بے مرد ارم کے
ہیں راز میاں خالق ذوالفضل و کرم کے جبریل نے پرکھ لے ہیں دامن میں ظم کے

پرچم کا جہاں نکس گرا سامعہ چکا

پرچم کہیں دیکھا نہ سنا اس چم و خم کا

قرنا میں نہ دم ہے نہ جلاجل میں صدا ہے ہون و دہل و کوس کی بھی سانس ہوا ہے
ہر دل کے دھڑکنے کا نگر شور پیا ہے باجا جو سلائی کا اسے کہتے بجا ہے

سکتے میں جو آواز ہے نثار و وف کی

نوبت ہے درودِ خلیفہ شاہ نجف کی

مدح کو اب تازگی نظم میں کد ہے یا حضرت عباس علی وقت مد ہے
مولا کی مد سے جو سخن ہے وہ سند ہے اس نظم کا جو ہو نہ مگر اس کو حسد ہے

حاسد سے صلہ بھی نہیں درکار ہے مجھ کو

سرکارِ حبیبی سے سردکار ہے مجھ کو

گلزار ہے یہ نظم و بیاں، پیش نہیں ہے باغی کو بھی گلکشت میں اندیشہ نہیں ہے
ہر مصرع برہت ہے پل، پیش نہیں ہے یاں مغر سخن میں ہے رنگ و ریختہ نہیں ہے

صحت مری تھیں سے ہے قلم کے فن کی
 ماند قلم ہاتھ میں ہے نہیں سخن کی
 گر کاہ لے، فائدہ کیا کوہ کنی سے میں کاہ کو گل کرتا ہوں رنگیں غنی سے
 خوش رنگ ہیں الفاظ عقیق یمنی سے یہ ساز ہے سوز غم شاہ مدنی سے
 آہن کو کروں نرم تو آئینہ بنالوں
 چتر کو کروں گرم تو عطر اس کا نکالوں
 گو خلعت تحسین مجھے حاصل ہے سراپا پر وصف سراپا کا تو مشکل ہے سراپا
 ہر عضو تن اک قدرت کاٹل ہے سراپا یہ روح ہے سرتا بقدم دل ہے سراپا
 کیا بنتا ہے گر کوئی جھگڑتا ہے کسی سے
 مضمون بھی اپنا نہیں لاتا ہے کسی سے
 سورج کو چھپاتا ہے گہن، آئینہ کو رنگ داغی ہے قبر، سوختہ دل، لالہ خوش رنگ
 کیا اصل زور دھل کی، وہ پانی ہے یہ رنگ دیکھو گل و غنچہ وہ پریشاں ہے یہ دل رنگ
 اس چہرے کو دادرغی نے لاریب بنایا
 بے عیب تھا خود نقش بھی بے عیب بنایا
 انساں کہے اس چہرے کو کب چشمہ حیاں یہ نور و غلظت، یہ نمودار وہ پنہاں
 بدوں سے ہے آزار حرص میں مدتاہاں کب سے برقاں مہر کو ہے اور نہیں درماں
 آئینہ ہے گھر رنگ کا یہ رنگ نہیں ہے
 اس آئینے میں رنگ ہے اور رنگ نہیں ہے
 آئینہ کہا رخ کو تو کچھ بھی نہ ٹاکی صنعت وہ سکندر کی، یہ صنعت ہے خدا کی
 واں خاک نے مہکتل یہاں قدرت نے جلاکی طالع نے کس آئینے کو خوبی یہ عطا کی
 ہر آئینے میں چہرہ انساں نظر آیا
 اس رخ میں جمال و مراد نظر آیا

ہے مثل جنہیں ہے نگو اہل یقیں میں بس ایک یہ خورشید ہے الماک و زمیں میں
جلوہ ہے جب اہدوں کا قرب جنہیں میں دو مچھلیاں ہیں چشمہ خورشید میں میں
مردم کو اشارہ ہے یہ اہد کا جنہیں پر

ہیں دو مہ نو جلوہ نما چرخ بریں پر
بنی کے تو مضمون پر یہ دھوئی ہے پٹنی اس ظم کے چہرے کی وہ ہو جائے گا بنی
منصور ملک کو جو ہوئی عرش نشینی کی سایہ بنی نے فقط جلوہ گزینی
دہکار اسی بنی کی محبت کا عسا ہے
یہ راہ تو ایمان سے بھی پار یک سوا ہے

بنی کو کہوں شمع تو لو اُس کی کہاں ہے نے نور بھوں پر مجھے شعلے کا گماں ہے
دو شعلے ادراک شمع، یہ حیرت کا مکاں ہے ہاں دلوں کے کوچوں سے ہوا کندہاں ہے
بکھو نہ بھویں بلکہ ہوا کا جو گذر ہے
یہ شمع کی لو گاہ ادھر گاہ ادھر ہے

اس درجہ پسند اس رخ روشن کی چمک ہے خورشید سے برگشتہ ہر اک ماہ فلک ہے
اہد کا یہ فلک کعبۃ الماک ملک ہے محراب دعائے بشر و جن و ملک ہے
دیکھا جو مہ نو نے اس اہد کے شرف کو
کعبے کی طرف پشت کی، رخ اس کی طرف کو

جو معنی حقیق سے تاویل کا ہے فرق پتلی سے دی کعبے کی حتمیل کا ہے فرق
سرے سے اور اس آنکھ سے اک میل کعبے فرق میل ایک طرف نور کی حتمیل کا ہے فرق
اس آنکھ پہ امت کے ذرا عظم کو دیکھو
نادک کی سلائی کو اور اس چشم کو دیکھو

مگر آنکھ کو زمیں کہوں ہے میں حقارت زمیں میں نہ پائیں ہیں نہ پتلی نہ بصارت
چہرے پہ مہ عید کی نیچا ہے اشارت وہ عید کا مژدہ ہے یہ حیدر کی بشارت

امد کی مدد تو میں نہ بخش ہے نہ صو ہے

اک شب وہ مدد تو ہے یہ ہر شب مدد تو ہے

مذہب فرق دیکھ کے خورشید ہوا تر امد سے ٹپکتا ہے راتج کا جہر

آنکھوں کا عرق، دھن بادام سے بہتر عارض کا پسینہ ہے گلاب گل احر

قطرہ رخ پندور پہ ڈھلتے ہوئے دیکھو

صبر گل خورشید لٹکتے ہوئے دیکھو

شیخ کہاں مذہب میں زہاں آئندہ چہر ہے گویا دہنی غنچہ میں برگ گل تر ہے

کب غنچہ و گلبرگ میں یہ نور نگر ہے یہ برج میں خورشید کے مانی کا گذر ہے

تعریف میں ہونٹوں کی جوب تر ہوا میرا

دلیا علی میں کلاب لب کڑ ہوا میرا

یہ مذہب جو رعب لب خوش رنگ ہوا ہے کیا تانہ غنچے کا یہاں ننگ ہوا ہے

اب مدح دامن کا مجھے آپک ہوا ہے پر غنچے کا نام اس کے لیے ننگ ہوا ہے

طنچہ کہا اس مذہب کو حذر اہل سخن سے

سوچئے کوئی بو آتی ہے غنچے کے دامن سے

شیریں دقوں میں، رقم اس لب کی جدا ہے اک نے شکر اور ایک نے یاقوت کھا ہے

یاقوت کا کھنا مگر انسب ہے بجا ہے یاقوت سے بڑھ کر جو گھسوں میں تو مزا ہے

چوسا ہے یہ لب مثل رب حقی کے دلی نے

یاقوت کا بوسہ لیا کس روز علی نے؟

جان فصحا روح فصاحت ہے تو یہ ہے ہر کہ ہے سوغ پہ بلاغت ہے تو یہ ہے

اعجاز سیما کی کرامت ہے تو یہ ہے قائل ہے نزاکت، کر نزاکت ہے تو یہ ہے

یوں ہونٹوں پہ تصویر سخن دقت یہاں ہے

یاقوت سے گویا رنگ یاقوت یہاں ہے

اب اصل میں شیریں دہنی کی کہوں تحریر طفلی میں کھلا جب کہ یہ ننچے پے تقریر
پہلے یہ خبر دی کہ میں ہوں فدائے حقیر اس مژدے پر باد نے انہیں بخش دیا شیر

منہ حیدر کرار نے منہ منسا کیا ان کا

شیرینی اعجاز سے منہ بھر دیا ان کا

اس لب سے دم تازہ ہر اک ذمے نے پایا جیسے حبِ مرداں نے نصیری کو جلا یا
جاں بخشی اسواست کا گویا ہے یہ آیا ہدم دم روح القدس ان کا نظر آیا

دم قالب بچاں میں جو دم کرتے تھے جینی

ان ہوتوں کے اعجاز کا دم بھرتے تھے جینی

دانتوں کی لڑی سے یہ لڑی مثلِ خدا داد وہ بات ٹھکانے کی کہوں اب کہ رہے یاد
یہ گوہر مہاشں ہیں پاک ان کی ہے بنیاد مہاشں و نجف ایک ہیں جیسے اگر اعداد

معدن کے شرف ہیں یہ جواہر کے شرف ہیں

دنداں دُر مہاشں ہیں تو دُر نجف ہیں

اب چاہئے والے کریں ہاتھوں کا نظار دس انگلیاں ہیں مثلِ علم ان میں صفِ آرا
ہر پنچے کا ہے اپنے تئوں کو اشار اسے دوتوں عشرے میں علم رکھنا امار

پہلے مرے آقا مرے سالار کو روتا

پھر ذیہ علم ان کے حلیدار کو روتا

ناموئے کمر فکر کا رشتا نہیں جاتا فکر ایک طرف وہم بھی حاشا نہیں جاتا
پر فکر رسا کا مری دوا نہیں جاتا مضمون یہ تازک ہے کہ باعدِ حاشا نہیں جاتا

اب زہب کمر تیغِ شر ہار جو کی ہے

مہاشں نے شعلے کو گرہ ہال سے پی ہے

مشتاق ہوں اب عالمِ بالا کی مدد کا در پیش ہے مضمونِ حلیدار کے قد کا
یہ ہے قدِ بالا پیر شیر صمد کا یا سایہ تجسم ہوا اللہ احد کا

اس قد پہ دو ابرو کی کشش کیا کوئی جانے

کھینچے ہیں دو بد ایک الف پر یہ خدا نے

نے چرخ کے سو دورے نہ اک رخس کا کاوا دیتا ہے سدا عمر رواں کو یہ بھلاوا

یہ قسم ہے ترکیب عناصر کے طلاوا اللہ کی قدرت ہے نہ چھل بل نہ چھلاوا

چلا ہے غضب چال، قدم شل ہے قضا کا

تو سن نہ کہوں رنگ اڑا ہے یہ ہوا کا

گردش میں ہر اک آنکھ ہے قانون خیالی بندش میں ہیں فصل اس کے رباعی ہلائی

روشن ہے کہ جواز نے مٹاں روش پہ ڈالی بھرتی سے ہے مضمون رکابوں کا بھی خالی

سرعت ہے اندھیرے اور اجالے میں غضب کی

اندھیری اسے چاندنی ہے چودھویں شب کی

گردوں ہو بھی ہم قدم اس کا یہ ہے دشوار وہ قافلے کی گرد ہے یہ قافلہ سالار

وہ ضعیف ہے یہ زور، وہ مجبور یہ مختار یہ نام ہے وہ نیک ہے یہ فخر ہے وہ عار

اک جست میں وہ جاتے ہیں یوں ارض و سما دور

جس طرح مسافر سے دم صبح سرا دور

جو یوں پسینے کی ہے شوقی سے بھری ہے ان قطروں میں پریوں سے سوا تیز پری ہے

گکشن میں مباحث میں یہ کبک درہی ہے قانون میں پروانہ ہے شیشے میں پری ہے

یہ ہے وہ ہما جس کے جلو دار ملک ہیں

سایے کی جگہ پر کے تکتے ملک ہیں

ظہرے تو فلک سب کو زمیں پر نظر آئے دوڑے تو زمیں چرخ بریں پر نظر آئے

شہباز ہوا کا نہ کہیں پر نظر آئے راکب ہی فقط دامن زیں پر نظر آئے

اس راکب و مرکب کی برابر جو ٹکا کی

یہ علم خدا کا وہ شیت ہے خدا کی

شوقی میں ہری جس میں ہے حور بہشتی طوقان میں راکب کے لیے نوح کی مٹھی
کب اہل دواں میں ہے یہ نیک سرشتی یہ خیر ہے وہ شر ہے یہ غریب ہے وہ رشتی
: صحرا میں نہیں، فصل بہاری ہے جن میں

روہار ہے اصطل میں توار ہے دن میں

اس رخت کو مہاق اڑاتے ہوئے آئے کوس لمن الملک بجاتے ہوئے آئے
عجیر سے سوتوں کو چکاتے ہوئے آئے اک سچ نگہ سب پہ لگاتے ہوئے آئے
بے چلنے کے کھینچے ہوئے ابرو کی کماں کو
بے ہاتھ کے تانے ہوئے پگھوں کی سناں کو

لکھا ہے مودخ نے کہ اک گہر دلاور ہنعم سے فروخت تھا میان صبا لکھ
رومیں تن و عکس دل و بدہاں و بدر سر کر کے ہم نیروں پہ لایا تھا کئی سر
ہرہ شقی فوج قہی ڈکا تھا نکاں تھا
چاکیر کے لینے کو سوئے شام دواں تھا

تقدیر جو دن میں شب ہنعم اسے لائی غلوت میں اسے بات مرنے یہ سنا
ور پیش ہے سادات سے ہم کو بھی لڑائی داس چھٹی چہ ہیں پاس ساری خدا کی
اکڑ کا نہ قاسم کا نہ قہر کا ڈر ہے
دو لاکھ کو اللہ کی شمشیر کا ڈر ہے

ہولا وہ لڑ کر کہ ہوا مجھ کو بھی دھواں شمشیر خدا کون ، مر ہولا کہ مہاق
اس نے کہا ہر فتح کی نیکوگر ہے تجھے آس ہولا کہ کئی روز سے اس شیر کو ہے پیاس
ہم بھی ہیں بہادر نہیں ڈرتے ہیں کسی سے
یہ روح نعلی ہے تو مہاق علی سے

تقریف علمدار جری دن میں جو لایا اس گہر کو چپکے سے مرنے یہ سنا
امید تھا جس شیر کے آنے کا وہ آیا سر اس نے ہرے سے سوئے مہاق اٹھایا

دیکھا تو کہا کانپ کے یہ فوج وفاق سے

دوبا ہوا لڑاتے ہو مجھے شیر خدا سے

مانا کہ خدا یہ نہیں قدرت ہے خدا کی مجھ میں ہے برا زور یہ قوت ہے خدا کی

کی خوب خیانت مری رحمت ہے خدا کی سب نے کہا تجھ پر بھی حمایت ہے خدا کی

کیا عذر نہ کر نام ہے مردوں کا اسی سے

تو دیدہ و زور میں کیا کم ہے کسی سے

بادل کی طرح سے وہ گر جتا ہوا نکلا جلدی میں سلج جنگ کے بچتا ہوا نکلا

ہر گام رو ٹھکر کو جتا ہوا نکلا اور سامنے بخارہ بھی بچتا ہوا نکلا

غالب تھا جہنم کی طرح اہل جہاں پر

دھنستی تھی زمیں پاؤں وہ دکھتا تھا جہاں پر

تیار کر کس کے ہوا جنگ پہ غنڈہ اور بیک اہل آیا ہے کہ قبر بھی تیار

خنجر لیا منہ دیکھنے کو اور کبھی تلوار منہ دم مرگ چڑھا گھوڑے پہ اکبار

وہ ریش پہ یا دیوئی تخت زری پر

غل دن میں اٹھا کوہ چڑھا کبک دری پر

اس ہیبت و ہیبت سے وہ تخت سیر آیا آسیب کو بھی ساپے سے اس کے حذر آیا

میدان میں قیامت کو بھی محشر نظر آیا گرد اپنے لیے نیروں پہ کشتوں کے سرا آیا

دعا ہی ہے سیر نہ ہر صف سے بڑھے تھے

سر مردوں کے نیروں پہ تاشے کو چڑھے تھے

سیدھا کبھی نیزے کو بلایا کبھی آڑا پڑا پڑا کے رجز باغ فصاحت کو اجاڑا

خالم نے کئی پشت کے مردوں کو اکھاڑا بولا مری ہیبت نے جگر شیروں کا پھاڑا

ہم پیچہ نہ رستم ہے نہ سہراب ہے میرا

مرحب بن عبدالعزیز القاب ہے میرا

فزاگ میں سر ہاندھا ہوں بیل و ماں کا پچھ میں سدا بھیرتا ہوں شیر ڈیاں کا
 نکھارا ذرا کیجیے ہر شاخ شاں کا اُس نیزے پہ وہ سر پہ فلاں این فلاں کا
 جو جو تھے پلان گھن اس دورہ نو میں

تقن اُن کے نہ خاک ہیں سر میری جلو میں
 یاں سیب زہاں سیب الہی نے علم کی فرمایا مرے آگے یہ تقریر ستم کی
 اب نہ سے کہا کچھ تو زہاں میں نے قلم کی بونین نے گردن مرے دواڑے پہ قلم کی
 طاقت ہے ہماری اسد اللہ کی طاقت
 بچے میں ہمارے ہے یہ اللہ کی طاقت

خوشید درخشاں میں بتا نور ہے کس کا کلہ ورق ماہ پہ مسطور ہے کس کا
 اور سورہ الفس میں مذکور ہے کس کا ذرے کو کرے ہر یہ مقدور ہے کس کا
 یہ صاحب مقدور نبیؐ اور خلق ہیں
 یا ہم کہ نظام خلف الصدق نبیؐ ہیں

توبہ! تو خدا جانتا ہے شمس و قمر کو وہ شام کو ہوتا ہے غروب اور یہ بحر کو
 ایمان سمجھ سیر شد جن و بشر کو صبح رو سراج ہیں یہ اہل نظر کو
 خوشید بنی قاطرہ تو شاہ ام ہیں
 اور ماہ بنی ہاشمی آفاق میں ہم ہیں

دہ چاند کو کرتی ہے اک آنکشت ہماری ہے نہر نبوت سے ملی پشت ہماری
 ہے تیغ نظر و تاج زد و کشت ہماری سو گرز قضا ضربت یککشت ہماری
 قدرت کے نیتان کے ہم شیر ہیں عالم
 ہم شیر ہیں اور صلب شمشیر ہیں عالم

سب کو ہے تا دور ہمیشہ ہے ہمارا سر پیش خدا رکھتا یہ پیشہ ہے ہمارا
 ہیں شیر خدا جس میں وہ پیشہ ہے ہمارا جاری ہے اہل جس سے وہ پیشہ ہے ہمارا

ہم جزو بدن اس کے ہیں جو کل کا شرف ہے

رشتے میں ہمارے گھر پاک نجف ہے

جوشن جو دعاؤں میں ہے وہ اپنی ذمہ ہے ہر عقدے کا بن مرے نیرے کی گرہ ہے

نکواری سے پانی جگر ہر کہہ دے کانا پر جہرل کو جس تھنے سے یہ ہے

سر خود و کلمہ کا نہیں محتاج ہمارا

خیز کا ہے نقش قدم تاج ہمارا

احمد ہے چچا میرا پدر حیدر صفدر وہ کل کا کبیر ہے یہ کوئین کا دہیر

اور مادر نسب کی ہے لوطی مری مادر بھائی مرا اک عون، دو عبداللہ و جعفر

اور خیر و خیر ہیں سردار ہمارے

ہم ان کے غلام اور وہ مختار ہمارے

قاسم کا عزا دار ہوں اکبر کا میں مختار لشکر کا علمدار ہوں سردار کا جلا دار

میں کرتا ہوں پردہ تو حرم ہوتے ہیں اسوار تھا شب کو نکھبان خیام شبہ امیر

اب تازہ یہ بخشش ہے خدائے ازل کی

سقا کی بنا اس کا جو پہتی ہے علی کی

ہم ہاتھتے ہیں روزی ہر بندہ غفار رزاق کی سرکار کے ہیں مالک و مختار

پر حق کی اطاعت ہے جو ہر کار میں درکار خود و تاج سر روزے میں کھالچتے ہیں نکوار

ہیں عقدہ کھلا، دست کھلا، قلمہ کشا بھی

پرخیر سے بدحواسے ہیں رشی میں گھا بھی

اس کے قدم پاک کا فدیہ ہے سراپا قربان کیا جس پہ نئی نے پیر اپنا

نذر ہر اکبر ہے دل اپنا جگر اپنا بیہ الشرف شاہ پہ صدقے ہے گھر اپنا

مشہور جو مہلق زمانے کا شرف ہے

خیز کی نظمن افغانے کا شرف ہے

شاہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے ہر جا صلِ شمع رسل کر دیا ہم نے
خلاق پہ در قلم کو ہل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کل اُسے کل کر دیا ہم نے

دھوکا نہ ہو یہ سب شرف شیر خدا ہیں

پھر وہ نہ جدا ہم سے نہ ہم ان سے جدا ہیں

ناری کو بھتی کے رجز پہ حسد آیا یوں جل کے پٹے ملے وہ ملعون بد آیا
کیا کہ ستر سے عمر محدود آیا اور لرزے میں مر جب بھی میان لہ آیا
نفریں کی خدا نے اُسے تحسین کی عمر نے

بھرا کیا عباں کو یاں فتح و ظفر نے

ہتیر کو بڑے بڑے کے فقیہوں نے نکارا لو ٹوٹا ہے دسب زبردست تھمارا
ہے مر جب عہد اقراب سر کر آرا ہتیر یقین جانو کہ عباں کو بابا
یہ گرگ وہ یوسف پہ نزاں ہے وہ ماہن ہے

وہ چاند یہ عقرب وہ سورج یہ گہن ہے

اس شور نے تپا دیا حضرت کے جگر کو اکبر سے کہا جاؤ تو حق کی خبر کو
اکبر بڑے اور مڑ کے پکارے یہ پاد کو گھبرا ہے کئی شخص ستاروں نے قر کو
اک فوج تھی گردِ بلندار ہے دن میں

لو مارا بنی ہاشمی آتا ہے گہن میں

اک ریمہ قوی آیا ہے کھینچے ہوئے تھوار کہتا ہے کہ اک حملے میں ہے فیصلہ کار
سرکشوں کے نیزوں پہ ہیں گرد اس کے نمودار یاں دست بہ قبضہ جسم ہیں بلندار
اللہ کرے خیر کہ ہے قصد شر اس کو

سب کہتے ہیں مر جب بن عہد اقراب اس کو

غل ہے کہ دل آلِ عا توڑے گا مر جب اب بازوئے شاہ شہدا توڑے گا مر جب
بند کمر شیر خدا توڑے گا مر جب گوہر کہ جو سنگ جنا توڑے گا مر جب

مرحب کا نہ کچھ اُس کی قیامت کی کا ڈر ہے

فدوی کو بچا جان کی تنہائی کا ڈر ہے

ش نے کہا کیا روح علی آئی نہ ہوگی نانا نے مرے کیا یہ خبر پائی نہ ہوگی

کیا فاطمہ فردوس میں گھبرائی نہ ہوگی سر ننگے وہ تشریف یہاں لائی نہ ہوگی

بندوں پہ عیاں زور خدا کرتے ہیں مباح

بیارے مرے دیکھو تو کر کیا کرتے ہیں مباح

سن کر یہ خبر یہاں کرنے لگیں نالا ذبیحی پہ کر پکڑے مجھے سید والا

چلائے کہ نفعہ علی استر کو اٹھالا ہے وقت دعا چھوٹا ہے گود کا پالا

سیدانو سر کھول دو سجادہ بچادو

دشمن پہ علمدار ہو غالب یہ دعا دو

خیسے میں قیامت ہوئی فریاد و بکا سے سبھی ہوئی کہتی تھی سکیڈ یہ خدا سے

خارت ہو اٹھی جو لڑے میرے بچا سے وہ جیتے پھریں خبر میں مرہاؤں بلا سے

صدقے کروں قربان کروں اہلی جنا کو

دو لاکھ نے گھبرا ہے میرے ایک بچا کو

ہے ہے کہیں اس ظلم و ستم کا ہے ٹھکانا سچے پہ سنا ہے کہیں تلووار اٹھانا

کوئی بھی روا رکھا ہے سید کا ستانا چائز ہے کسی پیاسے سے پانی کا چسپانا

ہلعم ہے غذا کھائی ہے نے پانی پیا ہے

بے رحموں نے کس دکھ میں ہمیں ڈال دیا ہے

ابھی مری لہاں مرے سچے کو بلاؤ کہہ دو کہ سکیڈ ہوئی آخر ابھر آؤ

اب پانی نہیں چاہیے تابوت منگادو کاندھے سے رکھو منگ جتاڑے کو اٹھاؤ

لٹے مری تربت کے گلے آئیں گے مباح

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلے آئیں گے مباح

اس مرے میں ملے کیے مرعب نے وہاں چار۔ پراپک بھی اس پہنچتی ہے نہ چلا دار
مانند دل و چشم ہر اک عضو تھا ہشیار۔ عاری ہوئی تلواری مخالف ہوا ناچار

جب تجھ کو جھنجھلا کے رخ پاک پہ کھینچا

تلوار نے انگلی سے الف خاک پہ کھینچا۔

غازی نے کہا بس اس فن پر تھا تجھے ناز۔ سیکھا نہ یہ اہلبوس سے ضرب کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تجھ شرر انداز۔ جو میان کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز

پاس خوف سے قالب کو کیا میان نے خالی

داں قلب ادا کو کیا جان نے خالی

یہ تجھ سراپا جو برہند نظر آئی۔ پھر جامہ تن میں نہ کوئی روح سہائی
ہستی نے کہا تو پہ تھا بولی دوہائی۔ انصاف پکارا کہ ہے تجھے میں خدا کی

لوح مجسم کا وہ سر جیب سے نکلا

نصرت کے فلک کا نہ تو غیب سے نکلا

بجلی مری بجلی پہ اجل زر کے اجل پر۔ اک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر
سیارے بٹے کر کے نظر تجھ کے پھل پر۔ خود شید تھا مرغ پر مرغ زحل پر

یہ ہول دیا تجھ درخشاں کی چمک نے

جو تاروں کے دانتوں سے زمیں پکڑی فلک نے

مرعب سے مخاطب ہوئے عیان دلاور۔ شمشیر کے مانند سراپا ہوں میں جو ہر
ممکن ہے اک ضرب میں وہ ہو تو سراسر۔ پر اس میں عیاں ہوں گے جو ہر مرے تجھ پر

لے دوک مرے دار ترے پاس پر ہے

دُشمن نہ کروں گا ابھی اظہار ہنر ہے

کانٹے سے پر لے کے مقابل ہوا دشمن۔ بتلانے لگے تجھ سے یہ ضرب کا ہر فن
یہ سینہ یہ بازو یہ کمر اور یہ گردن۔ یہ خود یہ چار آئینہ یہ احوال یہ جوشن

کس وار کو وہ روکتا تلوار کہاں تھی
آنکھوں میں تو پھرتی تھی نگاہوں سے کہاں تھی

مرحب نے نہ پھر احوال نہ تلوار سنبھالی اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی
ظالم نے سناں غصے سے اکبار سنبھالی اس شیر نے شمشیر شرر بار سنبھالی
تانی جو سناں اس نے عہدار کے اوپر

نیزہ یہ اڑا لے گئے تلوار کے اوپر

جو چال چلا وہ ہوا گمراہ و پریشاں پھر زانچہ کھینچا جو کہاں کا سر میداں
حیروں کی لڑائی پہ پڑا قرعہ چکاں حیروں کو قلم کرنے لگی تیغ و درخشاں
جو ہر سے نہ حیروں ہی کے پھل داغ بدل تھے

گرشت کے تھے ساتھ تو پلے کے چہل تھے

اس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گمراہ غل تھا کہ نیستاں میں گری برق چمک کر
پہ تیروں کے کٹ کٹ کے اڑے مثل کبوتر مرحب ہوا خطر صلیب طائر ہے پر
بڑھ کر کہا غازی نے تاک کس کی ظفر ہے

اب مرگ ہے اور تو ہے یہ تیغ اور یہ سر ہے

نامرد نے پشیدہ کیا رخ کو سپر سے اور کھینچ لیا خنجر ہندی کو کمر سے
خنجر تو اُھر سے چلا اور تیغ اُھر سے اس وقت ہوا پھل نہ سکی بیج میں ڈار سے
اللہ رے شمشیر عہدار کے جوہر

جوہر^(۱) کیے اُس خنجر غوغوار کے جوہر

خنجر کو جو کاٹا تو وہ ظہری نہ سپر پر ظہری نہ سپر پر تو وہ سیدی مٹی سر پر
سیدی مٹی سر پر تو وہ تھی صدر و کمر پر تھی صدر و کمر پر تو وہ تھی قلب و جگر پر
تھی قلب و جگر پر تو وہ تھی دامن زریں پر

تھی دامن زریں پر تو وہ راکب تھا زمیں پر

ایساں نے اچھل کر کہا وہ کفر کو مارا قدرت نے پکارا کہ یہ ہے زور ہمارا
حیدر سے نئی بولے یہ ہے فخر ہمارا حیدر نے کہا یہ مری چٹلی کا ہے تارا

پردہ شمع رخ تاباں ہوئی زہرا

محسن کو لیے گود میں قرباں ہوئیں زہرا

ہنگامہ ہوا گرم یہ ناری جو ہوا سرد دان فوج نے لی باگ بڑھایاں یہ جو افراد
تاہوں کی صدا سے سرد قاروں میں ہوا درد رکب رخ اعدا کی طرح اڑنے لگی گرد

قاروں کا زر حنج نہائی نکل آیا

یہ خاک اڑی دن سے کہ پانی نکل آیا

دریا کو چلے اہ صفت ساتھ لیے برق مرحب کے شریکوں کا ہدا کرتے ہوئے فرق
سردار میں اور فوج میں باقی نہ رہا فرق مرحب کی طرح سب چہبہب میں ہوئے فرق

تکوار کی اک موج نے طوفان اٹھایا

طوفان نے سر پہ وہ بیابان اٹھایا

پانی ہوئی ہر موج زر و فوج کے تن میں لمبوں میں دھڑے تھے کہ خروے تھے کفن میں
خجر کی زبانون کو قلم کر کے دہن میں اک تچ سے تکواروں کو عاری کیا دن میں

حیدر کا اسد تلزم لشکر میں در آیا

اٹے ہوئے ہادل کی طرح نہر پہ آیا

دریا کے گھبیاں بڑھے ہونے کو چو رنگ پہنچے ہوئے جھلی کی طرح بر میں زر و رنگ
کھینچے ہوئے موجوں کی طرح خجر بے رنگ تھے نے کہا پانی پہ جائے ہے کہاں جنگ

دریا کے گھبیاں ہو پر غفلت دیں ہے

مانند حباب آنکھ میں چٹائی نہیں ہے

مذہب ہے یہ کیا کہ رو شرع نہ جانی مشرب ہے یہ کیا کہ پلاتے نہیں پانی
بر باد کیے دیتی ہے اب تشہ وہانی بے شیر کا بھیچن علی اکبر کی جوانی

لب شک ہیں بچوں کی زباں پیاس سے شق ہے

دریا ہی سے تم پوچھ لو کس پیاسے کا حق ہے

پانی مجھے اک ملک ہے اس نہر سے درکار بھر لینے دو مجھ کو نہ کرو جنت و دھرم

چلائے شکر ہے گزر نہر پہ دشوار غازی نے کہا ہاں یہ ارادہ ہے تو ہشیار

لو سیل کو اور برق شرر ہار کو روکو

دھواں کو روکو مری تلوار کو روکو

یہ کہہ کے کیا اسپ سبکداز کو مہینز بجلی کی طرح کوند کے چکا فرس چیز

اشرار کے سر پر ہوا مفلوں سے شرر ریز سیلاب فنا تھا کہ وہ طوفان بلا خیز

جیسی پلک اس دُش کو جب قہر میں دیکھا

پھر آنکھ کھلی جب توراں نہر میں دیکھا

دریا میں ہوا غل کہ وہ در نہجف آیا الیاس و نضر پورے ہمارا شرف آیا

عباس شہنشاہ نہجف کا خلف آیا پاپوس کو سوتی لیے سب صدف آیا

یاو آگنی پیاسوں کی جو حیدر کے خلف کو

دل خون ہوا دیکھ کے دریا کی طرف کو

سوکے ہوئے مٹکینزے کا پھر کھولا دہان بھرنے لگا خم ہو کے وہ سرتاج زمان

اصدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ اور چوم لیا روحِ برائے نے شانہ

فرمایا کہ کیا کیا مجھے خوش کرتے ہو بیٹا

پانی مری پوتی کے لیے بھرتے ہو بیٹا

کچھ فرق تری کوشش و ہمت میں نہیں ہے پانی مگر اس پیاسی کی قسمت میں نہیں ہے

وقد مرے پیارے کی شہادت میں نہیں ہے جو زخم میں لذت ہے وہ جرأت میں نہیں ہے

اک خوں کی نہر آنکھوں سے زہر آ کی جی ہے

رونے کو تری لاش پہ سر کھول رہی ہے

دریا سے جو نکلا اسد اللہ کا جانی تھا شور کہ وہ شیر لیے جاتا ہے پانی
 پھر راہ میں حائل ہوئے سب علم کے بانی سٹائے سکینڈ کی یہ کی مرتبہ دانی
 قبریں نئی و حیدر و زہرا کی ہلاویں
 برہمن کی جو نوکیں تھیں کیلے سے ملاویں

وہ کون سا تھا حیر جو دل پر نہ لگایا مشکیزے کے پانے سے سوا خون بہایا
 یہ فرقہ تھا، جو شمر نے حیلے سے ستایا عہاں بچہ غول کیس گاہ سے آیا
 مڑ کر جو نظر کی غلب شیر خدا نے
 شاخوں کو نہ تنج کیا اہل جہا نے

لکھا ہے کہ اک گل رطب تھا سر میداں ابن ورد زید نصی اس میں تھا پنہاں
 پہنچا جو وہاں سرد روانا شہ مرداں جو شانہ تھا ملک و علم و تنج کے شایاں
 وار اس پہ کیا زید نے شمشیر اہل سے
 یہ پھولی پہلی شاخ کئی تنج کے پھل سے

ملک و علم و تنج کو بائیں پہ سنبھالا اور جلد چلا عاشق روئے شہ والا
 پر ابن طفیل آگے بڑھا تان کے بھالا برہمن کی اتنی سے تو کیا دل نہ و بالا
 اور تنج کی ضربت سے جگر شاہ کا کاہ
 وہ ہاتھ بھی فرزند بی اللہ کا کاہ

مٹے نے کئی ہاہوں پہ مشکیزے کو رکھ کر ماند زباں منہ میں لیا قلمہ سراسر
 ناگاہ کئی حیر لگے آگے برابر اک ملک پہ اک آنکھ پہ اور ایک دہن پر
 مشکیزے سے پانی بہا اور خوں بہا تن سے
 عہاں گرے گھوڑے سے اور ملک دہن سے

گر کر لب زخمی سے عہدار نکارا کہہ دے کوئی پیاسوں سے کہ سٹا گیا مارا
 سن لی یہ صدا شاہ شہیداں نے قہدارا نہت سے کہا لو نہ رہا کوئی مارا

امنر کا گلا چھد گیا اکبر کا جگر بھی
 بازو بھی مرے ٹوٹ گئے لوز کمر بھی
 گویا کہ اسی وقت جلتے نیچے ہمارے غلام نے سناچے بھی مری بیٹی کو مارے
 رشتی میں مرے غم و دکاں بندھ گئے سارے عہاق کے غم میں ہوئے ہم گور کتارے
 اعدا میں ہے غل مالک شمشیر کو مارا
 یہ کیوں نہیں کہتے ہیں کہ خنجر کو مارا
 نہٹ نے کہا کج ہے قصیں مر گئے بھائی سب کہتے کو عہاق تا کر گئے بھائی
 آفاق سے اب جزوِ وحید گئے بھائی ہم مجلسِ حاکم میں کھلے سر گئے بھائی
 میں جان بھی قیدِ مصیبت میں پڑی ہوں
 اب گھر میں نہیں بلوے میں سرنگے کھڑی ہوں
 ناگاہ صدا آئی کہ اے فاطمہ کے لال جلد آؤ کہ لاشِ مرا اب ہوتا ہے پال
 نہٹ نے کہا زندہ ہیں عہاق خوش اقبال تم جاؤ میں یاں بہر دعا کھولتی ہوں پال
 شہِ بولے لبِ گور سکینے کا چچا ہے
 اس فوج کا مارا ہوا کوئی بھی بچا ہے
 اکبر کے سہارے سے چلے نہر پہ آقا سکہ ہوش تھا کہ غش کبھی سکھ کبھی نوحا
 لکھا ہے کہ کھڑے ہوئے یوں بے کے اعضا اک ہاتھ تو مقتل میں ملا اک لبِ دریا
 زہرا کا پھر دن میں جو زیرِ شہر آیا
 اک ہاتھ تڑپا ہوا شہ کو نظر آیا
 گر کر شہِ دالانے یہ اکبر سے کبھی بات اے لالِ اٹھالو مرے بازو کا ہے یہ بات
 یہ ہاتھ رکھے سینے پہ وہ وارثِ سادات پہنچا جو سرِ لاشِ عہاق خوش اوقات
 وصاتِ قلم تیغوں سے شانے نظر آئے
 سرنگے بدلتے سر ہانے نظر آئے

ہے ساختہ ماتھے پہ رکھا شاہ نے ماتھا لب رکھ کے لبوں پہ کہلاوا حسرت و درد
یہ حیر یہ آنکھ اور یہ نیزہ یہ کلیجا وا قرۃ عینا مرے وا مجھ لکھا
کچھ منہ سے تو بولو مرے غمخوار برادر

عہاق، ابو الفضل، علمدار، برادر

اُس جاں فتنی میں جو سنا شیون مولا تقسیم کی نہت میں کئے شانوں کو بچکا
پھر پاؤں سیٹھے کہ نہ ہوں پائنتی آقا شہ بولے نہ تکلیف کہ اے مرے شیدا
کی عرض میں پھیلائے ہوئے پاؤں پڑا ہوں

حضرت نے یہ فرمایا سر بانے میں کھڑا ہوں

یاں تھی یہ قیامت وہاں غمبے میں یہ محشر وہ پر تھیں نئی داویاں سب کھولے ہوئے سر
تشویش تھی کیوں لاش کو لے آئے نہ سرد عہاق کا فرزند سراسر تھا باہر
تن رشتے میں خود شید و دشمن کی طرح تھا
دل کھوئے تپتی سے گرہاں کی طرح تھا

خدا کرتا تھا ماں سے مرے بابا کو بلا دو میں غم پہ جاتا ہوں مرا نیچے لا دو
ماں کہتی تھی بابا کو سکیٹ کے دعا دو بابا بھی بچا کو کہو، بابا کو بھلا دو
حیدر سے نویں سال چھڑایا تھا قصا نے

واری ترے بابا کو بھی پالا تھا بچا نے

درد پہ ابھی کمر کئے تھے باپ تمہارے پیارے کے بچا جان انیس لینے کو سدھارے
تو رہ سیکیں اے میرے رنڈاپے کے سہارے بابا کو بچا جان لیے آتے ہیں پیارے
تھا عشق جو عہاق سے اُس نیک خلف کو

بڑے بڑے کے نظر کرتا تھا وردیا کی طرف کو

ناگاہ پھرا چھٹا منہ کو وہ پریشاں نہت نے کہا خیر تو ہے میں ترے قرباں
چلایا کہ خادم کی تپتی کا ہے ساماں بھیا علی اکبر نے ابھی چھاڑا گرہاں

اہن باپ کا بچپن میں ہمیں کر گئے بابا
 نردے سے لپٹے ہیں چچا مر گئے بابا
 یہ نفل تھا جو سولا لیے ملک و علم آئے غصے میں کمر پکڑے امام اہم آئے
 اور برگرد علم ہاں بکھیرے حرم آئے زینت سے کہا شہ نے بہن لٹ کے ہم آئے
 بھائی کے ققیوں کی پرستار ہو زینت
 تم مہتمم سوگ طمدار ہو زینت
 ہاں سوگ کا حیدر کے سے فرش بچھاؤ ہیں رشت عزا جس میں وہ صندوق منکاؤ
 وہ سب کو یہ جوڑے عزاوار بناؤ شہر کی عزا کا ہمیں لمبوں پہناؤ
 تم پہنو وہ کالی کفن آل مہا میں
 جو قاطر نے پہنی تھی نانا کی عزا میں
 عہاق کا یہ سوگ نہیں سوگ ہے میرا عہاق کا ماتم ہو مرے گھر میں جو برپا
 لوسے میں نہ عہاق کہے نے کہے سقا جو بین کرے روکے کہے ہائے حسنا
 سب لوٹیاں ہوں روئیں کہ آقا گیا مارا
 چلائے سکینہ بھی کہ بابا گیا مارا
 زینت نے کہا ہیں مری قسمت کے بچی کام دینے لگی ماتم کے یہ جوڑے وہ ناکام
 نقشہ سے کہا سوگ کا کرتی ہوں سرانجام غضفا ہوا ہے ہے علم لشکر اسلام
 زہرا کا لباس اپنے لیے چھانت رہی ہوں
 عہاق کا لمبوں عزا بانٹ رہی ہوں
 پھر زیر علم فرش یہ لا کے بچھایا اور عزا عہاق کو خود لا کے بچھایا
 تھے جتنے یہ پوش انھیں روکے ستایا قسمت نے جواں بھائی کا بھی داغ دکھایا
 ناسور نہ کس طرح سے ہو دل میں جگر میں
 ماتم ہے طمدار کا سردار کے گھر میں

باقی کوئی دستور عزا رہنے نہ پائے اب غمے میں اپنے ہر اک اس غمے سے جائے
ایک ایک یہاں پڑے کو عباس کے آئے سرنگے لب فرش سے نعت اُسے لائے
یہ جعفر و عزہ کا یہ حیدر کا ہے ماتم

غیر کا اکبر کا اور اسٹر کا ہے ماتم
سب بھیموں میں اپنے گھس کرتی ہوئی داری یاں کرنے لگی ہیں یہ اللہ کی پیاری
قطر نے کہا نعتِ حنظل سے میں داری اے بختِ علی آتی ہے بانو کی سواری
منہ دیرِ علم و حیا ہے علمدار کی بی بی
پڑے کے لیے آتی ہے سردار کی بی بی

بانو نے قدم پیچھے رکھا فرش سے پر پہلے وہاں بخلا دیا اصغر کو کھلے سر
پھر سوئے علمِ عشقِ دوزی وہ یہ کہہ کر قربانِ وفا پر تری اے بازوئے سرور
سنتی ہوں نہ تجھ ستم ہو گئے بازو
دردِ پاپِ بہشتی کے قلم ہو گئے بازو

عالم کو تو میں نہ سمجھتی تھی برادر میں ان کو پسر کہتی تھی اور وہ مجھے مادر
اس شیر کے مر جانے سے بکس ہوئے سرور بے جان ہوا حلقہ جانِ اکبر
سب کہتے ہیں جبریت کا برادر گیا مارا

پوچھو جو مرے دل سے تو اکبر گیا مارا
اتنے میں سنی ہالی سکینہ کی دوہائی نعت نے کہا روحِ علمدار کی آئی
جڑے ہوئے ہاتھوں کو وہ غیر کی چائی کہتی تھی سزا پانی کے سنگوانے کی پائی
تعدیرِ دو یا دخترِ غیر کو بخشو
کس طرح کہوں میں مریِ قصیر کو بخشو

میں نے قصیں چوہ کیا رٹ سا بچھایا ہے مری اک پیاس نے سب گھر کو دلایا
کوڑ پہ سدھارا اسد اللہ کا جایا اور کہنے کا الزام مرے جسے میں آیا

انصاف کرو لوگو یہ کیا کر گئے تھو

میں پیاسی کی پیاسی رہی اور مر گئے تھو

بعد اس کے ہوا شور کہ لو آتی ہے بیوہ تشریف نئی بیوہ کے گھر لاتی ہے بیوہ

گھوگھٹ کو اٹھتے ہوئے شرماتی ہے بیوہ سرکودھا ہوا ساس سے کھلواتی ہے بیوہ

نہت نے کہا بیوہ فرزندِ حسن ہے

یہ کیوں نہیں کہتے مرے قاسم کی دلہن ہے

کبرا کو بچی پاس جو نہت نے بٹھایا اس بیوہ نے گھوگھٹ رخ کبرا سے اٹھایا

اور پوچھا کہ دولہا ترا کیوں ساتھ نہ آیا افسوس بچی نے تجھے مہماں نہ بلایا

پُرسے کو تو آئی غلبِ شیرِ خدا کے

پہلا ترا چالا یہ ہوا گھر میں بچپا کے

ناگاہ فغاں زیرِ علم یہ ہوئی پیدا سیدانو دو مادرِ عہاق کو پُرسا

تعلیم کو سب اٹھے کہ تھا نالہ زہرا نہت نے کہا اماں وطن میں ہے وہ دکھیا

آئی یہ عدا پاس ہوں میں دور کہاں ہوں

عہاق میرا بیٹا میں عہاق کی ماں ہوں

دھڑ سالہ بہو کے میں پھانے کو ہوں آئی اک جگہ پر نور ہوں فردوس سے لائی

عہاق کے ماتم کی توصف تم نے بچائی سامانِ سویم ہوگا نہ کچھ اے مری جانی

تم روزِ سویم ہائے رواں شام کو ہوگی

چہلم کو کفنِ لاشِ علیدار کو دوگی

لو حیدرچہ دارو مجلس ہوئیں زہرا دو قاطرے کی روح کو عہاق کا پُرسا

ابک نہیں کھٹائے گئے ہیں حیدر والا بے گور ہے سردار و علیدار کا لاشا

روئے نہیں دیتے ہیں عدوآلِ نبیؐ کو

تم سب کے عوض روؤ حسین ابنِ علیؑ کو

خاموش دہر اب کہ نہیں نظم کا یارا مانج کا دل تجرِ فم سے ہے دوپارا
 کافی ہے بخشش یہ وسیلہ ہے ہمارا اک بھٹتے میں تصنیف کیا مرثیہ سارا
 تھہ پر کرم خاص ہے یہ حق کے دلی کا
 یہ فیض ہے سب مدح جگر بند علی ہے





مذاح ہوا مورد ادا رسول
کھولا وہ در مدح کرو داد رسول
حلال ہم سرور کل مالک ملک
واللہ رسول اور اولاد رسول



گر میرا نام دوسرا حاصل ہو
گو درد ہو لاودا دوا حاصل ہو
اس دم ہو مددگار گر احمد کا لال
واللہ کہ دے دعا حاصل ہو

سلام

مسطور اگر کمال ہو سرد ایام کا
 حاصل سیر عمر کو مریخ کلاہ دہ
 اسرار طالع عمر و نثر کا دا ہوا
 وہ محرم حرم کہ ہو آرام درد کل
 مسطور حال موسم سرما ہو کس طرح
 صلح و درج عطا و کرم علم و داد و عدل
 اس طرح مجھ رہا سردی اُم
 دردا لہو ایام اُم کا حلال ہو
 ہر سو دہ آہ آئید سردی دوسرا
 کبرام ملک ملک ہوا دھوم کدہ کدہ
 ڈر کر ادھر کو گم ہوا عمر عدد کا ماہ
 محروم گھبر گھبر منزل کا لاڈلا
 آرام گھبر کا ہو اگر دل کو مدعا
 دردا دل عمر کو ہو آرام اور سرد
 ہر دم طاحرم کو وہ درد و الم کہ آہ
 سردی کا حدیث گویا ہر مصرعہ رسا

لائح ہو گر کمالی عطارد سیر سا

مداح ہوگا کلک عطارد کلام کا

لغات:

مستفوع = (ع) کھنا جانے	سرد = (ف) غلغلویت غزلگی	دارالسلام (ع) بہشت
مرصع = (ع) موتی جواہر جڑا ہوا	کھاء = (ف) ٹوٹی	دردا = (ف) افسوس
المطر = (ع) بہت پاک	طالع = (ع) قسمت	وا = (ف) کھانا
دار = (ف) خدا	ہرول = (ت) آگے کی فوج کا سردار	حرم حرم = (ع) حرم کارزار داں
الم = (ع) غم	طعام = (ع) غذا	آہ سرد = غلطی ہوا کے ساتھ
درع = (ع) پیریز گاری	طم = (ع) نرم دلی	داد = (ف) انصاف
سرد رام = (ع) استوں کا سردار	امر حرام = (ع) حرام کا کام	د سرا = (ف) دونوں
بہم = (ع) گھوڑے کی آواز	ارام = (ع) کالا گھوڑا	سر سر = (ع) آرمی
اسد = (ع) شیر	کرک = (ف) بھیڑیا	دام = (ف) چمکے
باد = (ف) سینا	طالع = (ع) طلوع ہونا	حسام (ع) تلوار
گور = (ف) قبر	دیر = (ف) دنیا	حرام کا = حرام زادہ
سوک = (ف) ماتم غم	دار حرم = (ع) اہل بیت	دام = (ع) بیش
مصرع دما = (ف) بلند مصرع	بحر طالع = (ع) فصیح اشعار	لاص = (ع) چمکنے والا
	دیر کے جد اعلیٰ شیرازی کی مشہور شکاری کا نام	
عطارد = دیر فلک، ستارہ، قلعہ	سرا = (ف، ع) آسمان پر	کلف = (ف) غم

سر علم سرور اکرم ہوا طالع

سر علم سرور اکرم ہوا طالع ہر ماہ مریو دل عالم ہوا طالع
ہر گام علمدار کا ہدم ہوا طالع اور حاسد کم حوصلہ کا کم ہوا طالع
نکس علم و عالم معبود کا عالم

مکہ ماہ کا کہہ میر کا کہہ طور کا عالم
عالم ہوا صالح علمدار و علم کا وہ گل اسد اللہ کا وہ سردار امم کا
محرم و حرم کا وہ گواہ اہل حرم کا رہبر وہ عدم کا وہ عصا راہ عدم کا
مصدر وہ علمدار کرم اور عطا کا
مطلع وہ علم طالع مسعود ہوا کا

مردم کو غلا سرمہ گردش سم دیوار دیوار ثجا دار علمدار ملک دار
کل کو علم اور علم کو علمدار اللہ مددگار اسد اللہ مددگار
دل سرد اسد کا ہوا شمس گاؤ کا سرکا
تعدد ہوا درد دل و روح عمر کا

ہر گام ذفا کو ملک و حور سر راہ اللہ متک، صلی علیہ، سفکت اللہ
ہر او رسول دھرا اور اسد اللہ اور دزد کیہ و شہ کا ادھر واہ ادھر واہ
ہر سو ہوا کھرام کہ سرگرم ذفا ہو
اُو روج کردہ عمر سعد ہوا ہو

اس دم ہوا سرگرم صدا طالع مولا او مرگ ادھر آ عمر سعد کا سرا
لو جہد علم کہ علم سرور والا او دور گرا ہر علم طالع ادا

او مہر دکھا گود چہ عمر عمر کو
 او گرد عدم روک رہ عمر عمر کو
 او مہر سوا سال دہہ عمر حرم کر الا نہ د سال عمر سعد کو حکم کر
 او ماہ سر اہل ولا مہر و کرم کر اور ہم سر پر حلیہ سردار ام کر
 او نکلک عطارد سو شولا ہو نکلک کر
 ہر اسم کردہ عمر سعد کا حکم کر
 رہوار کو ہر لفظ ہوا کا ہوا کوڑا اڑ کر ہوا طافس علمدار کا گھوڑا
 اور ساتھ صرصر کو دم کاوہ مڑوڑا اس طور مڑا گرم کہ رہ مہر کا موڑا
 سو دام اڑا اوتھ صرصر کو گھرک کر
 رہوار ہوا گرد ہوا دور سرک کر
 نکلیں دم رہوار سر راہ ہوا دام ہر دام دود گرگ اسد اس کا ہوا دام
 الا دل اعداد کو ملا درد ہر اک گام دم کردہ صحرا ہوا ہر آہو آرام
 ہر سود گرا اور کہا برگ ہو حاصل
 دل گردہ وہ کس کا کہ ہوا صدقہ کا حاصل
 لو ساتھ الخال سلام اور دعا ہو دل نحو علمدار رسول دوسرا ہو
 اور صل علا صل غلا صل علا ہو مداح علمدار کا ادراک سوا ہو
 واللہ اگر مدح علمدار ادا ہو
 مداح کا خود د ارم د حلقہ صلا ہو
 وہ مطلع اسرار کمال اسد اللہ آرام د سرد دل آل اسد اللہ
 مدح نہ د مہر، ہلال اسد اللہ واللہ ہلال اس کا ہلال اسد اللہ
 محکوم وہ اللہ کا حاکم وہ ارم کا
 حاصل وہ علم کا وہ مدگار حرم کا

رد اصل بگل درد مہلک عطر گل زرد آرام وہ روح و دل و دارد ہر درد
لحد کا وہ عالم کہ سدا طور کا دل سر سو لاکھ صد و مہر ادھر گرد ادھر گرد

رد باو مراد خرم سرور دلا

اور دل اسد اللہ کا اس ماہ کا ہلا

سر ہمسر کوہ حرم داور غلام دل مصدر الہام گلو مطلع اسلام
اور طرہ کا کل دل اسلام کا اک لام وہ لام کہ حاصل ہوا اسلام کو آرام

لو سلسلہ درہم ہوا ہر درد و الم کا

کا کل کو نکسا دام دلی اہل حرم کا

لو اور کھلا طرہ کا کل کا معا ہرمو ہوا مداح کو اسلام کا سودا
وہ لام دو اسم اور وہ کا کل دو مسما اسرار لہ الملک لہ الحمد ہوا دا

دل کو اگر اس طرہ کا سودا د دلا ہو

آسودہ رحم و کرم و مہر و عطا ہو

دعوا ہو کا کل کا سر لوح دل حاصل سر ہرمو ہوا اسرار مطول
اور مسئلہ درج علمدار ہوا حل اس کا کل الطہر کا گرا نکس مسلسل

اس سلسلہ کا نکس سلاسل ہوا اس کو

ہر سلسلہ اسلام کا حاصل ہوا اس کو۔

ہر صا و علمدار امام الطہر د اسعد وہ صا د ہر اک صل علا آل محمد
لو صا و ادراک کا ادراک ہوا رد حاصل صلہ مدح سرور و ہوا حد

ہر صا د نکسا اور ملا ہم کو صلا صا د

اس دم سز ہر مصرع مداح ہوا صا د

مردم کو سواو دل لالہ کرد مسطور اور سرمے وہ مروک ہر ملک و خور
اس مردم الطہر کو ملا لحد صد طور وہ لحد صد طور وہ رد سورہ والطور

مدح مگر و لعل سر سبز اگر ہو
کہ سبز رنگ لعل ہو کہ سفک مگر ہو

سفک مگر و لعل علمدار حکرم لعل وہ الناس و در لعل وہ عالم
ہر لعل علمدار ملا روح کا ہدم دم مردہ صد سالہ کو حاصل ہوا ہر دم
والہ ہوا ہر لعل علمدار کا لالہ
گوہر کا ہر اک لولو لالہ ہوا لالہ

راس الرؤسا راس علمدار دلاور سردار مد و مہر نگاہ سر الطہر
دردا کہ گرا آہ سر معرکہ وہ سر جانی ہوا کس کوہ الم کا سر سرد
وہ صدمہ ہوا دل کو علمدار علم کا
علماء گرا سرد سردار اُمم کا

ہر دم کلہ حمد کا درد دل آگاہ اور سامعہ مولا کو گواہ سبح اللہ
مدح ہوا صدر علمدار کا ہر ماہ دل عالم ہر صدرہ اسلام ہوا واہ
ڈورا ہوا محسوس رنگ لعل و مگر کا
کھولا گرہ مو کو کھلا حال کمر کا

مصمام وہ مصمام کہ ہر سو محل اس کا کہ کاسہ سرگہ دل ابداحل اس کا
کس طرح معما ہو دم مدح حل اس کا ہر اک درم روح عدد ماحصل اس کا
گر حکم علمدار و امام دوسرا ہوا
وہ مار ہو طافس ہو، موسا کا عصا ہو

لو واہ کہو حال کھلا ڈھال کا حال مدح کو دو داد کہ اس ڈھال کو ڈھال
حل مہر کا گردہ ہوا اور ماہ کا ہال اور دو کا آہ حرم سردر والہ
ہال ادھر اس ڈھال کا گردہ مد رو ہو
مٹکوس ادھر کاسہ ہر عمر عدد ہو

رہوار ہوا طالع اسد ، حملہ ہوا دم طاؤس ادا ، رعد صدا صور کا ہدم
آہ کا وہ کردار کہ ہو عمر عدد کم بمطوہ ملک سدہ اظہا کا وہ محرم

دُم وہ کہ ملا کاکل ہر خود کا، عالم

شُم وہ کہ ہلا اور ہوا طوہ کا عالم

وہ اصل ظلم نکلا، سحر ارسطو دلدل عمل و جور کمال اور ملک رد
سرکوب و کمر لالہ و دُم سر و دُشم آہو اور دام ہما طرہ رہوار کا ہر مو
مفلوم وہ اسوار کا حاکم وہ ہما کا

رہوار علمدار کا، اسوار ہوا کا

ہر گاہ ہوا سرکہ آرا وہ علمدار اس طرح کہا لو عمر جاسد و مکار
ہو کر کلے گو، ہوا طہ کا ہم الطوار درد دل احمد کا ہوا آہ رودار

ہدم کو ہر ادا کو، بد نگار کو مارا

اولاد امام ملک الطوار کو مارا

والتہ کہ اس صدمہ کا دل کو ہوا صدمہ صد ہاسم رہوار اور اک دولہا کا مردا
آلودہ گرد آہ وہ ہار اور وہ سہرا گل سرور معلوم کا اور برسر صہرا
گھر سرور عالم کا عقل درد و الم کا

دولہا کا لبہ عطر عروس اور حرم کا

دردا حرم سرور طے کو رلاؤ دودا دل اولاد محمد کو دکھاؤ
دردا لہ احمد مرسل کو ہلاؤ سردار کو معصوم کو صمام دکھاؤ
آلودہ کرد حسد و حرص و ہوا ہو

آسودہ اموال ہو، محروم ولا ہو

معصوم کا ہو ہر ہر اک دود گروہ الماء ہو درد حرم محرم اللہ
آسودہ ساحل ہوا ہر سالک و گمراہ الا رہا محروم امام دوسرا آہ

مردہ ہوا ہر کودک کم عمر حرم کا
 اور گل سا گلا سوکھا مددگار ام کا
 آگاہ ہو آگاہ ہو، آگاہ ہو آگاہ سردار ہمارا اسد اللہ کا وہ ماہ
 والدہ ولید عم محمد اسد اللہ مولود حرم ماہ ام مہر کرم واہ
 سر احمد مرسل کا وہ سردار رؤسا کا
 حاکم امراء کا وہ بدری علا کا
 حور و ملک و آدم و حوا کا مددگار مہدوح رسل مالک کل عالم اسرار
 طالع مہم دادیں و سردار و سردار وہ ماہر حال دل مورد و نگہس و بار
 وہ عسکر اسلام کا سالار دلاور
 وہ احمد مرسل کا علیہ دار دلاور
 وہ صوم، وہ عمرو، وہ صراط اور وہ احرام کمر علم کا، در علم کا، معصومہ اسلام
 حامل علم حمد کا اور مالک مصنام مٹاک ملوک دوسرا، حاکم حکام
 وہ سردار عادل کہ علم عدل کا گاڑا
 اللہ کہا اور وہ محکم کو اکھاڑا
 وہ ہر ملک سدرہ کا مولا و مدرس اور گل کردہ آدم عالم کا مؤسس
 انواع سا کا وہ معصوم و محرم وہ ہادم معصومہ ادہام و سادیں
 محکم ہوا دھوا کہ معطل ہوا دھوکا
 وہ دوسرا احمد کا اور اول وہ دودکا
 وہ صدر کلام، اصل کلام اللہ ظہیر الحمد کا اور سورہ و انصر کا مصدر
 اللہ کا ہم اسم حمد کا وہ ہمسر ہم کاسہ و ہم عمر وہ احمد کا سراسر
 سلک کمر علم و در سلک محمد
 وہ مالک نمبر و علم و کتب محمد

مگر ہو جس وصلی رسول و اسد اللہ حاکم کا حدود ہو کہ وہ حاکم ہو گمراہ
مولا کا ہو مولا کہ ہو ولی محرم و آگاہ دل رکھ سوہ و رگاہ حرم، رد سوہ اللہ

وہ حاکم حکار، گدا ملک حسد کا

سرور ہمارا کرم اللہ احد کا

وہ گرد وہ سرمہ، وہ لال اور وہ آرام وہ کور وہ آگاہ وہ وسواس وہ الہام
وہ دیوہ نکہ، وہ حرام اور وہ احرام وہ دھندہ حاصل وہ سوال اور وہ اکرام
وہ سپہ وہ انداک، وہ مملوک وہ مالک

وہ وہم وہ علم، اور وہ گمراہ وہ سالک

وہ سم وہ غسل اور وہ خول اور دلاسا وہ حجر، وہ اسرار اللہ و سراج کا
وہ مرگ وہ عمر، اور وہ دردا وہ دعاوا وہ دار وہ سرد اور وہ گاہ اور وہ لالا
وہ ہالہ حرم اور وہ مہ کامل احمد

وہ شکر حرام، اور وہ سرور ولی احمد

لکھ حاکم گمراہ کو معصوم کا نکل حال روداد نام اور الم درد ولی آل
حاصل ہوا وہ نکہ کہ بیچ کوکب کم سال آباد مرگ احمد مرسل کا ہوا لال
صدمہ ہوا دولہا کا سدھارا وہ عدم کو

اللہ کرم کر کہ ہو آرام حرم کو

محروم طعام آہ محمد کا ولد ہو آوارہ صحرا نسد اللہ کا اسد ہو
محصور الم مالکب سرکار احد ہو اور کوکب معصوم کا گہوارہ لحد ہو
عالم کا رہا کام ردا ماو محرم

سرور کو مہ صوم ہوا ماو محرم

سرگرم ہمارا ہوا سرور کا علمدار الہ رہا مردود کا مردود وہ حکار
لنگار ہر اسوار کو مز کر کہ کرد دار سہ رہ ساحل ہوا آکر ہر اک اسوار

گمراہ کا، ہر جلیقہ گمراہ بدکار

لعل اسد اللہ کا اللہ بخیر

وہ محرکہ وہ دوسرہ وہ مسکیر عامہ وہ دھڑکے ہر ڈیل و کوس و دھامہ

وہ گرد دوا وہ وہ کلاہ اور وہ تمامہ وہ گرم روناو سم روناو دوگامہ

وہ عہد کھل صلہ داد و کرم کا

وہ دور مسلسل ڈیل و کوس و علم کا

گرد غم سہ اوپر عسکر اندا کرار کا دلدار اوپر محرکہ آرا

اک دلوہ ایک حوصلہ دوہدم مولا روناو تاپہ دار سوئے ظارم اعلا

لاحول ولا درد علمدار دلاور

ارواح ڈیل گرد علمدار دلاور

مصمام کو الہام ہوا سر کو علم کر کہ سورہ الحمد کو کہ صور کو دم کر

اک دار لگا اور دو، اندا کا علم کر ہر دم غمیر سہ کا دم مجہ عدم کر

وہ حصہ کمر کر کہ الگ کاسے سر کر

ہر طرح ہم پہل کر اور محرکہ سر کر

داؤد کا ہدم ، دم مصمام دلاور اس طرح ہوا گرم سر دورہ عسکر

سو کوس دلی کوہ کو ہوا موسم سراسر مصدم ہر اک دوح کا لوہا ہوا تھل کر

ہر گرم رو کوہ کا دل آگ سا سلگا

موسم سہ صبرا ہوا گل، لالہ و گل کا

طاؤس مرغ و پلاں کمر آرا اس طرح ہوا لامع و ساطع سہ صبرا

ہر سال کو دوماہ ملا موسم گرما معلوم ہوا آگ کا اسرار و سجا

دھوکا ہوا عالم کو کہ اسم اس کا رکھا آگ

عکس دم مصمام گرا اور ہوا آگ

اندرا کو پلائی کا ہوا سم دم مصمام ہر گام گرا بادہ سودا کا سرعام
معدوم دل اہل لہ کا ہوا آرام اللہ سر سام کو اس دم ہوا برسام
رو حسیہ مردود کا ہر سو ہوا کالا

اور مردم مردم کا ہر آہو، ہنوا، کالہ
اُس کاسے مصمام کا عالم ہوا مملو اک کاسے ہنم، اطلعہ ہر طرح کا مملو
اندرا کا دل دگر دہ گلو، صدر دسرود اور امر گلو امر، گلو عام ہر ایک سو
آسودہ ہوا حوصلہ ہر مورد و بیکس کا
مملو ہوا معدہ طبع و حرص و ہوس کا

ہر گاہ ارادہ ہوا، اسوار کا گھر کو رہوار اڑا اُس کا دہل کر، کہ کدھر کو
مصمام کا اک دارملا کاسے سر کو آدھا وہ اُدھر کو گرا آدھا وہ اُدھر کو
دل سپا، لہو سم کر اسوار کا سوکھا

لوہا رہا مصمام علیمدار کا روکھا
مصمام، علیمدار کے احکام نگر کو اوکور در گور کھلا، کھول کمر کو
رہوار کا اطلال اُدھر اور اُدھر کو عادل کا ہوا دور، ذرد دور ہو سر کو
مصمام کا محصول سر معرکہ سرود

سرود دم مصمام کو اور اطلعہ دھرود
ہر دم دم مصمام دو دم رعد سا گڑکا ہر وہ دلہ کو سپہ ہوا اسم کا گڑکا
چر دل کو ہوا آمید مصمام کا دھڑکا سرگم ہوا اور کام معطل ہوا دھڑکا
ادراک دعواس و دل و ادراج گم اُس دم
مذہبم ہر اک ردد و سرود و طرم اُس دم

اک وار لگا اور انگ سر ہوا سوکا مالک ہوا مسرور ملا مال گرد کا
ہر گاہ کو وہ وار ہوا داسا درد کا اور ملک عدم کو ہوا ادراج کا ہوا

کہہ سہم عطارد کا ہوا مرگ عدد کو
 کہہ ہلہ صمصام ہوا ہار عدد کو
 کردار حسام دلیہ سرد کر آہ کہہ طہ و گہہ ساحل و عدد
 اور رخ علمدار کا اعدا کو ہوا دار حصہ کمر و دل کا ہر ایک سہم علمدار
 وہ حملہ رہوار، وہ دولاکھ کا عالم
 صرصر کا ادھر طور، ادھر راکھ کا عالم
 اعدا کو ہر اک صدمہ کال ہوا حاصل سردار کو درد و الم دل ہوا حاصل
 اس گوہر اسلام کو ساحل ہوا حاصل ساحل ملا اور سم ہلاٹل ہوا حاصل
 رو کر کہا دوتا در سردار رہا دور
 ہم وارے ساحل اور امام دوسرا دور
 سردار ادھر تھو علمدار دلاور دل مردہ و مہموم طوٹا اور بکدر
 کہہ مرگ علمدار کا دوساں سراسر کہہ ولولہ دسل علمدار کمر
 کہہ درد کر، کہہ دل آگاہ کا صدمہ
 کہہ صدمہ آل اسد اللہ کا صدمہ
 کہہ بد سوتے صحرا کہہ ہر گم ہوا دہ ماہ کہہ مردک الطہر معصوم میر راہ
 ہر لمحہ سوا درد و طلال دل آگاہ کہہ آہ کہہ الحاج تھو در کہہ اللہ
 کہہ درد کہہ ہر صدمہ علمدار کا درد کہہ
 اللہ بد کہہ اسد اللہ بد کہہ
 سرگرم صدا کہہ تھو دلدار، وہ سرد آؤ ادھر آرام دل و دالہ دماور
 ڈھارس دودہ ہم کو کہہ ہو آرام سراسر معظوم کرد حال علمدار دلاور
 اس دم ہوا گم آہ علمدار تارا
 دلدار تارا ہو عدگار تارا

دلدارا سوا دردِ نوا دل کو دوا دو دلدارا علمدار کا ہو وصل دوا دو
دلدارا علمدار کا ہو ہم کو دکھا دو دلدارا علمدار دلاور کو صدا دو

ختمِ ادھر آؤ ، ادھر آؤ ادھر آؤ

مردہ ہوا سردارِ علمدار گھر آؤ

حاصل ہوا ہم کو الم مرگِ محمدؐ معصومہ کو دردِ لگا ، صدمہ ہوا لاحد
وہ صوم وہ رونانِ سیرِ ہمسر احمدؐ معصوم کا سوگ اور الم احمدؐ کا بچہ و
والا الم اس طرح کا کس دم ہوا حاصل

واللہ کہ دردِ کمر اس دم ہوا حاصل

اولادِ محمدؐ کو رہا کس کا سہارا دلدارا دلاسا دو، نوا کام تبارا
سائل کو سدھارا کہ عدم کو وہ سدھارا وہ نردہ ہوا آہ، کہ سردار کو مارا
نوا کہ شیخِ گور اسد اللہ دوا کر

دلو اسد اللہ ! مجھ سر کرد آکر

آرام وہ سرورِ عالم ہوا دلدار رو کہ کہا مظلوم ہوا حالِ علمدار
وہ غم وہ سائل، وہ علم اور وہ رنوار آبادہ سیرِ راہِ مسلح ہر اک اسوار
اللہ بدگار ہوا اہلِ کرم کا

ختم کو ظاؤیہ مرادِ اہلِ حرم کا

اللہ سدا حوصلہ ختم کا ہوا ہو اس عہدِ عہد کا صلا عہد عطا ہو
آلِ اسد اللہ کا ہر کام روا ہو سوکھا ہوا ہر دودھ محمدؐ کا ہرا ہو
ہو دردِ حسد، حسیکِ مکار کو حاصل

آرام ہو سردار و علمدار کو حاصل

لو محمدؐ کرد، محمدؐ کرد، سرورِ عالم سرور ہو، سرور ہو، سرور ہو اس دم
لو گھر کو ارادہ ہوا غم کا مہم مولا کہو للہ، ہوا صدمہ دل کم

سرور کہو، آرام ہوا درد کمر کو؟
 رہوار چٹوا ہم دلاور کا اوجھر کو
 مولا کو ہوا وصلی دلاور کا سہارا طالع کا ہوا آہ وصال اس کو گوارا
 لٹکارا گردہ نعر سجدہ وہ سارا تو سرور عالم وہ علمدار کو مارا
 عقلم کو بھم کو، ہدنگار کو روڈ
 تو آگ، وہ دم، اکھڑا علمدار کو روڈ
 وہ وار لگا کاسے سر اس کا ہوا وہ مارا اسد اللہ کو، تو ہم کو بیلا وہ
 ہو مرگ علمدار پہل، آگ دھادو نرودہ حرم احمد مرسل کو دکھاوہ
 ہر طرح گوارا کرو اس درد و الم کو
 تو سوگنی علمدار کا وہ حکم حرم کو
 سردار گرا، اور کہا آہ علمدار محروم کو محروم دکھا وہ علمدار
 اک لمحہ رہو اور سر راہ علمدار ہیراہ تو سردار کو للہ علمدار
 واللہ سدھارو مخ سردار اہم کو
 اس دم الم مرگ گوارا ہوا ہم کو
 آرام لحد روح کو اس دم ہوا درکار اک گور ہو اور نرودہ سالارو علمدار
 گر مرگ ہدنگار ہو، طالع ہو ہدنگار حاصل سر ساحل ہو نرادر دل سالار
 آسودہ دھام احمد مرسل کا ولد ہو
 سردار و علمدار کو آرام لحد ہو
 نرودہ ہوا الحال امام دوسرا آہ سر آل محمد کا سر عام نکلا آہ
 درد اسد اللہ ہوا وہ ولدا آہ کاسہ سر کرلا کا وہ حصہ ہوا آہ
 واللہ علمدار، دل آگاہ کا صدر
 ہم کو ہوا مرگ اسد اللہ کا صدر

دلدار کو مژکر کہا آگاہ ہو آگاہ دردا کہ ظم احمد مرسل کا گرا آہ
دلدار رکھو سوگ علمدار کا لکھ ساحل کا ارادہ کرو اور ہم کو لو ہمراہ
سردار کا سر رکھو دو غلامہ گرا دو
اور خردہ علمدار ڈلا دو کا دکھا دو

ہمراہ امام اسم اس دم ہوا دلدار اور رہرو ساحل ہوا وہ گل کا بدگار
سو درد اور اک روج امام ملک الطوار اور درد علمدار، علمدار، علمدار
ہر گام صدا آہ بدگار، کدھر ہو
آگاہ کرو لکھ علمدار کدھر ہو

کس دم سر ساحل ہوا سولا کا درد آہ دم ہم مرگ اور علمدار سر راہ
دوڑا سوچ ہم اسد اللہ کا وہ ماہ اور آہ لہو اس کا سر رو ملا واللہ
صدمہ ہوا اس طرح کا دل کو کہ ہلا دل
اللہ کہا اور گرا سردار عادل

اویں ہم سردار کو اس دم ہوا الہام آگاہ ہوا آگاہ کہ ہوا مورد اکرام
وارد ہوا سردار ام مالک اسلام آکھڑا ہوا دم رو کا کہ سردار کو ہو آرام
رو کر کہا سردار کھو درد کمر کا
دردا کہ سر راہ غلامہ گرا سر کا



ہسر نہی پاک کا کب عرش ہوا
برتر ہے وہ پہلے سے یہ اب عرش ہوا
تعمیر نجف سے بچ رہا تھا اک سنگ
گردوں نے دھرا سر پہ لقب عرش ہوا



کیا نفع جو متلی و پرہیزی ہے
تقویٰ و صلاح قتنہ انگیزی ہے
واللہ کہ ہے خُب امیرِ کور
منہ دھونا وضو میں آمرو ریزی ہے

سلام

نچرا اُسے مدام جو راہِ رضا میں تھا
 علانہ نے دفن کر کے شہیدوں کو یہ کہا
 پیادوں کی موت گھر کی چابیِ عشق کی دھوم
 شربت بھی بھجھاںٹھکیں بھی قاتل کی کھول دی
 عہاق نے بھی خوب بھائیِ حسین سے
 دربار میں یزید نے جس دن طلب کیا
 اُسے چرخ کیوں حسین کا خیمہ اٹھا دیا
 پانی دیا کسی نے نہ استقر کو پوند بھر
 کافر نہ اس طرف تھا بجز سارہاں کوئی

انہوس اے دیہ نہ طالع رسا ہوئے

دل اس برس بھی آرزوئے کربلا میں تھا

مصروف نگہداشت شہنشاہِ قلم ہے

مصروف نگہداشت شہنشاہِ قلم ہے اور فوجِ جوانانِ مضامین بھی بجم ہے
جاکیزِ ورق ہے درِ سخاوتِ رقم ہے معنی ہے اگر سکھ تو ہر لفظِ درم ہے
خطبہ ہے صیبِ ہنرِ مظاہر کی ثنا کا

مختار ہے جو سیرۂ فوجِ خدا کا

قوم اپنے جوانانِ مضامین کی کہوں کیا الہامِ لب، ساکنِ غیب، افسرِ انشا
شیریں لب و رنگیں قد و محبوب سراپا لازم ہے ملازم کہے اُن کو خود اپنا
اکثر ہیں جگر گوشے مری طبعِ قوی کے

اور بعض ہیں فرزندِ حدیثِ نبوی کے

یہ فوجِ سخن رہے میں نایاب جہاں ہے یعنی لبِ نادرِ طبعِ ان کا نشان ہے
قرطاس کا تو مرکبِ فخر نہ دان ہے لفظوں کی سپر سڑوں کی ششیر و سناں ہے

خاصہ مرا التزامِ خلافت سے بری ہے

یا غیر کے مضمون کا چہرہ نظری ہے

یارب کبھی کثرتِ مری محفل کی نہ کم ہو ان قدر شناسوں کا فزوں جاہ و حشم ہو
عقبنی میں نہایت اور یہاں حیرت کا فہم ہو ہر فرق پہ عباس کا دامانِ علم ہو

فرماتے ہیں حسینِ دُعا دیتے ہیں مجھ کو

جو کوئی نہ دے وہ یہ بھلا دیتے ہیں مجھ کو

فرما کے قدمِ رنجِ کرم کرتے ہیں ہم یہ ہے فخرِ مرا سر جو وھروں ان کے قدم پر
احسان ہے حقیقت میں مگر شاہِ اُسم پر نازاں ہوں میں ان مومنوں کے لطفِ و کرم پر

منبر پہ بلند اور مرا پایہ ہوا ہے
 گویا کہ سخن عرش کا اب آیہ ہوا ہے

گو تین شب و روز کے پیاسے کا ہوں ڈاکر
 پر اب کرم ہوں جہنمِ نظم کی خاطر
 مظلوم کا ہوں مرثیہ گو میں، نہیں شاعر
 ہوں بندۂ اعجاز نما پر نہیں ساحر
 تو پہ میں کروں مجرّم مقتدر نہیں ہے
 شہر کے اعجاز سے پر دور نہیں ہے

اللہ اگر حکم میں اللہ کا پاؤں
 نو دھڑا ملاک کا اک جزو بنادوں
 اور صورتِ قرطاسِ حیران کو اضافوں
 کلمہ لکھ کے ثابتن مظاہر کی سادوں
 شیرازہ نو پامعینے پر دل اگر آئے
 ہر چار شعاعی ابھی سوزن میں در آئے

ہدم رقم مرثیہ میں آہ و نواں ہے
 زبے میں نقای مرا ہم نظم کہاں ہے
 خسرو یہاں دروزہ گر نظم و نواں ہے
 یہ دلچ مداحی شاہ دو جہاں ہے
 سینہ زلفِ ماقم شاہ شہدا ہے
 کوئی نہیں انکس بھاؤں تو بجا ہے

کو میں بھی مروّج ہوں کئی حال کا
 اس مرثیہ خاص میں دھڑی نہیں زبیا
 پر حق ہے یہ ایجاد ضمیر سخن آرا
 خلاق معانی، لقب خاص ہے جس کا
 ان کے در ہر بیت سے مضمون کی عطا ہے
 خاقانی فقر اشعرا ان کا گدا ہے

ان کو ہر نظم میں داور نے کیا فرد
 نور سخن انوری اس عہد میں ہے گرد
 وہ گرمی بازارِ نظیرتی بھی ہے اب سرد
 سجدی کا گلستانِ جہاں خوار ہے اور درد
 ترجیح کے اسرارِ شفی صاف جلی ہیں
 یعنی کہ یہ مآج حسین ان علی ہیں

گویا کہ ہیں استاد میرے یسئی ثانی دم کرتے ہیں الفاظ میں ارواح معانی
 ہیں مرثیہ ابن مظاهر کے وہ بانی پر مصنفوں کے ہاتھ ہے یہ مرجہ دانی
 کیا مدح سے استاد کی دلشاد ہے میرا

وہ ان کا ہے ایجاد یہ ایجاد ہے میرا
 ہر چند کہ بے حصہ ہے مضمون روایت آگے نہ کسی کو ہوئی پر ایسی ہدایت
 واللہ نہ ہے نکل نہ کینہ نہ شکایت منظور ہے پر زور طبیعت کی روایت
 کہتے ہیں کہ تنجائش احوال نہیں ہے
 ہر ماہ اگر کہے تو اشکال نہیں ہے

معنی حمیر اہل زباں سے نہیں اخفا روشن ہے دلوں پر شرف نام سراپا
 ہیں غیر بھی جو چہرہ لقم ان کے میں سمجھا یعنی کہ خن سب کو پسند آتا ہے دل کا
 یوں لوح پہ ہے قدر حمیر اہل خن میں
 دل جیسے کہ ممتاز ہے اعضائے بدن میں

وہ لوح سر طالع دیکھیم فصاحت وہ لہر لقم وہ لب اہل فصاحت
 راست ان کے قلم پر وہ تعلیم فصاحت اور پائے خن پر سر تسلیم فصاحت
 جتنے کہ منافع ہیں بدائع ہیں جہاں میں
 موجود ہیں جوہر کی طرح تجھ زباں میں

سلطان مہا ان کا قلم ہے دم تحریر گل گل بہمن لقم کو فرماتے ہیں تنغیر
 ہر صفت مسدس ہے وہ دقتی ہے شمشیر اہلیم شاں صورت شمشیر جہاگیر
 اک تنغیر مصرع کے برابر اگر آئے
 خورشید میں پھر بیت جزا نظر آئے

واللہ دوات اہل نظر کی یہ گواہی ہے چشمہ حیوان خضر کی اسے شامی
 اور آب حیات خن اس کو ہے سیاہی غار تو ہے یونس وہ فضائے لب مای

کہیں وہ نہ دوات آہرے لوح و قلم ہو

بے آبی باغ نبوی جس سے رقم ہو

ہوں روئے درق ان کے رقم سے ہے نمودار جس شکل خط سبز سے آرائش رخسار

بُجلی کی طرح نقطے ہیں سب مطلع انوار اک نقطے سے جو چاہیں پڑھیں مردم ہشیار

واں جوش مضامین نہیں محتاج بیاں ہے

بے پائے قلم منجے پر تحریر رواں ہے

لاریب توازد سے بری کوئی کہاں ہے افراط توازد ہو تو سرتے کا گماں ہے

جو مصرع موزوں مرا مشہور جہاں ہے اہست توازد ہو تو حیرت کا مگماں ہے

سرق ہے کہ تالیف ہے مضمون کہیں کی

یہ سب ہے زکوۃ اپنے زر عقد سخن کی

جہی میں اگر بخت جواں ہو تو مزا ہے ہم پلہ نادک جو کہاں ہو تو مزا ہے

سر کے لیے معراج سناں ہو تو مزا ہے جاں فدایہ خلاق جہاں ہو تو مزا ہے

جہی میں گلِ دہم سے ہے حسن بدن کا

ہنگام سحر لطف ہے گلکشت چمن کا

اے مشکِ قلم جلو کا فور دکھاوے اے شام سیاہی حر نور دکھاوے

اے مطلع روشن شجر طور دکھاوے اے رنگِ سخن صاف رخِ حور دکھاوے

اس مرچے میں اُس کے فضاگل کا بیاں ہے

جو سن میں سن اور ارادے میں جواں ہے

کس خضر بیابان شہادت کا بیاں ہے سرسبز نصیحوں میں جو طوطی زباں ہے

کس یوسف شیر کا رخ سوئے جتاں ہے جو حور ہر اک مثل زلیخا نگراں ہے

مشتاق لقا حضرت محبوبِ خدا ہیں

کونین صیپ ابنِ مظاہر پہ فدا ہیں

جہری میں جہاں بخت صوبہ ابن مظاہر غازی، اسدی، نیک، صوبہ ابن مظاہر
حیدر کے صوبوں کا صوبہ ابن مظاہر بے چارہ و مظلوم و غریب ابن مظاہر

سردے کے یہ جہری میں شہک دوش ہوئے ہیں

ہاں کی سفیدی سے کلن پوش ہوئے ہیں

جس جہر کا اقبال ضیائی میں جہاں ہے حق وہ صوبہ شہر فردوس مکاں ہے

ثابت قدم ایسا کوئی جہروں میں کہاں ہے ثابت قدمی پاؤں سے رعشے میں میاں ہے

سر جتا ہے ہر کتب پارن میں جہی ہے

جنش میں ہے لوح کو ثابت قدمی ہے

ظاہر ہیں صوبہ ابن مظاہر کے فضائل محبوب نئی کا ہے یہ فرخندہ شہل

ھیز کی الفت میں جو پایا اسے کامل اس مصعب باطن نے کیا بر میں سماں

پہ خود غلطوں نے وطن آوارہ کیا ہے

ہر جزو بدن شمع سے سپاہہ کیا ہے

ہے بے سرو سماں کوئی ایسا شہدا میں سردن ہے کہے میں بدن خاک شفا میں

مرد تو ہے دربار شہ ارض و سماں سر ابن مظاہر کا ہے سرکار خدا میں

کہوں کہ نہ وہ سر قابل درگاہ خدا ہو

جو خالق کو تین کے فدے پہ فدا ہو

اب عزم ہے بالجزم کہ ان شیعوں کی خاطر کچھ ابن مظاہر کا شرف کیجئے ظاہر

یہ نو فلک و شش جہت و چار عناصر ہیں شہد خوش طبعی ابن مظاہر

دل جو خدا جان فدا شاہ کے اوپر

سز عرش و ملک علی اللہ کے اوپر

بچوں میں جو گھر سے شہ دیں کیلئے آتے یہ مٹیوں میں خاک قدم ان کی اٹاتے

کچھ آنکھوں میں انگلی کی سلائی سے لگاتے کچھ خاک کو نکلوتے رخسار بناتے

اک خاک سے سوسن کا طالب وہ جری تھا

صنل تھا یہی سرسبھی، عطر یہی تھا

جب حج کیا آب و گل ان کا پے تغیر نقدی نے ڈالا ملک الفج مشہور
مظلیٰ میں تو اُس خاک کو سمجھا کیے اکسیر جری میں ہوئے فز کے لیے کھنڈ شمشیر

تن خاک ہوا راہ میں شاہ کھدا کی

دانا تھے سو ضعیف بنے خاک شفا کی

بے وجہ نہیں منہ پہ لی خاک وہ اصلاً بچپن میں خیم تھا پے طامع مولا
اور مہد ضعیفی میں حضور فر تھا آب دم تغیر سے کیا سج سرو پا
منہ خوں سے اگر دھویا تو ہاتھ آب بھا سے

اس تازہ دلو سے گئے لئے کو خدا سے

بچوں کی صفیں کھیلنے میں کرتے تھے تیار فہر کو ان سب میں جاتے تھے یہ سردار
فہر انہیں میرہ کا کرتے تھے تیار آقا سے جو بھولی کوئی کرتا تھا بھرار

ہاتھ ان کا علم ہوتا تھا شمشیر کے بدلے

بچوں سے لڑا کرتے تھے فہر کے بدلے

لکھا ہے کہ جب زن کو چلے لڑنے کی خاطر کس پیار سے شہ بولے خدا حافظ و ناصر
ظاہر ہوا اعجاز حبیب ابن مظاہر بھرا کیا جری نے جوانی ہوئی حاضر

منجی کمر پاک تھی یا لطف خدا تھا

قبضے پہ دھرا ہاتھ جو نئی رعشہ جدا تھا

لکھا ہے کہ نئے گھر میں حبیب ابن مظاہر جو کہے سے راہی ہوا زہرا کا مسافر
پر فکر میں تھے مسلم مظلوم کی خاطر یاں منزلِ اول تھی وہاں منزلِ آخر

رونے کو ملک لاشہ مسلم پہ تلے کھتے

بچی تھی بندھی قاضی کے ہال کھلے تھے

ہمراہوں سے کہتے تھے سب منزلوں میں شاہ ان کو فلوں کو شوق یہ کیسا تھا مرا آہ
کوئی بھی ملاقات کو آیا نہ سر راہ اب خیر کرے مسلم مظلوم کی اللہ
معتشوق کی عاشق نہ خیر لے تو غضب ہے

لو این مظاہر بھی نہ آئے یہ عجب ہے

وجہ یہ ہوئی اسنے میں اک گرد ضیا تاب جس گرد کی گردش پہ بلا گرد ہو گرداب
خنگلی میں بھنور اور بھنور میں زر نایاب میساخت کہنے لگے یہ شاہ کے احباب
ضمیر کہ غریبوں کا غریب آتا ہے مولا

محبوب الہی کا حبیب آتا ہے مولا

روکا پیر فاطمہ نے تو سن چلاک اور گرد سے نکلا وہ حبیب ہے لولاک
تبیح بکف، سر پہ کفن، جیب قبا چاک آنکھوں سے لگائے دہریں کے قدم پاک
بالائے رکاب آنکھ تھی پاؤں پہ نگہ تھی

بھلی کی طرح آنکھ میں سوزے کی جگہ تھی

وہ بولے کہ بس بس نہ بہت شوق بڑھاؤ چھاتی سے لگاؤں تمہیں لو سر تو اٹھاؤ
وہ بولا میں نام ہوں یہ کلمہ نہ سناؤ پڑسا مجھے دے لو تو گلے اپنے لگاؤ
گھبرا کے وہ دین نے کہا کس نے قضا کی

کہ خیر تو ہے اٹھی اہل معنا کی

چھوڑا ہے کہاں مسلم ناشاد و سوزیں کو وہ بولا کہ مارے گئے ذالچ کی نویں کو
بہتر نہیں کوفے کا سراپ وہ دین کو کیا عرض کروں مشورہ فوج نصیب کو
الغلب ہے گھا آپ کا ضمیر کے سنے ہو

رحمت کو تو ہمراہ نہیں لے کے چلے ہو

مسلم پہ جو گزرا وہ جیاں کیا کروں یا شاہ اک شیر کو گھیرے ہوئے تھے بکروں روہا
زخموں سے تو دھاریں تھیں رواں خون کی داغ اور ہاتھ جس پشت غدو ہاندہ تھے آہ

جب خون اگلنے تھے وہ افرام محن سے

کھڑے بھی جگر کے نکل آتے تھے دامن سے

پھر بام پہ لے جا کے انھیں زندہ گرایا رستے ہی میں زخمی کو پیام اجل آیا

پہلو ہوئے شق صدر یہ گرنے میں اٹھایا پھر لاش کو سب کو چن میں اعدا نے پھرایا

ہے ہے میں کہوں کیا کہ ہر اک ظلم نیا ہے

اب فروے کا سرکٹ کے سوئے شام کیا ہے

حضرت نے کہا آہ مرے بھائی غریب آہ اور ان مظاہر سے مخاطب ہوئے یوں شاہ

تو کا ہے کو برباد ہو بھائی مرے ہمراہ جاشوق سے گمراہ اپنے میں خوش اور مرا اللہ

مہمان قضا اکثر د عہاں ہیں بھائی

اب ہم علی اسفر سے بھی بے آس ہیں بھائی

مسلم تو سجدوش ہوئے حکم خدا سے اب ہم کو یہ باقی ہے کہ مقتول ہوں یا سے

زہت کی دعا ہے یہ سدا رہ چا سے امت کی رہائی ہوئیں ہوں قید بلا سے

لٹنے کے لیے کہے سے لایا ہوں حرم کو

منظور ترے گھر کی چابی نہیں ہم کو

وہ بلا نہ واللہ نہ واللہ نہ واللہ خادم نہ جدا ہوگا یہ فرماتے ہیں کیا شاہ

ہاند تری راہ میں اسے خسرو ڈیپاہ ہو فرش جوتیوں کا تو میں سر سے چلوں آہ

گر حیدریوں نے نہ وفا کی ہو تو کہے

قہیز نے علی سے جو دعا کی ہو تو کہے

کیا من جو کہوں مالک اشرف مجھے بھگو یا خانی سلطان و ابواذر مجھے بھگو

سو پخت کا ہے خر جو قہیز مجھے بھگو قہیز نہیں قہیز سے بھی کتر مجھے بھگو

بچپن سے ترے ساتھ ہوں حسین کے قابل

جی میں نہ فرمائیے نفرن کے قابل

صفا کی طرح تو مری بچی نہیں بیمار جو چاکے علاج اس کا کمر میں میں ہمار
ایزائے سر ترک وطن قلب انصار آقا پہ تو آسان ہو اور مجھ پہ ہو دشوار
اس شرط پہ فرماؤ تو جاؤں ابھی گھر کو
اسر پہ فدا کرنے کو لے آؤں پھر کو
گر اہل جنا قطع کریں پاؤں ہمارے ہوا نہ صفت لاش پھرے گرد تھمارے
سرکٹ کے نہ ہو پائے مبارک سے کنارے دل شق ہو تو شیر ہی شیر پکارے
گر ہاتھ جدا بندے کے ہوں کٹنے پہ سر کے
دامن سے خداوند کے پیوند ہوں سر کے
پھر اشتر نہت کی مہار آن کے لی تمام چلایا کہ سیدانی سفارش کا ہے ہنگام
آغاز تو بہتر تھا بُرا ہوتا ہے انجام سید مرا رخصت کا مجھے دینا ہے پیغام
یہ راہ پل حشر سے مشکل ہے تو کیا ہے
وہاں دامن زہرا یہاں نہت کی روا ہے
نہت پہ جب جوش مرڈت ہوا طاری حضرت کو قسم دے کے سکینہ کی پکاری
عاشق نے ترے رو کی ہے نہت کی سواری فروں کا مشتاق ہے یہ بخشو میں داری
لو ساتھ اسے بھی کہ فراق اس پہ ستم ہے
تم کو چہ مینے کے مسافر کی قسم ہے
ہنہ بولے کہ مجھ پر بھی ہے شاق ان کی جدائی پر ان کو بھی روئے گا یہ یکس ترا بھائی
القصد قضا شاہ کو میدان میں لائی اور صبح شب قتل نے کی جلوہ نمائی
مرنے پہ صفیں دھوپ میں باندھیں شہدا نے
پر کھولے تہائے علم - فوج خدا نے
اللہ سے انوار سپاہ شہدائیاں دوزوں کا ہوا ترخ گمراہ کا ارزاں
تھی بسکہ ترقی پہ چلی جایاں بند آکھ کے لیتا تھا غور شید درخشاں

نظارے میں عاجز دم رنڈر تھا خورشید

انہوں کی طرح دست پہ دیوار تھا خورشید

باطل سے ادھر بٹتا تھا یہ لنگر حق دور واں لنگر باطل سے بس اتنا ہی تھا حق دور

ظلمت سے شہیدوں کے ہوا رنگ شفق دور باقی نہ رہا مگر گو نگارے کا مقدور

یہ نور بھرا غازیوں کا چہرہ کھن میں

جو ساغر خورشید جھلکے گا زن میں

خیمے سے برآمد ہوا امڈ کا نوا سا عشاق اہل تین شب و روز کا بچا سا

ہمشیر کو دہچے ہوئے مزمل کے دلا سا آداب بجا لایا ہر اک حق کا شکا سا

بھرے کے صلے میں یہ منادی نے ندا دی

ایمان کا اضافہ کیا اور عمر گنتا دی

ناگہ سوار ایک ادھر سے ہوا پیدا مشہور کثیر امن سحاب اٹھ دنیا

تھی امن مظاہر کو عجب اُلفت مولا شیرانہ پکارے کدھر آتا ہے ٹھہر جا

بولا وہ طرف دار بد انجام مگر کا

بہر شد دیں لایا ہوں پیغام مگر کا

فرمایا حبیب امن مظاہر نے کہ اچھا تو جا پہ سلاح اپنے یہیں کھول کے رکھ جا

وہ سامنے در پر ہے کھڑی دختر زہرا ہر دم ہمیں آواز یہ دیتی ہے وہ ڈکھیا

لکھ مرے بھائی سے ہشیار رہو سب

زہرا کے کیچے سے خبردار رہو سب

اُس نے کہا مردوں کو سلخ کھولنا ہے عار یہ بولے کہ پھر پاؤں بڑھانا بھی ہے دشوار

یوں تھج بکھ جمل تو حضور شہ ابرار تجھے پہ مرا ہاتھ رہے گا دم گنتار

ڈرتے ہیں بلا سے نہ دعا سے نہ تقا سے

واقف ہیں مگر ظالموں کے کھرو دعا سے

اس نے کہا دیکھو تو بھلا قبضہ مرا تمام یہ بولے کہ چاہوں تو ابھی جین لوں مصام
یہ سن کے بڑھے اکثر وہاں خوش انہام اک وقت یہ تھا ایک وہ تھا عمر کا ہنگام
کوئی بھی نہ تھا شر کو جو روکتا بڑھ کر

فہر کا سر کاٹا تھا سینے پہ چڑھ کر

حضرت نے کہا آنے بھی وہ ڈر نہیں کیا ہے آکر وہ شقی بولا مرنے یہ کہا ہے
دیکھو تو سوئے نہر کہ کیا آب و ہوا ہے عہاں نے فرمایا وہ بے شرم و حیا ہے
دریا کے کنارے سے فقط بدترکی ہے
کوڑ سے یہاں مثل حباب آنکھ لگی ہے

وہ بھر گیا تو ایک جواں اور بھی آیا وہ کمر کی صودت تھا یہ ایمان کا آیا
زہرا پہ چلو سر پہ یہ اللہ کا سایا اصحاب کو اپنے یہ فتہ دیں نے ستایا
لو ڈزوں سے خورشید درخشاں نکل آیا
گھسار سے یا قوت بدخشاں نکل آیا

کی عرض صیب بہن مظہر نے کہ آقا یہ قیس کا فرزند ہے اور بھانجا میرا
پر اب مجھے کچھ واسطہ اس سے نہیں حاشا حضرت نے کہا لاڈلے نعت کے ہیں کس جا
کہ عورت و محمد سے اسے لینے کو جائیں

فہر کی جانب سے دعا دینے کو جائیں

وہ بولا کہ دریافت تو کر لیں فہر ابرار یہ قہر کے قابل ہے کہ رحمت کا سزاوار
فتہ بولے ترے رشتے سے آتا ہے مجھے پیار نیکیوں کے خلق نیک ہیں بدکاروں کے بدکار
آواز دی یہ بھانجے کو اس نے غضب سے

تو آگے تو ہشیار تھا غافل ہوا کب سے

لو بے ادب اس وقت بھی ہے گھوڑے پہ اسوار حیدر کا یہ دربار ہے احمد کی یہ سرکار
یہ کون کھڑا ہے ارے کونین کا سردار کھدے میں چڑھا پشت نبیؐ پر جو کئی بار

آ آکھوں سے سید کے قدم تو بھی لگائے

میرؔ سے حسین لے زہرا سے دعا لے

گھوڑے سے گرا پاؤں پہ سروڑ کے دو دیدار حضرت نے کہا پہلے بتا آنے کا اسرار

کی عرض، محرم سے ہے بیت کا طلب گزار وہ بولے کہ جا کہہ دے پذیرا نہیں زہرا

فریاد کی اس نے سر انکار ہلا کر

دوزخ کو کوئی جاتا ہے فردوس میں آ کر

حضرت نے کہا، کیوں نہ ہو ہے بھانجا کس کا پھر فخر کیا ابن مظاہر نے بھی کیا کیا

کہتا تھا کہ بر آئے یوں ہی سب کی مرغا مگر یہ نہ ادھر آتا تو کہتی یہی دنیا

حضرت سے صیب ابن مظاہر نے وفا کی

یہ بھانجے نے آل عبیدؔ پہ جنا کی

نامہ حفرق ہوئے چہ لاکھ شکر کچھ خیمہ سولا کو بلائے کچھ سوئے لشکر

کچھ آئے پس و پیش و چپ و راست بد اختر کچھ راہ میں کچھ ناکوں پہ، کچھ نہر کے اوپر

مرکب کہیں پو یہ تو پیادے کہیں رو میں

قرنا دوف و نوبت و نثارہ جلو میں

اس بلوے سے گھبرا گیا زہرا کا وہ چلایا محتاج تھے ایسے کہ کہاؤں کو منگایا

اور خیمے کے گرد آگ سے خضاق میں جلا یا کی تیغ علم جس نے نیام اس میں گرایا

نرے میں لیا قاطر زہرا کے خلف کو

ناری نے کہا آل عبیدؔ کو جلا دو

پہر نے لگیں خیمے میں نمی زوایاں ششدر ان میں کوئی بیوہ تو کوئی صاحب شوہر

بن بھائی کی خواہر کوئی بن بیٹے کی مادر اک مہن میں بیہوش تھی اک نیچے کے در پر

منہ داروں کے خوف سے ہالوں میں چپا کے

چلاتی تھیں متعل کی طرف ہاتھ اٹھا کے

اے حیدرِ حرمِ سادات بچاؤ سیدانوں کے وارثِ اہاد کو آؤ
اے جعفرِ نجیب سے اہدا کو بچاؤ اے ہامیہ زورِ خداؤ دکھاؤ

دیکھیا دیاں بچا دیاں کیا گھر کی خبر لیں

عابد کی خبر لیں کہ ہم اسٹر کی خبر لیں

نیز ابھی خیمے پہ کسی نے جو لگایا دروازے پہ نہت تھی اسے حق نے بچایا
اُس عہد میں در پہلوئے زہرا پہ گرایا اب دسب جفا دختر زہرا پہ اٹھایا

نظروں میں تاجی کا سماں پھر گیا ہے ہے

زخے میں محمد کا پسر گھر گیا ہے ہے

توس کو حبیب ابنِ مظاہر نے بڑھایا اور قہرِ الہی کی طرح شمر پہ آیا
وہ حربہ وہ دقتی سر دشمن پہ لگایا غش آسمیا بے رم کو غری نے اٹھایا

یہ شیر تھا گرم آتشِ مدِ طور کے مانند

سب لشکرِ شام اڑ گیا کافور کے مانند

سیدانوں سے عرض کی اہدا کو بچا کر لو بیٹھو نبی زادوں اب خیمے میں جا کر
اب شمر نہ دیکھے گا ادھر آنکھ اٹا کر کیا تاروں کا منہ کہ جلائیں تحسین آکر

جب تک کہ سر اپنا نہ علم ہوگا سماں پہ

آج آئے گی تم پہ نہ امام دو جہاں پہ

نہت نے کہا ہے تحسین لوگوں کا سہارا اے ابنِ مظاہر تو یگانہ ہے تارا
طاعت کے ادا کرنے کا وقت آیا تھارا بڑھ کر عمرِ سعد کو آکا نے پکارا

اب چار طرف سے تو بلا فوج کو دن میں

تا ہوئے اس لشکرِ سلطانِ دمن میں

ہر سمت سے لشکر کو عمر دشت میں لایا اور شاہ نے اصحاب کے لاشوں کو اٹھایا
باقی تھے جو کچھ بہرِ نماز ان کو بلایا اور قبیلے کا رخ ابدئے زیبا سے بتایا

کہتا تھا عمر، دشمنِ حاکم شد دیں ہے

ان سب میں نماز ایک کی مقبول نہیں ہے

وہ دھوپ، وہ صبرا، وہ امام اور وہ جماعت وہ وقت فضیلت وہ اذان اور وہ اقامت

بچے ہوئے رومال برابر پئے طاعت ایک ایک نمازی سے قوی رکن عبادت

جو عباس سے قابو میں نہ تھی شاہ کی آواز

پر عرش پہ پہنچی مسیح اللہ کی آواز

فارغ ہوئے واجب سے جو صبر کے پیادہ کی این مظاہر نے گزارش یہ مکرر

باقی ابھی اک فرض ہے واجب کے برابر ہو مرضی اقدس تو بجا لائے یہ احقر

حسرت ہے کہ مر جاؤں میں صبر کے آگے

اکبر نہ جہاں نقل ہوں اس صبر کے آگے

مرضی مبارک کا سہارا جو میں پاؤں سیدھا سونے جنت ابھی جاؤں ابھی جاؤں

اعدا کی کبھی، پشت خمیدہ سے ملاؤں کیا کشتوں کے پٹے میں چپ و راست لگاؤں

خاطر ہے نکاس کو کہ میں غم مثل کماں ہوں

سیدھا صفت حیر نکاتے پہ رواں ہوں

حضرت نے کئی بار گلے ان کو لگایا تازی پہ بغلِ قدام کے غازی کو بٹھایا

اس عمر کہن میں جو نیا مرتبہ پایا خدمت کے لیے عہد جوانی بھی پھر آیا

پھر صبرِ فلک سامنے لڑکا نظر آیا

سب شامیہ کو نور کا رزکا نظر آیا

اب عزم ہے بالجزم کہ ان شیعوں کی خاطر کچھ این مظاہر کی جلالت کروں ظاہر

یہ نو فلک و شش بہت و چار عناصر ہیں شاہد خوش طبعی این مظاہر

دل نحو خدا جان و فدا شاہ کے اوپر

بر عرش توکل علی اللہ کے اوپر

کی چاہ حضرت نے کہ تمام آپ بٹالے یہ بولے کہ موجود ہیں کوڑ کے پیالے
 بولا فلک جہر پر ہم کو بٹالے موسیٰ نے کہا جہر ہے تو میرا حصا لے
 غازی نے کہا عقدہ کشا اپنا علی ہے

تج اپنی پر اپنی عصا اپنا علی ہے
 اے مومنو اب غلط صل علی ہو اے صاحبو آوازہ حسین و ثجا ہو
 شیر کے فدیے کے قبل پہ فدا ہو اس چہرہ روشن سے طلب گار نیا ہو
 تیار ہیں اعدا کی زد و مٹھ کے اوپر
 توفیق جلو میں ہے خدا پشت کے اوپر

کیا چرخ چہارم ہے یہ خوشانی زیبا سجدے کا نکشاں صورت خورشید ہے پیدا
 ابد پہ سر چشم یہ مردم کا ہے دھوا لو گرم مہ نو نے کیا پہلوئے جیسا
 اک جلوہ جو بخشش نظر ہر اثر کا
 کھو دی برقاں ہر کا اور جرم قمر کا

صوبہ رخ ان دونوں پہ صادق اگر آئے گل ہارخ میں خورشید فلک میں نہ سائے
 اک ہار طواف اس رخ انور کا جو پائے پھر شمع کو پردانہ کبھی منہ نہ لگائے
 گر چچ میں قرآن گل عارض کا دھریں ہم
 قصہ گل و بلبل کا ابھی پاک کریں ہم

اللہ ری جلی چرخ رخ زیبا یوں نور کی لوکان کی لو سے ہے ہویدا
 جیسے کسی روزن سے کرن صبر کی پیدا ہر کان بنا کان در حسن و جلا
 از بس کہ ہے غل گوش نیا ہار کی صو سے
 سو چرخ نے دی کان میں انگلی نہ نو سے

اب مہ نظر ابدوں کے آپ کی ہے دید اس چوٹے سے سورہ کی عظمت میں ہے تاکید
 سب صاحب اخلاص کہیں سورہ توحید مردم پہ عیاں پکوں سے دلدان تاکید

ماتھے پہ جگہ ملنے سے شان ان کی جدا ہے
 لو سورہ اخلاص گلیے پہ کھدا ہے
 جو دید اس ابرو کی کرے شور مچائے اک دیکھ کے جیسے مرنو سب کو دکھائے
 لیکن یہ سخن اہل سخن کو نہ خوش آئے عیسیٰ کی طرح اس کا سخن شہرہ قلن ہے
 لو اور سنو کہتے ہیں یہ غنچہ وہاں سے
 پوچھو تو بھلا غنچے میں یہ بات کہاں ہے
 وہ بچکھاس ہے جو کبے بچھ دکن ہے کہتے ہیں اسے بچھ اور اس میں بھی سخن ہے
 جان اس کی فصاحت یہ فصاحت کا بدن ہے عیسیٰ کی طرح اس کا سخن شہرہ قلن ہے
 لو اور سنو کہتے ہیں یہ غنچہ وہاں سے
 پوچھو تو بھلا غنچے میں یہ بات کہاں ہے
 اب حضرت زباں چشمہ میواں میں جو ہو پاک تو ہو صفت نطق حبیب شہ لولاک
 پاں ناخن بھولا ہے کلیم اللہ اوداک دھوئی فصحا ان سے بلافت کا کریں خاک
 جس پہ ہے یقین خط شعاعی کا جہاں کو
 خورشید کے تالو سے یہ کھینچا ہے زباں کو
 یوں دیش کی ہے شان حضور رخ تاباں جس طرح پڑھے شیخ کے آگے کوئی قرآن
 اور سینہ بے کینہ ہے کتبۂ ایماں کتبۂ ایماں ہے دلائل شہ مرداں
 ہاتھوں میں ہے کونین کی دولت تو بجا ہے
 ان ہاتھوں میں دامان امام دوسرا ہے
 دیکھو کوئی اصحا کے تائب کو خدا صانع نے جب مخلص ترکیب سنوارا
 بننے ہی یہ قالب سوئے شہیر پکارا القلوب علی ہایک لیل و نہارا
 یہ قد جو سراپا تھم راست رقم ہے
 تو بچھ میں یہ موئے میاں بال قلم ہے

رخ حسن میں یوسف ہے تو قدر رخ میں یعقوب نقطہ ہے دامن اور آلف قد خوش اسلوب
اس ایک سے دس قد کی بزرگی ہوئی کیا خوب نقطہ جو الف پر ہو تو دس ہوتے ہیں محبوب

دن رات ہے تحصیل سعادت میں یہ قامت

قامت کی طرح سے ہے عبادت میں یہ قامت

گو لوح پہ ہے پایہ خود سر بُر نور یہ ممکن حقائق شجاعت ہے سر طور
سب میں جو خط مغربی چرخ ہے مشہور ہے آپ کے نیزے کی شاخوں سے مسطور
کیا نیزے پہ پھل نیزے کا سمور ہے صو سے

لو صاحبو لو نکل ہے شمع مے نو سے

اور اندر پر سایہ جہاں ڈالے زمیں چمکے نہ وہاں تنغ شعاع و خاور
قبروں پہ جو ہو عکس لکھن تنغ و لاور پھر حشر کو مردوں کے بدن پر نہ لے سر

دردیا پہ عمارت ہو تو گر پڑنے کا ڈر ہے

اس تنغ کے پانی پہ کمر فتح کا کمر ہے

تعریف کہاں میں کمر اب حوصلہ ہے نکل دن میں ہے ضیا کا بکھاں کی کئی فرسک
اعدا کو ہے عرق کا دامن ترکش خوش رنگ کیا زہرا نکلتا ہے یہ تیروں سے دم جنگ

بکلی سے جنگ و تاز میں ممتاز ہے کھوڑا

جان باز ہے راکب تو قدم باز ہے کھوڑا

رہوار کے آگے کوئی جادو نہیں چن سائے کے برابر کوئی آہو نہیں چن
ساتھ اس کے فلک وقت بچا پو نہیں چن اس چال سے سرصر کا بھی قابو نہیں چن

اظفال سبق اپنا رواں پڑھ نہیں سکتے

آگے قدم مر رواں پڑھ نہیں سکتے

غازی نے عیاں روک کے ہراک پہ نظری پڑھ پڑھ کے رجز جنگ کہاں شکر سے ترکی
فرمایا مبارک ہو جدائی تن و سر کی ہے دھاک شجاعوں میں سرے جہد پد کی

میں یاد دو زور شہا جان سلف ہوں

بچپن کا غلام ہر شاہ نجف ہوں

اس کہے کا جانی ہو گراتے ہو جسے تم اس آئے کا حافظ ہوں مٹاتے ہو جسے تم

اس چاند کا بالا ہوں چمپاتے ہو جسے تم اس گلہ کا شاہد ہوں بھلاتے ہو جسے تم

اس گل کا میں بلبل ہوں جسے خوں میں بھرو گے

اس شمع کا پردانہ ہوں گل جس کو کرو گے

اب قلم زہرا کو تو مرقہ سے نکالا کچھ سننے ہو قتل میں کھڑی کرتی ہیں نالا

اس تیرے قاتلے میں بھی خوش ہیں شہ والا پر مرتا ہے بانو کا ہر ہنسیوں والا

سیدائوں کو پاس سے جھولے کے ہٹا دو

پانی قصیں جا کر علی امیر کو پلا دو

اعدائے کہا خوب یہ ذلت ہم اٹھائیں جائیں وہاں اور پانی بھی امیر کو پلائیں

گر کہہ دو سرکات کے ٹھہارے لے آئیں اور سامنے شہزادے کے نیزے پہ چڑھائیں

دیکھو کسی وقت اب آتا ہے غضب کا

ہم تیرے قاتلے میں گھلا کاٹیں گے سب کا

شہزادے جی میں قصیں مرنے کو بھیجا اکبر کی جوانی پہ دکھا ان کا کلیجا

کیا جی کا سرکانا تشریف تو لے جا غصے سے کہا شیر نے کیا کہتے ہو بیجا

کمزور کسی خیر میں جی کے سبب سے

شہزادے برا جی زبردست ہے سب سے

دانش نہ تم لاکھ جواں اور نہ میں اک جی میں جو ہوں نیکی میں غصت میں ہو تم جی

تم لوگ مرید زور و جاگیر ہو بے جی میں قابل حق مستند حضرت شہزادے

ہر جی و جواں صاحب توقیر ہے ان کا

نو پشت کا خادم ملک جی ہے ان کا

وہ جی ہوں میں تجھ و شاں جس کا عصا ہے ہے ٹھنڈ بھی تو جی ہی پر مرجہ کیا ہے
 ٹھنڈ پہ یہ جہ غلام آج خدا ہے جیروں نے قصیں شرم نہیں حق کو حیا ہے
 جی رہی ہے وہ دولت کہ کفن نہیب بدن ہے

ہر موئے سفید اپنے لیے تار کفن ہے
 قد خم ہو تو ہو چل تو کج میری نہیں ہے اس وجہ سے ماں مرا سر سوائے زمیں ہے
 پوشیدہ زمیں میں بنی عرش نہیں ہے ٹھکنے ہی سے روشن بخدا نام نکلیں ہے
 غافل کو اشارا ہے کہ محکوم خدا ہو
 ملتا ہے اسے خاک میں ہاٹل سے جدا ہو

جھکنا شرفا کا ہے مٹھائے شرافت ٹھکنے ہی سے اٹلاک کو حاصل ہوگی رفعت
 ٹم ہونے سے محراب بنی جائے عبادت شاہد سے رکوع اس پہ کہ جھکنا ہے اطاعت
 ڈرتے نہیں تم قد خیدہ سے عجب ہے
 جو تجھ کہ خمدار ہے کات اس کا غضب ہے

میڑھے ہوئے سن کر خن راست وہ کج باز سیدھے کیے نیرے سوائے غازی خوش آغاز
 شاغوں سے کمانوں کے لاتے حیدوں کے شہباز اور یاں ملک الموت نے کھولے پر پرواز
 گھوڑے نے کیے کان کھڑے باجوں کے غل سے
 آب دم شمشیر بڑھا میان کے پل سے

دامان قبا شاد کے یاد نے سنبھالے دو صاعقہ برقی اہل فوج پہ ڈالے
 اک تیغ اور اک دشن ہنرجن کے خزالے پھر صف کی صفائی تھی تو ہڈے تھے رسالے
 ارشاد کیا تجھ سے ایک ایک کو دو کر
 تو سن سے کہا ہاں سر کھار پہ ٹھوکر

شمشیر تلی تفل پہ پیدا ہو گروں کے کیا حصے برابر کیے ان بد گھروں کے
 اک بال کا تھا فرق نہ گزروں میں سروں کے مرکب نے پراگندہ کیے ہوش پروں کے

ہمت سے یہ تھا دانت لعینوں پہ لگائے

ابھو کی طرح نعل جبینوں پہ لگائے

یہ صاعقہ ہر فرق پہ جو شعلہ فشاں تھا

ہر تن پہ نین سو کا فقط وہم و گماں تھا

ہر سو نہ تھے رگ رگ سے نمودار دھواں تھا

بکلی جو گری تیغ کی انعامِ عفو پر

دودھ بھی بہت گرم ہوا دھواں کے اوپر

تھا ضرب کے عالم میں جب حسن کا عالم

اور ایک طرف آپ کا وہ قامت پر خم

جس صف پہ بچکے تیغ برابر نظر آئی

کراڑ کی شمشیر دو بیکر نظر آئی

تیار کس آہن سے یہ شمشیر ہوئی ہے

کیا جنگ میں سیدھی کمر چیر ہوئی ہے

اس ٹھٹھنے سے چروں کے تنے نہیں دیکھا

نیزہ کسی تلوار کو بننے نہیں دیکھا

تھے مثلِ قلم قابلِ گردن زدن اعلا

سوخت ان کو کیا تیغ کے شعلے نے سراپا

یعنی وہ یہ کار تھے سب طالبِ دنیا

لہریز دھوئیں سے ہوا پھر سینہ صحرا

کھانا نہ گیا کچھ بھی سیاہیِ قلم سے

معذور ہوئے کاسبِ اعمالِ رقم سے

یا پختنِ پاک کا نفرو تھا ہر اک بار

بمردوں کو پوچھو تو شمار ان کا ہے بیکار

دوبابہ کیے چار سو اس شیر نے فی النار

باقی جو رہے خوف سے مردہ تھے وہ کفار

مس جس کو کیا تیغ نے انواعِ عدو میں

مسلِ مس میت کیا دھواں کے لہو میں

اک زندہ نہ تھا مردہ تھے سب تنجے کے ڈار سے مردہ تھے تو بھر دور تھے کیوں قعر ستر سے
ہاں وہیں پھری آتی تھیں جاہا کے ادھر سے ان کو بھی یہ شمشیر جلاتی تھی شرہ سے

کھڑت سے جو مردے وہ دوزخ پہ پڑے تھے

جانے کی نہ تھی راہ عدد دن میں کھڑے تھے

اسنے میں کماندار بڑھے گوشوں سے اُس آں جاسوسِ خدنگ ان کا اڑا چھوڑ کے میدان
جوشن تھے ہزار آنکھ سے گواں سننے عجبہاں پر دیکھ کے اس حیر کی آمد ہوئے حیراں

ہر بند کو کھولا بھی لیا نقدِ بھا بھی

جنش نہ ہوئی تن کو یہ آیا بھی گیا بھی

یہ دیکھ کے سب برہمچوں والے بڑھے اک ہار اور آپ نے بھی نیزے کو دی گردش پر کار
بڑھ کر صف اول کے جو سینے پہ کیا دار فوراً صبحِ آخر کے ہوا پشت سے وہ پار

اور پشت پہ مارا تو سناں بر محل آئی

بوڑی صفت ناف شکم سے نکل آئی

ہر منسلے میں تھا ابنِ مظاہر کا یہ عنوان شمشیر بکف آتے تھے پیشِ شرِ زباناں
سب دھم دکا کر انھیں کہتے تھے میں قرباں آکا مرے راضی ہوئے فرماتے تھے وہ ہاں

پر سننے تھے حیدر کی صدا یاں سے پلٹ کر

ہم کو نہیں خوش کرتے ہو سینے سے پلٹ کر

تھی بارِ سوئم آہ کہ دن کو جو سدھارے برجھی گئی کھوڑے سے گرے ضعف کے مارے
دیراں کے جو آنے میں ہوئی شر یہ پکارے مہاں حبیب ابنِ مظاہر گئے مارے

دیکھو ادھر آتا ہے کہ لڑتا ہے وہ غازی

یا ایڑیاں شعل میں رگڑتا ہے وہ غازی

ایوڑھی سے چیمبر کی نواسی نے پکارا میں غش میں تھی جو کہہ گیا بابا یہ تھارا
اندا نے مرے لعل کے خنوار کو مارا اے بھائی رفتی آپ کا دنیا سے سدھارا

خون آپ کے بچپن سے مصاحب کا بہا ہے
 دم بھرتا تھا جو ش کا وہ دم توڑ رہا ہے
 سر بیٹ کے حضرت نے کیا چاک گریباں سیدانیاں تھیں در پہ کہا ان سے یہ اُس آں
 کیوں قاطر کی تھپو کچھ کرتی ہو احساں احسان بھی ہے کہ عزا کا کرو سماں
 فدویہ مرا نکلیں ہے اور آوارہ وطن ہے
 یاں اس کی نہ بچی ہے نہ ماں ہے نہ بہن ہے
 عہاں نے یہ سن کے کیا چاک گریباں اور گیسوئے مظہیں کیے اکبر نے پریشاں
 یہ قافلہ ماتم کا گیا لے کے وہ سلاطین پر لاش پہ کب آئے کہ جب ہوؤں پتھی جاں
 انک آکھوں سے جاری ہوئے اور آہ جگر سے
 منور سے یوں لپٹے پد بھیجے پسر سے
 ملتے تھے دامن سے دامن اور رکھتے تھے بولو اے میرے اولیں قرنی آنکھ تو کھولو
 دم توڑیو پھر ہم سے بغل گیر تو ہوو رخصت کرو باپیں گلے میں ڈال کے روو
 آطر ہمیں صدمہ دیا دوری کے الم سے
 بچپن میں اسی واسطے تم کھیلے تھے ہم سے
 لکھا ہے کہ بچگی یہ صداکان میں جس آں بے ساختہ بولے میں اس آواز کے قرباں
 مولا در دولت کی زیارت کا ہے ارماں لے چلے کہ مشکل مری ہوگی وہیں آساں
 حسرت ہے کہ رخصت ہوں میں ناموسِ نبیؐ سے
 کچھ بچنے کے حق میں بھی کہوں بہت علی سے
 تب شاہ نے آغوش میں لاشے کو اٹھایا عہاں دلاور نے علم کا کیا سایا
 وہ بولا کہ بس بچپن بہت گور میں پلایا شہ نے کہا بھائی مرا حیدر کا ہے جلیا
 عزت نہ کریں حیری تو کیا خلق کہے گی
 وہ لاش بھاری ہے کہ بے سایہ رہے گی

لاش اس کی درخیزہ پہ لاکر جو لٹائی ہمشکل چہرے نے عبا اپنی بچائی
 اچلی سی روا لاش پہ نہت نے اذہائی اک حشر تھا جو بولے شرکب و بلائی
 سیدانوں روئے نہ ابھی اس کے قلق میں

کچھ کہتا ہے نہت سے اسے بیٹے کے حق میں

نہت نے کہا کس کے بھروسے پہ سنوں آہ تم مرگ پہ تیار میں تشریش میں یا شاہ
 بولا یہ صیب آپ کی ہمت سے ہوں آگاہ بیٹے کی یقینی کا مجھے علم نہیں واللہ
 قادر مرے بعد اس پہ ہو یا رنج و بلا ہو

یہ سب ہو مگر دوستی آل عبا ہو

آقا کو مرے آج سر اپنا ہے کٹانا سرنگے ضرور آپ کو کونے میں ہے جانا
 رستے میں کہیں داں مرے بیٹے جو پانا جس نیزے پہ سرشکا ہو گرد اس کے پھرانا
 لو رکھو کہ ہاں یہ ترا کہہ کے موا ہے

وہ کیجیو جو باپ سے عقل میں ہوا ہے

پھر پڑھنے لگا کلمہ صیب وہ نمازی بخشا ارم اللہ نے کی بندۂ نوازی
 رو رو کے بیاں کرنے لگے شاہ تجازی ہے ہے مرا زاہد مرا عابد مرا غازی
 ایسے بھی وفا دار نہ ہوں گے نہ ہوئے ہیں

جن سے مرے چہنے کا مرا تھا وہ موائے ہیں

ہے ہے مرا غمخوار صیب ابن مظاہر سید کا طرفدار صیب ابن مظاہر
 بچپن کا مرا یار صیب ابن مظاہر نیکی کا مددگار صیب ابن مظاہر
 واللہ یہ اک شیر تھا شیران خدا سے

آفت میں بچاتا تھا ہمیں اہل جنا سے

لکھا ہے کہ فارغ ہوئے روزے سے جو سرور لاشے کو رکھا لا کے شہیدوں کے برابر
 تھا فکر عالم میں حصین ایک شکر اس لاش ہے جاں کا قہر جس سے ہے

اور منتظرِ وقت وہ ظالم رہا زن میں

یاں تک کہ جدائی ہوئی شے کے سروتن میں

سر کھنٹے ہی لٹنے لگی مہیڑ کی سرکار کھسا ہے لٹی چار گھڑی عترت اظہار

امداد کرے کون نہ اکہڑ نہ علمدار سر ننگے سراپوں سے نکل آئے سب اکبار

نیزوں پہ رکے ظالموں نے سر شہدا کے

کونے کو چلے پیوڑوں کو لونٹوں پہ بٹھا کے

وہ امن مظاہر کا عدد بھی ہوا ہمراہ پر گردوں رہوار میں ہاندھا تھا وہ سر آہ

کونے میں ہوا داخلہ سادات کا ناگاہ اور آئے محلے میں یمن کے حرم شاہ

انبوہ تھے ہر سمت عرب اور جہم کے

رک جاتے تھے ایک ایک قدم لونٹ حرم کے

اک غول میں کیا دیکھتی ہے نسبتِ نااں اک طفل ہے پھاڑے ہوئے گرجے کا گرباں

روتا ہے قیموں کی طرح باہر عریاں کچھ دھوڑتا پھرتا ہے ہر اک سمت وہ نااں

جو پوچھتا ہے چہرے پہ کیوں خاک ملی ہے

کہتا ہے چہری حلق پہ سہد کے چلے ہے

باہا بھی مرے پاس تھے آقا کے سدھارے کیا جانے بچے یا گئے کوڑ کے کنارے

اماں کے سوا کوئی نہیں سر پہ ہمارے نسبت نے ندادی کوئی اس پر مجھے دارے

مظلوم کا ٹکس کا مسافر کا پسر ہے

لوگو یہ حبیبِ امن مظاہر کا پسر ہے

مقتل میں وہاں امن مظاہر کا ہے لاشا یاں پوچھتا پھرتا ہے خبر باپ کی بیٹا

کیوں لوگو اگر قید نہ کر لیں اسے اعدا بن باپ کے بچے کو میں دوں باپ کا پڑسا

حیدر ن ضحانت اسے ذر مجھ کو بڑا ہے

یہ روتا ہے مہیڑ کو اور شہر کھڑا ہے

ناگاہ کھلے سر ہوئے پیاسوں کے خوددار ساتھ ان کے حصین ایک طرف گھڑے پہ اسوار
سر این مظاہر کا تھا اور گردن رہوار نالتے پہ تڑپنے لگی پھر نہت ناچار
چلائی کہ توفیق کسی کو یہ خدا دے

ہے ہے کوئی اس بچے کو اس وقت ہٹا دے

اس بچے نے سر این مظاہر کا جو دیکھا پہلے تو کہا دوڑ کے ہے ہے مرے بابا
پر راہ میں گر گر کے وہ سر کھڑے تھا ایسا نزدیک جو آیا تو بہت شک اُسے گزرا
جھک جھک کے لگا دیکھنے وہ سر کو پد کے

بالائے زمیں آنسو چکھنے لگے سر کے

رو کر کہا اے سر مجھے نام اپنا بتا تو کیوں پٹھیاں آنکھوں کی تری پھرتی ہیں ہر سو
روتا ہے کھلے دیکھ کے ان بچوں کے گیسو یا میری قیمتی پہ بہاتا ہے تو آنسو
بچا ہے نہ روتا نہ تڑپتا مرے جی کا

تو سر مرے بابا کا ہے یا اور کسی کا

اے سر تجھے کیوں گردن رہوار میں باندھا کیا نیزے کے قابل بھی نہ مجھے تجھے اعدا
شیر کا سر ہو تو بھا لاؤں میں بھرا نہت نے عداوی کہیں مُردہ بھی ہے بولا
وہ نیزے پہ اسوار سکیٹ کا پد ہے

بن باپ کے بچے یہ ترے باپ کا سر کا

نیزے کی سواری جو نہ پائی تو نہ پائی ممتاز تہ عرش ہیں حضرت کے فدائی
چلتی ترے گھر پرے کو میں غم کی ستائی پر جاتی ہوں بندی میں جیہڑ کی دہائی
جیتی ہوئی گر شام سے یاں آؤں گی پیارے

رہ ساد تری ماں کو میں پہتاؤں گی پیارے

یہ سننے ہی خوں آنکھوں میں اس کے اتر آیا اک سنگ اٹھا کر سر خالم پہ لگایا
اور باپ کا سر کھول کے گرتے میں پھپھایا عابد کو سکیٹ نے چل کر یہ سنایا

مجھ کو بھی یوں نہیں قبلہ و کعبہ سے ملا دو

ایسے سرے بسیا ہمیں سر باپ کا لا دو

ہم کوئی نہیں غیر سر ش کے ہیں مختار ہر بار چڑھاتے ہیں اسے نیزوں پہ خونخوار

کیا شاد ہے سر باپ کا لے کر یہ خوش اطوار ہم دیکھ بھی سکتے نہیں ایسے ہیں گنہگار

یا تو مجھے ظالم سر شاہ شہدا دے

یا میرا بھی سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھا دے

ناگوار سراں بچے سے لینے لگے بد ذات زلفوں کو کوئی کھینچتا تھا اور کوئی ہات

بھلی کی طرح لوثتا پھرتا تھا وہ صہبات اور بہر ملک دیکھتا تھا چاہب سادات

کا ہے کو یہ ایذا نہیں غریبوں نے سہی تھیں

اونٹوں پہ بندھے ہاتھوں سے سر پیٹ رہی تھیں





افسوس مری قدر نہ چاہی مجھے
سجایا تو نقطہ مقابل مجھے
معنی ہیں یہی نزاع لفظی کے دیر
خاموش جو ہم ہوئے تو قائل مجھے



ہے رزم و سراپا تو زباں اور ہی ہے
اور چین کے مابین بیاں اور ہی ہے
کس درجہ بلند ہے تری فکر دیر
کہتی ہے زمیں یہ آسماں اور ہی ہے

سلام

ہے نکس گیسوئے رخ اکنتہ کیاں کہاں
 ہونے میں کرہا میں یقیں میں ہوں میں
 نگار نہی چناں میں نمن میں تار میں
 کال میں شفق میں لعل میں خورشید سج میں
 سفین میں جہل میں اُحد میں حبوک میں
 خورشید میں فجر میں ستاروں میں برق میں
 تنور میں شجر میں خزانے میں طشت میں
 فرقہ عدد میں سینے میں جوشن میں زمین میں
 بغداد میں عراق میں نہیز میں شام میں
 حیرب میں نینوا میں یمن میں مدینہ میں
 دنیا میں آخرت میں ستر میں بہشت میں
 دربار میں خرابے میں جنگل میں شہر میں
 ہستی میں جنگلوں میں ترائی میں کوہ میں
 دریا میں قتل گاہ میں نیساں میں چاہ میں
 مقتل میں طبر گاہ میں زنداں میں راہ میں
 کچن میں اور ہوپ میں شیروں میں دشت میں

سنبل کہاں کہاں ہے گل تر کہاں کہاں
 مدوں ہوئے ہوا کے دلبر کہاں کہاں
 پھیلی ہے نگاہ گل حیدر کہاں کہاں
 ہے رنگ خون کھنڈہ نجر کہاں کہاں
 تنہا لڑے ہیں فارغ نہیز کہاں کہاں
 ہے نور آفتاب عیبر کہاں کہاں
 تھا ایک مصعب سر سرود کہاں کہاں
 در آئی ذوالفقار دو پیکر کہاں کہاں
 تھے جمع قتل گاہ کو ستم گر کہاں کہاں
 تھا قتل گاہ کا شیون و محشر کہاں کہاں
 ہے اختیار حیدر صند کہیں کہاں
 درواگنی حسین کی خواہر کہاں کہاں
 گاہ کو لیے پھرا ہے مقدم کہاں کہاں
 حضرت نے دعوہ لاشہ اکبر کہاں کہاں
 روئے چدر کو علیہ مظهر کہاں کہاں
 مسلم کا کھینچا لاشہ ہے سر کہاں کہاں

غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دیر

آئے مدد کو ساجی کوثر کہاں کہاں

معراجِ سخن کو ہے مرے ذہنِ رسا سے

۴

معراجِ سخن کو ہے مرے ذہنِ رسا سے ہے ذہنِ رسا لوحِ پہ اکثر کی ٹا سے
اکثر کی ٹا کرتا ہوں انضالِ خدا سے انضالِ خدا ہے مددِ خیرِ دوا سے
جب ہو مددِ خیرِ دوا ذہنِ رسا پہ

پھر ذہنِ رسا کا ہو گزرِ عرشِ عطا پہ
پستی سے مرا ذہنِ سوئے لوحِ ہے سیاح ہوا کو اکب ہیں لیے ہاتھ میں مصباح
خامد ہے مرا قفلِ درِ عرش کی مفتاح جبریل جو ہلاتے ہیں سو نکلتا ہے مداح
جو نقطہ ہے سو ٹپکِ چشمانِ یقیں ہے

پیکار یہ ٹپک ہے اگر چشمِ نہیں ہے
میں ڈرہ ہوں الا یہ ہے فیاض کی سرکار یاں دانے کو خرمن لے اور کاہ کو کوسار
قعرے کو گہرِ ڈرے کو زرِ خار کو گزار اک مورِ یہاں ملکِ سلیمان کی ہو مختار
دیکھو، کوئی قصوبِ جیبیر کی نیا کو
حاصلِ پو بیضا ہے یہاں دستِ گدا کو

ممدوح کی نسبت سے مجھے فخرِ بجا ہے ممدوح مرا فخرِ دو ارض و سما ہے
ہمشکلِ نئی جانِ علی نورِ خدا ہے ہے اس قدرِ افضل کہ شہادت کو قضا ہے
دیوانِ ازل کے لیے مطلعِ نب اس کا

عنوانِ ابد کے لیے ظفرِ لقب اس کا
اشراق اسے کہتے ہیں آیا مجھے باور جبریل ایں سدرہ پہ میں روئے زمیں پہ
اور علمِ نہاں دل پہ ہویدا ہیں سراسر یہ وصف ہے اکثر کا دیا نصبِ جیبیر

سر کو عرضِ خلدِ مدحت میں دھروں گا

شرع کہنِ باطلہ منسوخ کروں گا

کھینچوں خطِ بظاں سرِ نقاشی مانی ہزاروں کو کروں قتلِ بچہدانی
دکھلاؤں جو شہزادے کی تصویر جوانی اول ہی نظر میں کہیں سب احمد جانی
اکثر کی جوانی کے جو عالم کا بیاں ہو

پھر از سر نو عالمِ حیر آج جہاں ہو

یہ صورتِ تغیرِ تو سیمین مکاں ہے تھا کہ فلکِ حیر کا یہ بختِ جہاں ہے
شاہدِ ملکِ شرف و شوکت و شاں ہے کعبہ وہ اکثر کی طرف سگمِ نشان ہے
حق اس کی طرف ہے یہ جہاں جس کی طرف ہے

قبلہ صفتِ قبلہ نما اس کی طرف ہے

اللہ رے بھالِ رقمِ چہرہ اکثر خامہ ہے زمیں بوی قرعاس میں بکمر
موجود ہے خورشید لیے ہاتھ میں بحر تا چہرے پہ اسپند کرے دانہ اختر
الطہ ہے کہ چہاب ہو اس رخ کی چمک سے

آئینہ مہتاب گرے دستِ فلک سے

جانِ بدنِ قدرتِ کامل ہے یہ تصویر یوسفِ نقادِ خواب تھا یہ اس کی ہے تعبیر
حسن اس کا سلیمان کے لیے آیتِ تبخیر عشق کس کا حسینوں کے لیے طوقِ گوکیر
نظارے کی موئی کو دلیری نہیں ہوتی

ہاتھ وہ ہیں دائرہ کو سیری نہیں ہوتی

رخِ چہرہ صدقِ کراماتِ بکبر یا طبعِ درخشندہ طاقِ دلِ حیدر
پردانہ پر سوختہ جس کا شہِ خاور قانونِ خیال دوسرا جس سے منور
یہ ہالہ مہِ لالہ رخسار اگر ہو

اک دن میں تو خورشید ہو اک شب میں قمر ہو

معراج پیبرؐ کی تو روشن ہے حقیقت ہاں دیکھو یہ عرش جہیں چشم کی زینت
اترا ہے نبی کے لیے یہ کاسۂ نعمت ہم صحبت دہم کاسہ ہیں معبود سے حضرت
اس کاسے میں رتبہ ہے یہ پکلوں کی ثنا کا

اک ہاتھ نبیؐ کا ہے اور اک ہاتھ خدا کا

اب مومنوں کو عالم بالا کی خبر دوں حل عقدہ مدح سر اقدس ابھی کر دوں
گردوں کو میں نسبت سر پر نور سے کر دوں یہ عرش ہو اور عرش بنے رفیق سے کر دوں
اک قصبہ احمدؐ ہے اسے فوق جہاں پر

خورشید سے اک نیرہ سوا ہوگا سناں پر

پہلی سے عیاں نور پیبرؐ کا ہے آداب تقسیم کو سنگ یہ کعبہ ہے جناب
ہے شہرہ عرابِ خم احمدؐ کے نایاب کیوں کعبہ مسجد میں نہ جھکتی پھرے عراب
گردش خم احمدؐ کو ہے چشم دوسرا میں

جس طرح سے عراب پھرے قبلہ نما میں

کیوں مد نظر چشم کو گردش ہے ہر اک بار پہلو کو بدلتے ہیں مگر مردم بنار
احمدؐ کے قریب سے کھلا چشم کا اسرار ہے نور کے گہوارے میں بھی خوش اطوار
ہاں پنچہ مریمؑ کہو پنچے کو پلک کے

گہوارے میں بھی کو سلاتے ہیں تھپک کے

یہ دیدۂ روشن ہیں کہ غیبِ حق ابرار مثل مدد خورشید شب و روز ہیں بیدار
قرآن سدا آگے ہے مثل خطِ رخسار نے خواب کے طالب ہیں نہ راحت کے طلبگار
گو سیر بہت عالم اسباب میں دیکھی

یہ چشم نہ مردم نے بھی خواب میں دیکھی

عارض کے برابر ہے عجب ذلف کی توقیر ہے روز کے پہلو میں وہ قدر کی تصویر
نہتے ہو جو تم سورۂ قدر اس کی ہے تفسیر زینت کے لیے خواب پریشاں کی ہے تعمیر

قیمت شکن مشکب نعتن بچ و شکن ہیں

اک اک شکن رلف میں سو شہر نعتن ہیں

خال رہا القدس کو کہیں دیکھ کے دانا یہ غزن حسن علی اکبر کا ہے دانا

اور زلف رسا زلف شفاعت کا ہے شانا سلجھایا ہے وہ کام کہ منوں ہے زانا

رتبہ سنو اس زلف کا نیزے کی زباں سے

بانامی گئی امت کے لیے چوب سناں سے

گو غنچہ ہے گوش پر سید خوش غو قرب نعتن زلف سے پر نانے کی ہے بو

اور معلقہ گیسو کہ ہے اک ناز آہو ہے کان کی گت سے رگ غنچہ ہر اک سو

نانے کا شرف غنچے کو کاکل نے دیا ہے

اور گوش کے نانے کو یہاں غنچہ کیا ہے

خط حسن کی خاطر ہے غزاں کا خط فرماں یاں معلقہ خط حسن کو ہے چشم نکہاں

صرصر سے ہے ایکن یہ چراغ رخ تاباں عارض کو کیا خط نے چراغ = داناں

گھٹن ہے لفظ اور لفظ ابر بہاری

رخ بارغ بہاری ہے یہ خط ابر بہاری

بلبل لب جاں بخش کو گر غنچہ بتائے تو غنچہ ابھی مصحف گل سر پہ اٹھائے

سو طرح کے انکار عشقی میں سنائے عارض کو جو دیکھے رخ گل پر عرق آئے

داغ دل لالہ نہ کوئی سمجھا کہ کیا ہے

مضر رخ اکبر کی غلامی کا نکسا ہے

ب زعمہ سخن مردہ اجاز سیما یعنی کہیں روحی بدادک اس کو ہمیشہ

ہے ہزہ خط پشت لب پاک پہ گویا ہاں شہر و سیما کی زیارت کرد اک جا

اکبر کی زباں مجر صادق کی زباں ہے

ماہلق شاہد ہے کہ وہی اس کا بیاں ہے

تھوڑے گھو اس کا گھو ہے چنے دنیا ہے مخزن عرفان خدا سینہ زریا
مصدق قلک سینہ چنے معرفت اس جا ہیں یاد الہی میں شب و روز سب اصحا
کو یاد فراموش کسی نے نہیں کی ہے
پر یاد دہی کو بھی گرہ ناف نے دی ہے

اب فکر ہے عاج ہے لاف صفت سو عاجز ہے خود موئے کمر و صوفیہ کے برسو
کہتی ہے نہ کر بندش مضمون کمر تو ہو بال تو ہاتھ آئے گرہ کا بھی ہو قابو
ایجاد نہ شاعر کا نہ یہ اہل خبر کا
مضمون کمر بند نے ہاتھ ہے کمر کا

حال دہن و موئے کمر ہو گیا حالی ان دونوں حدیثوں میں ہے مضمون خیالی
اک نقطہ لوراک سو کی جگہ چھوڑ دوں خالی اعجاز مجسم ہے یہ ابن شد عالی
حرفے زہانش ہیاست و میاں نیست
راڑے زہانش ہیاست و میاں نیست

نعلین کعب پا رتے میں عراب عبادت انگشت سے طبع حرم انگشت عبادت
ہر پا سے میاں پائے محمد کی جلالت نعلین سے پیدا ہے ہلا لہین کی طلعت
نعلین سے یہ پائے منور جو نکالے

تو جیب میں موئی پو بیضا کو جھپالے
اور مصرع انگشت قدم صبح وہ راست ہیں کعبہ ایمان کے ستوں پائے چپ و راست
ناخن کی نشست ان پر نہ نوکی ہے برخواست ناخن ہے وہ پا در ہے یہ غیر کم و کاست
مصرع پ مد نو کے یقیں ہے شعرا کا

مضمون تراشا ہوا ہے ناخن پا کا
رنگ علم صبح نصف آپ کا قد ہے احسان رسائی شد لولہک کا مد ہے
کوئین چہ یہ سایہ گلن تا یہ اہ ہے یہ مشرقی سحر کرم رب صبر ہے

طوٹی قد ہالا نے مجھوں کو دیا ہے
 یہ بخشش ہالائی، شفاعت کے سوا ہے
 سوزونی قد پر چمن آرا جو کرے غور یوں سرو کو گمشدہ سے نکالے ابھی فی الغور
 دیواں سے جدا مصرع مہل کریں جس طرح جز سایہ قد سایہ خوش آئے نہ کوئی اور
 جلوے اسی اب قد کے ہیں بارخ دو جہاں میں
 سدوہ نہ فلک پر ہے نہ طوبا ہے جہاں میں
 خود سر اکڑ کی جو دوں لکھ کے میں تصویر مصحف کی طرح سر پہ اٹھالے فلک جہر
 سر سے ہوئی مغر کی بلند اور بھی وقیر گردوں کہاں ہے عرش پہ خورشید کی جاگیر
 مغر سر ہمشکل رسول عربی پر
 ہے ابر کرم سایہ قلن فرق نئی پر
 دم دم صیغی ہے دم تنجی دو دم کا کہتے ہیں عنصر جس کو شہید اس کا ہے گویا
 صورت میں تو یہ موج ہے مٹی میں ہے دیا لب کام تنگ اس کا ہے بحر تن اعدا
 تر ہو جو زباں میری بھی برش کے میاں سے
 رخنے ابھی دغاں میں پڑیں تنج زباں سے
 ہیں ظاہر و باطن دو نیام اس کو سینا اک نیام تو چلی ہے کراصل اس کی ہے طوبا
 اک تازہ نیام اس کا یہ جوہر ہیں سراپا مگر نیام یہ جوہر کا نہ ہو تو دم نیجا
 یہ نیزہ روز و ہر شام کو کالے
 منج سے تو خنجر بہرام کو کالے
 شمشیر کے چنے میں سدا سب قدز ہے اک چشمہ بیک لیے اقبال پر ہے
 یہ پنجہ کہاں نکلیہ مہر پنجہ نظر ہے بال و پر شہیار اہل حیر کا پر ہے
 نیزہ وہ ہے پختی سے بلندی کو اگر جائے
 خورشید سے بالا یہ کئی نیزہ مگر جائے

ہے غیرت نگون سر فلک اس ملک ذات روشن ہے کہ پردے فلک و چشم کے ہیں سات
 گر انک نے وہ پردے کیے طے یہ ہے کیا بات یاں پردہ افلاک ہیں اور ہے یہ کرامات
 انک آنکھوں میں آکر نہ طاقی ہو پلک سے
 یہ اسنے میں جائے بھی اور آئے بھی فلک سے

کیا کہتا ہوں میں انک کہاں اور کہاں ماہوار وہ قطرہ ہے مایہ ہے یہ قلوب ذخار
 نور نظر چشم براق اس کی ہے رفتار گر ہو یہ سند آبلہ اور سر ہو رو خار
 گرمی میں ادا فری سرعت کا یہ حق ہو
 پائوس ہو خار اور نہ کوئی آبلہ شق ہو

گر جلوہ رکھیں سے خرام اس کا ہو مانوس تو ہال نہما ہو یمن شجر طاؤس
 ہے طلعت جلد و نس سینہ یہ محسوس وہ برق شفق میں تو یہ پردانہ پہ قانوس
 دیا گرہ نار ہے گرم رومی میں
 قدموں پہ ہوا خواب کرے نرم رومی میں

اس دشت سے برق و شرر و شعلہ و سیلاب لڑنے و شرمندہ و درمائدہ و بیجاپ
 خورشید و سحاب و فلک و انجم و مہتاب سوزان و غرور شان و سراپہ و بیجاپ
 بازار گل و موج و صبا سر ہے اس سے
 وہ داغ ہے وہ آب ہے و گرو ہے اس سے

گو نام مورخ نے خطاب اس کا لکھا ہے اب ہم سے سنو شرح مفضل کہ یہ کیا ہے
 اکبر پہ جوانی میں فلک ٹوٹ چڑا ہے دم سینے سے بیزار ہے جاں تن سے نفا ہے
 چانا جو انھیں جلد ہے دگاؤ خدا میں
 لینے کو براق آیا ہے یہ کرب و بلا میں

لو اہل عزا خاک عزا سر پہ لگاؤ حسین کو موقوف کرد انک بہاد
 حسن علی اکبر کو تو دل سے نہ بھلاؤ اور یاد حقوق ظہر مظلوم کو لاؤ

احسان شہنشاہ ہوا کرتے ہیں تم پر
 اٹھادویں سال ان کو قدا کرتے ہیں تم پر
 یہ رنجِ نچوں کے لیے کس نے اٹھایا آقا کو ہمارے لیے یہ داغ خوش آیا
 کس چاند کے گھڑے کو تیرے خاک چھپایا کس بیٹنی عالم کو شہیدوں میں ملایا
 جس نے کہ پسر مرنے کو بھیجا ہو وہ جانے
 خنجر کے تلے جس کا کھنچا ہو وہ جانے
 تم سینہ نہ پہنچ تو تعجب ہے سراسر تم سب کے لیے چاک ہوا سینہ اکبر
 حیرت ہے کہ رخِ شیعوں کے اشکوں سے نہ ہوتا آلودہ ہوئی خون میں تصویرِ پیہر
 پہلے کوئی سادات میں روئے نہ پسر کو
 سو رکھ دیا خنجر کے تلے اپنے جگر کو
 پائی تھی یہ غیرت شہ بے گورد کفن نے کی مسلح صلح جو دشمن سے حسن نے
 اس بزم میں رکھا نہ قدم شامِ دشمن نے یاں نہر پہ لب تر نہ کیا تھنہ دہن نے
 بیعت کے لیے ہاتھ نہ املا دیا شہ نے
 گردن کو بھی ہاتھوں کو بھی کنوا دیا وہ نے
 کرتا ہے رقم صاحبِ تصنیف بھار اب جنت گو گئے سبطِ نبی کے رفقا جب
 مشتاقِ شہادت ہوئے سادات بھی پھر سب بچوں کو بھی جز مرگ نہ کچھ اور تھا مطلب
 سب جو اجلِ قحج و پیرِ باعد رہے تھے
 مولا علی اکبر کی کمرِ باعد رہے تھے
 کہتے تھے کہ بیٹا مرے ارمان نکالو اب کون ہے مرنے کو قصیں پر چھیاں نکالو
 خیمے میں چلو پالنے والی سے رضالو امیر کو گلے سے جو لگانا ہو لگالو
 حسن اپنی جوانی کا دکھاؤ علی اکبر
 پہلے قصیں بابا کو رکھاؤ علی اکبر

مہاش کے ماتم میں علی ہوں گے پریشاں تڑپیں گے حسن ابن حسن ہوگا جو ہے جاں
 اور نہت و مسلم کے تو فرزند ہیں ناداں یہ کون مرآت ہے کہ وہ پہلے ہوں قرباں
 تم ہو مرے فرزند سو تم پر مرا بس ہے
 چری میں ترے داغ جوانی کی ہوس ہے

تھی پہلے تو نوشاد بنانے کی حمنا اور اب ہے تری لاش اٹھانے کی حمنا
 آگے تھی بھیجے پہ سٹلانے کی حمنا اور اب ہے جہ خاک بچھانے کی حمنا
 آگے تھی دعا صاحب فرزند ہوں اکبر

اب ہے یہ خوشی خاک کا بیوند ہوں اکبر
 دکھلا چکے سہرا ہمیں اب داغ دکھاد گھوڑے سے گرد اور ہمیں لاشے پہ بلاؤ
 امید عروسی سے بس اب ہاتھ اٹھاؤ سب حسرتیں دنیا کی لیے قبر میں جاؤ
 ناچاری و غربت میں بھی ہوتا ہے بیٹا

اب اپنے ارادے پہ پھر روتا ہے بیٹا
 اکبر کو تو مشاق اہل کرتے تھے مولا محشر تھا شہادت کے خریداروں میں برپا
 سیدانوں میں قل تھا کہ و احسرت و دردا مرنے کے لیے جاتا ہے سردار کا بیٹا
 کچھ کہتے نہیں چھوٹے بڑے دیکھ رہے ہیں

یہ کیسے یگانے ہیں کھڑے دیکھ رہے ہیں
 ماں کہتی تھی قاسم کی کہ قاسم کو سناؤ واری گئی اکبر کے عوض مرنے کو جاؤ
 چلاتی تھی نہت مرے بیٹوں کو بلاؤ اور کہہ دو بس اب ماموں سے الفت نہ بڑھاؤ
 ٹھنڈا ابھی نہت کے بھیجے کو گرد تم

سردار کے بیٹے کی بلا لے کے مردم
 سیدانوں نے قل کے جو یہ قل کیا ناگاہ اکبر کو لیے خیمے میں آئے جو ذیباہ
 سیدانیاں قدموں پہ گریں اور کہا یا شاہ ہم سب کے کھجوں پہ چھری پھر گئی کیا آہ

رہم آتا ہے اکثر پہ نہ پھولے نہ پھلے ہیں

کیا قتل ہوئے سب جو یہ مرنے کو چلے ہیں

ہنہ بولے کہ نانا کی مرقت ہے مجھے یاد تم لوگوں کی اولاد بھی ہے میری مٹی اولاد

یہ کون مرقت ہے کہ تم پہلے ہو برباد اکثر کو کیچے سے لگائے میں رہوں شاد

صدمہ نہ ہو آلِ حیدر لولاک کے اوپر

پہلے مرا عمامہ گرے خاک کے اوپر

کی عرضِ نبی زادوں نے آپ کے قرباں حضرت کو تو یہ دھیان ہے اور ہم کو ہے یہ دھیان

منہ سے کڑھ گویوں کے ہم ہوں گے چٹیاں تا حشر یہی طعنے ہمیں دیں گے مسلان

بچوں کو حرم دے نہ سکے راہِ خدا میں

تصویرِ نبی پہلے مٹی کرب و بلا میں

نصیب نے کہا میں تو نہ مانوں گی یہ ذنہار تم میرے بھی مالک مرے بیٹوں کے بھی عمار

میں پاؤں چنوں آپ کے اے سید اہلار اکثر پہ تصدق کرو دونوں مرے دلدار

بے اس کے نہ کہنے میں مری بات رہے گی

کہنے دو زمانے کو بہن تو نہ کہے گی

بیٹوں کے لیے اٹک بہاؤں تو قسم لو سرودوں کو کیچے سے لگاؤں تو قسم لو

گر دھیان بھی احسان کا لاؤں تو قسم لو چادر بھی جو لاشوں پہ اڑھاؤں تو قسم لو

سب رنج و قلقِ صبر کی میزاں میں تلخیں گے

یہ ہال تو سر کے ترے لاشے پہ کھلیں گے

ہنہ بولے محبت تری اس سے بھی سوا ہے اے دھڑ زہرا ترے جھے میں وفا ہے

لیکن علی اکثر کی گلو گیر قصا ہے سردار کا بیٹا بھی کہیں پیچھے رہا ہے

انصارہ بنی قاطرہ محضر میں رقم ہیں

آنگاز میں اکبر ہیں اور انہام میں ہم ہیں

یہ سنتے ہی ہوں تڑپتی وہ بکس کہ فش آیا سب فش ہوئے سر شاہ نے رانو پہ جھکایا
اور آپ کے معتر نے بھی جھولے سے گرایا سجاد نے تجھے سے ہر پاک اٹھایا

مرقد میں کفن چاک کیا اپنا طلق نے

سر کھول دیا گلشنِ جنت میں نئی نے

سیدانیاں فش میں تھیں کہ بانو ہوئی ہشیار مثل کو لگی دیکھنے گہرا کے وہ اک بار
حضرت نے کہا خیر تو ہے بولی وہ ناچار میں فش میں تھی صاحب کہ نظر آئے یہ آثار

اک شیر کی میت چلی آتی ہے ادھر کو

اک بی بی ادھر جاتی ہے کھولے ہوئے سر کو

فرد کے پکارے بھی ہوئے گا عیاں اب وہ لاش تو اکڑ کی ہے وہ بی بی ہے نصب
ہاجر کا خدا آج تجھے دیتا ہے نصب قربانی اکڑ کے سر انجام کہو سب

حیدر کا علم ہو عیبر کی قبا ہو

تیسو ہوں پڑے کاندھوں پہ اور سرمہ لگا ہو

ہاجر کے پھر سے ہے معزز ترا بیٹا وہ پانی سے لب تر تھا یہ دو روز سے پیاسا
واں اک چھری تھی یہاں سو فخر ادا واں ذبح کو دنہ تھا یہاں حیرا کھجکا

تھی ذبح میں امید ثواب اس کو خدا سے

یہ واسطے امت کے فدا ہوتے ہیں پیاسے

بانو کو یقیں ہو گیا اکڑ نہ بچے گا ہر ماں ہی کا تو دل تھا سنبھالے سے نہ سنبھلا
چو گرد وہ فردغ کے پھرنے لگی دکھیا اور رو کے کہا دودھ نہ بخشوں گی میں بیٹا

ماں صدقے کمر کھولو کھجوا مراد شق ہے

بابا کا اگر حق ہے تو اور کا بھی حق ہے

پھر بچنے کے کپڑے سب اکبر کے منگائے تعویذ بھی طفلی کے سب اکڑ کو دکھائے
رو کر کہا داری مرے حق تم نے بھلائے ہم نے یہ شلو کے کسے ی کہ ہیں پھٹائے

استر کی طرح دودھ کسے ہم نے دیا ہے

ان کڑوں کو پہنا کے بڑا کس نے کیا ہے

کالی کفنی اس کے عوض تم نہ پہناؤ حقدار کو داری نہ عزا دار بناؤ

قدموں پہ پڑا رہنے دو چھاتی نہ لگاؤ یوں بھی مجھے راحت ہے مگر چھوڑ نہ جاؤ

پردان چڑھو دولا بنو دودھ کا حق دو

یا داری یہ لازم ہے کہ مرنے کا قلق دو

کبرا کو سکینہ کو بھی اب چھوڑا جالوں تم ساتھ مرا دو تو حشہ دیں سے رضا لوں

چہرے پہ فقیروں کی طرح خاک لگا لوں اور گود میں بچہ چھ مہینے کا اٹھالوں

مادر کو ترے ساتھ فقیری کی ہوس ہے

گزری میں ترے بیاہ سے دیدار ہی بس ہے

تب عابد نکس کو پکارے شبہ اقدس اے حیدر کرار کے پوتے میں ہوں نکس

ہاتھ کو تو الفت ملی اکثر ہی کی ہے بس تو باپ کا ساتھی ہے تو جلد اپنی کرکس

کیا غم ہے اگر نسل ہو برباد ہماری

امت جد امجد کی ہے اولاد ہماری

اس حرف مصیبت سے بچا ہو گیا حشر قمر آتے ہوئے آئے وہاں عابد مغلط

کی عرض کہ ہے ہار گراں تن پہ مرے سر ہے حق بلطف اماں کا بن بیا ہے ہیں اکثر

بابا ہمیں میدان شہادت کی رضا دو

پوشاک قیمتی مرے ہاتھ کو پہنا دو

آئی یہ عار غیب سے اے ہانوائے خوش ذات اکثر تجھے اس مرتبہ پیار ہوا زیہات

جو غافلہ کے بیٹے کا تو چھوڑتی ہے سات کیا غافلہ سے حشر میں ہوگی نہ ملاقات

عابد جو ہوا نقل یہ عزت نہ رہے گی

پھر گھر میں ترے نسل امامت نہ رہے گی

اکثر کی قسم کھا کے نگاری وہ دل انگار یا شاہ اب اکثر کو جو روکوں تو گنہگار
ہے مادر پلٹ کا رٹا پا مجھے دشوار بانو کو جو اکثر ہے دی علیہ بیمار
یہ نسل امامت و زیارت ہے نبی کی

اب جس میں رضا سبط رسول عربی کی
اکثر نے سلام آخری اٹھ کر کیا اک بار اور باپ سے یہاں کہا عابد سے بکرار
بسیا مری لہاں کی ضعیفی سے خبردار ہواہ پسر دن کو چلے سینہ ابرار
خیسے ہی سے عمامہ گرائے ہوئے نکلے
اکثر کو کھینچے سے لگائے ہوئے نکلے

رخصت کیا فرزند کو گھوڑے پہ بٹھایا یہ دل میں یہ در اٹھا کہ منہ کو جگر آیا
رو رو کے غریبی سے عمر کو یہ سنایا کیوں خاک میں آخر مرا گھر تو نے ملایا
لے خوش ہو کر اکثر کے لیے روتا ہے میسر
بے نام دنٹاں خلق میں اب ہوتا ہے میسر

اللہ کرے تیری امیدیں بھی ہوں سب پاس میں ہال کے جیسا ملا اکثر سے ہوں بے آس
خالق کا تجھے ڈر نہ پیہر کا تجھے پاس یہ دھوپ یہ گری ہے بنی فاطمہ کی پیاس
تو بھی ہو جدا اپنے کسی لخت جگر سے

جیسا میں چھڑتا ہوں برابر کے پسر سے
اللہ مہارک نہ کرے تجھ پہ کوئی کار ناکام ترے ظلم سے ہے عزت اظہار
کس غیند میں سوتا ہے تو اے ظالم نکار سوتے میں ترا خلق ہو اور تجھ پر غنوار
سینہ کو ستا کر تو کدھر جائے گا ظالم
اک سال نہ گزرے گا کہ مر جائے گا ظالم

تجھ کو برکت دے نہ خداوند تعالیٰ اک سینہ محتاج پہ یہ حادثہ ڈالا
اک سینہ کی روح کو مرتد سے نکالا سر نکلے ہے محبوب خدا سینہ والا

دنیا میں بھی عقیقی میں بھی لعین ابدی ہو

دورخ ہو تو ہو اور عذاب ابدی ہو

تصویرِ جبر ہے یہ نکس مرا چلیا مگر اس کو مٹایا تو کہو کس کو مٹایا

نانا کو ستایا تھا پھر اب مجھ کو ستایا زہرا کی طرح مجھ پہ وہ ظلم گرایا

کم ضربت وہ سے یہ نہیں رنج پڑا ہے

وہاں پہلے زہرا تھا یہاں میرا جگر ہے

نامک علی اکبر نے کیا شاہ کو بھرا شیرانہ بڑھاتا زنی غازی سونے اٹھا

بصافہ مگر کہ یہ پکارے فٹہ دلا عہاق سنبھالو کہ کلیجا مرا لگا

ہر چند کہ عہاق بھی مولا کے قریں تھے

پر جب تک آئیں یہاں فٹہ میں فٹہ دیں تھے

عہاق نے درد کے کہا ہائے برادر مولا کو پھر استادہ کیا شانے پکڑ کر

بھائی کے سہارے سے ذرا ٹھہرے جو سردرد وہ دو کے پکارے علی اکبر علی اکبر

چینے نہیں تم ہرنے کے میدان میں جا کے

دخست کرو بابا کو کلیجے سے لگا کے

پہلے تو رضا دی تمہیں اے نازوں کے بالے اب دل جو تڑپتا ہے اسے کون سنبھالے

پہلے تو کہا مبر نے یہ داغ اٹھالے اب جذبہ الفت ہے کہ اکبر کو بالے

جن ہاتھوں سے بندھوایا تھا پیارے کی کمر کو

ان ہاتھوں سے اب پیٹتا ہوں سینہ دوسر کو

گھوڑے پہ تمہیں آپ ہی بابا نے بٹھایا پر آنکھوں کے آگے سے جو سر کے تو فٹش آیا

تم نے تو ذرا منہ بھی دوسر کو نہ پھرایا عہاق دلاور نے ترسنا کھا کے اٹھایا

کیا ماں سے جدا ہونے کا غم کھاتے ہو اکبر

خوش جاتے ہو ہم سے کہ خفا جاتے ہو اکبر

مڑ کر کہا اکڑ نے میں راضی بردشا ہوں پر شیر کی بیٹی کے میں دامن میں پلا ہوں
کیا منہ ہے جو میں قبلہ عالم سے خفا ہوں پر دن کو میں بڑھ کر نہ پھروں گاند پھرا ہوں
اب تو یہی بہتر ہے کہ تم دل کو سنبھالو

ہسٹر کو مرے بدلے کیلئے سے لگاؤ

ہٹے ہوئے ہمیں آتے ہیں دل پر نہیں قابو سو بیٹے ہوں ہسٹر سے تو بھولے نہ مجھے تو
داں ہال جھڑولے ہیں یہاں گاندھوں پہ گیسو وہ زینتِ گہوارہ ہے تو نہ بچ پہلو
گو بیار سے ہم منہ پہ منہ ہسٹر کے دھریں گے
ہا یہ کہو ہسٹر بھی یوں ہی باتیں کریں گے

یہ کہتے ہوئے پاس گئے سید ایثار نہوڑا یا سرا اکڑ نے فتہ دیں نے کیا بیار
بخش کھا کے گرے اور طے اٹھ کے کئی پار آخر کہا لو چاؤ سودھارو مرے دلدار
سو پار گلے لپیٹوں تو دل میر نہ ہوئے
پر بخش امت میں کہیں دیے نہ ہوئے

القہ چلا دن کو وہ کرار جواں مرد آمد ہی میں بازار شہابوں کا ہوا سرد
تعلیم نشان سم تو سن کو اٹھی گرد جس گرد پہ نو گنبد گرداں تھے پلا گرد
نے چرخ ہے نام اس کا نہ گردوں نہ فلک ہے
اس گرد سواری کا عروج آج تلک ہے

نور رخ اکڑ سے زمیں ہو گئی معمور صحرا دل موسیٰ کی طرح آئینہ نور
ہر کوہ کی آواز آتا انطور و انا انطور لبیک و سحر یک تھا درد ملک و حور
معراج میں جو شانِ رسولِ عربی تھی
میدان میں دی شوکت ہم شکلِ نبی تھی

اے صل علی وہ پہ اکڑ ڈیٹاں سلطان حلب آئینہ ساں خوف سے حیراں
جیت کے سبب ہیں پہ میں مکن کا خاقان خورشید صفت قیصر روی ہوا لرزاں

کھولی کمر ظلم و ستم چرخ بریں نے

بانجامی ہر بہت طبق گاد زمیں نے

ناگاہ کھلا دشت میں بازار زدو کشت تیغیں کھنچیں یک دست ٹلی گرد بھی یک مشت
تجّ دو زباں پاں سے بڑھی مثل دو انگشت اک اک کی ہر خوف سے دکھلانے کی پشت

وہ تجّ در آئی صف اول کے بدن میں

جس طرح دو انگشت علی مرہ کے تن میں

دھالوں پر پڑی تجّ تو اس طرح ہوئی فرق جس طرح نہاں ابر سیہ میں ہو رنگ برق
غرب اس کے لیے فرق حائل تھے بلا فرق جس عضو سے چابا لکل آئی وہی تھا شرق

کو جوش زباں صورت سیماپ تھے اعدا

پر جب ہوئے کشت تو یہ چناب تھے اعدا

تھی خاک کی صورت ہر تن پست وہ بدخو شعلے کی طرح تجّ علی قحی ہر تن رو
ماہینا دو صف ریش تھا یوں گرم نکالو جیسے صدف مڑگاں سے نکل جاتا ہے آنسو

اک تجّ کا سایا تھا ادھر اور ادھر کو

گویا ملک الموت تھے کھولے ہوئے پر کو

ہر فرد کی تعلق کو تھی تجّ شر ہار مجموعہ صلیں ہو گئیں معزوق سب اک ہار
وہ ہوں کے رہائی ہوئے راکب مع دیوار معنوں تو ہے یہ گرم کہ اللہ ری کوار

تھا موج کا ہر مصرع تو اس کے لیے تنگ

دریا صفت بحر مروض اس نے کیے تنگ

یہ تجّ تھی یا سر قیامت سر لشکر وہ خود نہ تھے پڑ گئے تھے آبلے بکسر
سر تا پہ قدم آبلہ تھا چرخ مژدہ اسپند بنے پھول تو دھالیں نہیں بحر

تیغوں میں رہی آپ نہ گرمی کے اثر سے

ہر مائی جو ہر تھی کہاب اس کے شر سے

کہتا تھا قمر برق غضب سے جو اماں پاؤں تو پہنہ ٹھہر کہیں میں اپنا بچاؤں
وہ خط شعاعی نہ تھی یہ رخ میں بتلاؤں پر جائز خورد شید نے کھولے تھے کہ از جاؤں

مرغابی انجم میں ڈر اس دن سے ہے سب کو

دن بھر تو بھیجی رہتی ہیں اور ازتی ہیں شب کو

ہر چند کہ مرغ دل کفار تھے کیدی پر جوہر شمشیر کے تھے دام میں صیدی
تھی حرص زود سیم ، دل فوج میں قیدی جس طرح سے اک پیسے میں زردی و پیدی

گھڑے جو ہوا نصف ادھر نصف ادھر تھا

نے زر میں کہیں سیم تھی نہ سیم میں زر تھا

تھی زخموں کو مردوں کی طرح ہانگی و کرب سب زر کی طرح زر تھے ہیبت زود حرب
سکے کی طرح پڑتی تھی تنج ان پہ دم ضرب رائج تھا زر و سن نئی شرق سے تا غرب

گو شکل زر قلب دل اہل ذہل تھا

پر کھانے کو حاضر وہاں صرف اہل تھا

وہ جنگ کا میدان تھا یا موت کا بازار دلال قضا جلس عدو تنج خریدار
پہتا شہ مرداں کا پئے فیصلہ کار میزوں کی طرح ہاتھوں کو تولے ہوئے تیار

واں زخموں نے کھولا تن اعدا پہ ذکاں کو

یاں سول لیا سکے شمشیر نے چاں کو

سر کو نہ خبر یہ تھی کہ دستار کہاں ہے رہوار نہ واقف تھے کہ اسوار کہاں ہے
جہراں تھی ہر اک چشم کہ کوار کہاں ہے پیدا ہیں شرر برق شرر بار کہاں ہے

بے چشم جراحت نہ رہ فوت کو دیکھا

جب تنج کو دیکھا ملک الموت کو دیکھا

گر بر جیہوں والوں نے ذرا آنکھ نکالی پہنچا وہیں نیزہ لیے دن شہ عالی
بالکل درق چشم عدو کر دیا خالی نکلی صفت غلط شک صاف اٹھالی

اللہ ری صفا آنکھ نے دیکھی نہ چمک بھی
پنہلی تو سناس لے گئی چمپکی نہ چمک بھی

مرقوم ہے واللہ یہ دادی کی زبانی تھے جمع کئی لاکھ وہاں ظلم کے بانی
یاں بچ میں تھا تھا فقط اصرہ جانی اور ساتویں تاریخ سے پایا تھا نہ پانی
ہر محلے میں اس پر بھی عیاں قدرت رب تھی
پر تین شب و روز کی وہ پیاس غضب تھی

یوں لڑتا تھا اس پیاس میں صبر کا پیارا یاں محلے میں لشکر یہ پریشاں کیا سارا
داں سامنے بابا کے گیا اور یہ پکارا اے مالک کوڑ کے پسر پیاس نے مارا
پانی تو نہ بیٹے کو پلا دیتے تھے آقا
اپنی بھی زباں شک دکھا دیتے تھے آقا

لکھا ہے بچ ہیں جاتے تھے اور آتے تھے ہر بار پر دفعہ آخر کا وہ پھرتا ہوا دشوار
پہلو سے سناں مرزا خالم کی ہوئی پار بابا کو پکارا کہ تعذوق ہوا دلدار
مرتا ہوں پر الفت مری اس دم بھی عیاں ہے
رخ آپ کی جانب ہے کلیجے میں سناں ہے

گھبرا کے نہ تم آجیو جہا نہیں اکڑ یاں فاطمہ دادی مری حاضر ہیں کھلے سر
واللہ کہ یاں چاک گریباں ہیں صبر کہتے ہیں سلام آپ کو بھی شافع عشر
آتے ہمیں پر راہ نہیں پاتا ہے گھوڑا
ہم کو اسی لشکر میں لیے جاتا ہے گھوڑا

یہ سن کے گرے خاک پہ ڈپ پھیک دی دستار ہاتھ بھی نکل آئی یہ کرتی ہوئی گفتار
دوڑو مرے صاحب کہ لٹی ہاتھ ناچار جلا دوں میں اکڑ کو لیے جاتا ہے رہوار
کہہ دو تو چلوں خاک میں چہرے پہ لگا کے
اور دودھ کا حق بخشوں وہیں لاش پہ جا کے

حضرت نے قسم دے کے اُسے کمر میں بٹھایا رو رو کے بنی قاضی کو بھر یہ سلاخ
یارو ہمیں تقدیر نے اکڑ سے چھڑایا لشکر میں تو اب جاتا ہے زہرا کا یہ جالیا

تم لشکر قاضی کے چپ و راست رواں ہو

ہاں دھوڑ کے لاؤ آترے یوسف کو جہاں ہو

اولاد علی و حسن و مسلم و حسن عہاق کے ہمراہ ہوئی بظفر و شمشیر
ہاہم چلے کہتے ہوئے ہے ہے علی اکڑ اور چچ میں لشکر کے گیا سبط عبیر

کہتے ہیں قیامت جسے وہ زن میں پناہی

ہے ہے علی اکڑ کے سوا کچھ نہ صداہی

لشکر کے چپ و راست بھرا ہاروئے سرور لیکن نظر آیا نہ کہیں لاش اکڑ
پھر چچ میں لشکر کے رو آیا وہ دلاور دیکھا تو وہ دیں بھی نہیں دائے مقدر

مجھے کو چلے دھوڑتے زہرا کے جگر کو

شاید کہ اٹھالے گئے ہوں لاش پر کو

پہرہ حاصل غیرہ جو پہنچے تو یہ دیکھا سرنگے ہے رستے میں کھڑی دھڑ زہرا
عہاق کا رنگ اڑ گیا نہت سے یہ پوچھا کیا لاش اکڑ نہیں لائے زن والا

وہ بولی کہاں لائے، مجھے فکر بڑی ہے

وہ جب سے سوہاڑے ہیں یہ ہاشیر کھڑی ہے

عہاق نکارے یہ غضب کیا ہوا بیہات میں زن میں بھی دھوڑ آیا نہیں سینہ خوش ذات
نہت گری ہالائے زمیں سختی یہ بات بھائی کہ کیا باپ نے بیٹے کا دیسا ت

کم زور کیا تھا غم ہمشکل نئی نے

بھائی کو مرے مار لیا فوج شقی نے

غش ہو گئے ہوئیں گے کہیں راہ میں گر کر گردن پہ اسی غش میں رواں ہو گیا خنجر
رو کر کہا ہانو نے کہ اے دلیر حیدر یہ بھائی تصدق ہو نہ خمد یہاں دم بھر

تم جانو جہاں سے شہ عالی کو لے آؤ

اکثر سے میں گزری مرے والی کو لے آؤ

یہ سن کہ چلا زن کو وہ بھیڑ کا شیدا ہر اک کو یہ دیتے تھے نشانِ شہِ والا

سر جگے کوئی شخص تو تم نے نہیں دیکھا ناگاہ کسی نے کہا واقف ہوں میں اتنا

وہ سامنے جنگل میں جواں ایک پڑا ہے

ہالین پہ مظلوم سا اک شخص کڑا ہے

عہاقِ رواں جلد ہوئے چاپ صحرا کیا دیکھتے ہیں لاش لے آتے ہیں مولا

پہ ماتم اکثر سے یہ کمزور ہیں آقا گودی سے گرا پڑتا ہے فرزند کا لاشا

ہر ایک قدم لاش کو دکھ دیتے ہیں بھیڑ

بمگرد میں الفت سے اٹھالیتے ہیں بھیڑ

عہاق نے گودی میں لیا لاش کو ہارے اور بولے کے کچھ دم ہے تو سرور یہ پکارے

جس وقت میں پہنچا یہ اسی وقت سحرارے مرتے ہوئے ہم سے کیے پانی کے اشارے

وہ سیکے کا ڈھلنا وہ نکل آتا زباں کا

دم تو زنا اللہ نہ دکھلائے جواں کا

عہاق پکارے میں خدا اس کی عطش پر اور سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ بوسے وہ بے جھک کر

لاش کے جلو میں تھے جواں سارے کھلے سر اور نشتے تھے سب چہرے پہ خونِ علی اکثر

چلاتی تھی یہ خیراںنا پیٹ کے سر کو

چنا مرا بیا ہے لیے جاتا ہے پسر کو

جب حصلِ خیرہ وہ لاشا لیے آئے نہت یہ پکاری کوئی بانو کو اٹھائے

بیمارے پالے ہوئے کو بیاہ کے لائے غیصے میں گئے سید بُی سر کو جھکائے

لی گود میں بانو نے جو لاش اپنے ظف کی

تھرایا نہف قبر علی شاہ نہف کی

مسند پہ تو ہانو نے رکھا لاش پھر کو اور زانو و سر اٹھ کے لگی پٹنے ہانو
گھبرا کے سکیڑنے کہا سب سے یہ رو دو مرجائیں گی لہاں کے مرے ہاتھ پکڑو
سب قحاحے تھے آن کے اس خستہ جگر کو

وہ پٹنے ہی جاتی تھی مگر سینہ د سر کو
کبھی تھی جسے پیٹنا ہو پٹنے مرے سات کھائے نہ کوئی میں نہیں سننے کی یہ بات
لوگوں تو مجھے لوٹنے دو خاک پہ صیحات سر پٹاؤں تو پیٹوں کوئی پکڑو نہ مرا بات
جو کچھ کروں فرزند کے مُردے پہ سو کم ہے
اے صاحبو اغیارہ برس والے کا غم ہے

بچہ نہیں اے لوگو جواں بیٹا مولا ہے مارا ہوا یہ شیر مرے آگے پڑا ہے
کیوں آنکھیں مری کور نہیں ہوتیں یہ کیا ہے اس آتما کے درد سے آگاہ خدا ہے
جب حشر کے دن پیشِ خدا آئے گی ہانو
ناسور یہ اللہ کو دکھلانے کی ہانو

پھر بولی کہ کوئی مرے ارمان نکالے آچل مرے بن گیا ہے پھر پر کوئی ڈالے
سننے کا لہو ہاتھ میں مانند تالے مہندی کوئی اس لاش کے ہاتھوں میں لگالے
اس خون بھری پوشاک کے دامن کو پکڑ کر
حق نیک کا مانگے کوئی اکبر سے جھڑ کر

یہ سننے ہی سب آل حبیبر کو خوش آیا حضرت نے جواں بیٹے کے لاشے کو اٹھایا
ہانو نے بھی غصے سے قدم ساتھ بڑھایا وہ بولے کہ بس ٹھہرو تو رو کر یہ سنایا
میدان سے ہٹا دیجیے تم فوج لعین کو
والی میں انہیں سوچوں کی عقل کی زمیں کو

یہ کہہ کے چلی لاش کے ہمراہ وہ دکھایا حضرت نے رکھا خاک پہ فرزند کا لاشا
ہانو نے کہا سینہ د سر پیٹ کے اپنا لو پیارے قصیں حیدر گزار کو سونپا

نے کہے کی ہستی ہے نہ ماں ہے نہ بہن ہے
 اب تم ہو یہ لاشے ہیں یہ جنگل ہے یہ سن ہے
 ماں نے تو کبھی سونے مکاں میں نہ سٹلایا کل رات تلک فرش تھا چہلو میں بچھایا
 اسپند کیا اٹھ کے جو باہر سے تو آیا سو آج مرے شیر نے جنگل کو بسایا
 غیرت نہ تمہیں آئے تو کچھ دل کی کہیں ہم
 دلوادو رضا باپ کی لاشے پہ رہیں ہم
 ماں نے جو کہا لاش پہ رہنے کو کمر غیرت سے ترپنے لگی وہ لاش زمیں پر
 تھڑا کے یہ آواز دی بس اے مری مادر روتوں سے شہیدوں کے قہل ہوتا ہے اکبر
 سر کھولے ہوئے سامنے اعدا کے نہ روؤ
 لٹاں ہمیں تم روؤ پہ چلا کے نہ روؤ
 خاموش دہر اب صبح محشر ہے صبحِ بزم اس مرثیہ تازہ میں کیا بزم ہے کیا بزم
 آقا کی زیارت کا ارادہ ہے جو بالجزم قبر علی اکبر پہ اسے پڑھنے کا رکھ عزم
 یہ مرثیہ نذر علی اکبر کے لیے ہے
 بخشش کا وسیلہ بھی محشر کے لیے ہے



ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلہ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو مند دکھانا ہے دیر
بندوں کو میں کس مند سے خداوند کہوں



ادنیٰ سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے
جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے
کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دیر
سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

سلام

ہر دھڑ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے
ہر بیت میں مضمون نیا زیب رقم ہے
کیا پاس بزرگی در شاہ اہم ہے
موتی کو عدا آئی کہ تھلین اُتارو
جس طرح سے یہ پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر

قطع

یوں خر سے مخاطب ہوئے کفار دم جنگ
داں ناز ہے اور نیاس یہاں سے ہیں لہر نہر
مانا کہ ہیں شہر پیہر کے نواسے
کی تیغ دباں خر نے علم اور یہ پکارا
تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم؟
خود شہد زمیں بدر فلک شمع مدینہ
کیا حاکم شامی کو ہے شہر سے نسبت
وہ ظلم ہے یہ عدل، وہ عصیاں یہ عبادت
تم کہہ ہو کیا؟ دیکھو میرے واسطے واللہ
ہاتھ نے عدا دی نہ پھرا ہے نہ پھرے گا

شادی ہے تجھے آج دیکھیں ہمیں غم ہے
داں ذلت و خواری ہے یہاں جاہ و حشم ہے
پر شام کا حاکم بھی نہیں رقیہ میں کم ہے
خاموشی دگر نہ ابھی سرب کا قلم ہے
کبے کی قسم قبلہ ارباب ہم ہے
سردار عرب ہے وہی سلطان عجم ہے
وہ کفر یہ اسلام وہ دیر اور یہ حرم ہے
وہ رنج یہ راحت، وہ ستم ہے یہ کرم ہے
یہ خود یہ غلہ یہ کھڑ یہ ارم ہے
اے ناریو خر عاشق سلطان اُم ہے

فرست نہیں گئے کی دیر آج دگر نہ

مضمون تو کہتے ہی سلاموں کا بزم ہے

جب ماہ نے نوافلِ شب کو ادا کیا

جب ماہ نے نوافلِ شب کو ادا کیا سر قبلہ رو جھکا دیا ذکرِ خدا کیا
 براہِ کرمِ نجوم نے بھی اقتدا کیا سجدے میں شکرِ خالقِ ارض و سما کیا
 درِ کمال گئے عبادتِ ربِ غفور کے

خورشید نے دھنوا کیا چٹھے سے نور کے
 نکلونے شفق جو ملا حورِ صبح نے اسجدِ عقبِ شب کو کیا نورِ صبح نے
 گرمی دکھائی روشنی طورِ صبح نے خطبے چراغ کر دیے کافورِ صبح نے
 لیلائے شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
 انکشاں جہیں سے بزمِ درخشاں کی بخت گئی

پیدا ہوا سپید، طلعتِ نشانِ صبح معبود کا وہ ذکر وہ لطیفِ اذانِ صبح
 باندھا عمامہ نور کا پہنی کتانِ صبح چرخِ چہاری پہ گیا خطبہ خوانِ صبح
 منہ سب کے سوتے قبلہ امید ہو گئے
 سرگرم سجدہ عیسیٰ و خورشید ہو گئے

آیا عروج پر شہِ کیمیتی ستانِ مہر لی روز نے پناہ بزمِ نشانِ مہر
 پرچم کھٹا ہوا علمِ زرِ فشانِ مہر ظاہر ہوئی زمانے پہ تاب و توانِ مہر
 نیرہ کرن کا دیدارِ گردوں میں ڈال کے
 مغرب میں بھنگی رات کی بھی نکال کے

جلادِ چرخ نے رخِ آفاقِ فتنِ کیا بدلا جہاں کا رنگ جو خونِ شفق کیا
 اس دور نے قمر کو آٹ کر رخت کیا سورج کو جب عروج ملا فکرِ حق کیا

خورشید صبح کا گلہ چسار ہو گیا

پردہ افق کا غیرت گھڑا ہو گیا

مغرب میں جب کہ غرق جہاز قرہ ہوا سلطان شرق راسپ کشتی در ہوا

پانی کا قطر بھر بھر در ہوا برہاد فخر نوح کا آباد گھر ہوا

دردِ دل نے ہادیہ نیک ذات کی

بخش گناہ گاروں کو کشتی نجات کی

یونس وہاں مای شب میں نہاں ہوا کھانا ہاندہ سے پوسٹ عیاں ہوا

لیلائے شب کے حسن کا گلشن فزاں ہوا عالم چپ فراق سے گرم نفاں ہوا

بھٹوں کے رنگ رخ کی طرح دھوپ درد تھی

تھی صبح یا زمانے کی اک آہ سرد تھی

بڑھ کر قلیب نور پاکا سر سر تھی آسماں سے ہادیہ رحمت شہر شہر

لوحہ سر نے معدن شبنم گہر گہر ذروں میں نور ہر در آیا قرہ قرہ

برقع جو اٹھ گیا تھا رخ آفتاب کا

پردہ تھا فاش صبح طبع نقاب کا

کانٹوں میں جو گھبرا ہوا تھا مالک جانا سرسبز باغ دہرا ہوا مائل فزاں

تھے وقت صبح تیرہ و تاریک بوستان سبزہ تھا یا زمین کی آہوں کا تھا دواں

شبنم تار ہو گئی غم میں جناب کے

خاک مزا سے بھر گئے ساغر گلاب کے

مغرب میں غم تھا گلشن انجم ہے پامال شرق میں جلوہ گل خورشید بے مثال

رنگ اپنا تھی بجائے ہوئے شان ذوالجلال تنجبِ زمردی پہ وہ مسد شفق کی لال

پرتو گلن تھا چہرہ سرخ آفتاب کا

صحن افق بنا ہوا حلقہ گلاب کا

گھسار اوج نیر قدرت سے رنگ تھے ٹپٹے ہوئے بساط عبادت پہ رنگ تھے
 وارفتہ یاد حق میں غزال و پنگ تھے کیا کیا شعار مہر میں صنعت کے رنگ تھے

کوئی جناب سرخ تو کوئی ہرا ہوا

پھولوں سے تھا فرات کا دامن بھرا ہوا

محبوب سے تھے مرغ سر طالب للاح خون کرم سے ملے لگیں نعشیں مہار
 ”دھم اکرمیم“ درد زباں تھا علی الصبار کہتے تھے اب کوہ پہ یا مرسل المہار

تسلی خواں تھی بن میں یہ حالت ہوا کی تھی

لذت زباں خار پہ عبد خدا کی تھی

دیکھا جو حسن خاں خورشید پُرنیا : شخرف کو شفق نے سر دست حل کیا
 فرماں تھا نے مٹھی تقدیر کو دیا : تحریر کر سوا حق ارشاد کبریا

یہ آجری سیاہ جیسی کا اوج ہے

تاج عہد نے حسین نہ لکھ نہ فوج ہے

لکھ لے ملا دامن جیسی کا خد خال غر تھا قصور وار سو وہ بھی ہوا بحال
 محض وہ سب کی دھم اضافہ غم و حلال عہد جہاں چھاؤنی سرکار ذوالجلال

دنیا میں سرخ پوش ملازم حضور کے

عقبنی میں ملے غلہ کے اور قصر نور کے

ترقا ہے غازیوں کے لیے خوف ذوالجلال شکوہ حرام قاعدہ میں شکر خدا حلال
 کوثر صلے میں تاپہ ابد پیاس تا زوال قبض الوصول حود جہاں کا خط و سال

بچوں کا عرف بہل راہ جہاد لکھ

ایک ایک نوجواں کا لقب نامراد لکھ

وہ نور و سپیدہ وہ صبح اجل نما وہ نعرۂ اذان و اقامت وہ مقتدا
 رہتی میں اکتیا تھے ترمی میں اشتیاق کبر وضو میں قبلہ دیں نور کبریا

پانی کے لانے سے جو تھا معذور آفتاب

حاضر تھا آفتاب لیے دور آفتاب

آئی صدائے نصرت کہ لبیک یا امام لے آؤں بھر کے ملکوں میں آبِ باقوام
کوش پکارا زیرِ قدم میں کروں مقام ہماراں نے دی عدا کہ برسنے لگے غلام
شر بولے اپنے خوں سے وضو اب کریں گے ہم

پانی کا ذکر جانے دو پیاسے مریں گے ہم

لکھا ہے بادِ وضو تھے امام ملکِ فصال جاتے تھے رات بھر بچے طاعات ذوالجلال
چہ کر مگر فریضہٴ صبح شبِ قاتل تجدد کا وضو کی بدستور تھا خیال
وضو وضو سے ہاتھوں کو اور ہتھکڑی رب کیا

پہنا کفن جہاد کا زیور طلب کیا

نام سلاحِ سن کے حرم پر بھری چل اٹھی سلاح لانے کو زہرا کی لاڈلی
سختی ہے آہِ راستے میں کیا وہ دل چلی آواز آرہی ہے کہ فریاد یا وطن
کبھی جدائی بھائی بہن میں جو بھوتی ہے
یہ روحِ قاطنہ ہے کہ غمبے میں روتی ہے

کلثوم کو پکاری وہ حیرت کی جلا پہنچا تو بہن مری ماں کی ہے یہ صدا؟
آئی سلاح خانے میں تو اور نعلِ سنا کی ہر طرف نگاہ کہ یہ ماجرا ہے کیا
کیا دیکھتی ہے بیٹی نئی کے وزیر کی

روتی ہے ذوالفقار جنابِ امیر کی

یوں صبح دمِ غاف میں ہے تجھ اٹھکار منہ ڈھانچتے ہیں وقتِ محرمِ چھ سوکار
بھر خود بھی روئیں بیٹہ کے نزدیک ذوالفقار دل میں کہا کہ خبر کرے میرا کردگار
دوسراں مجھ کو آتا ہے تشویشِ ہوتی ہے

حضرت سوار ہوتے ہیں اور تجھ روتی ہے

فرمایا ذوالفقار سے ہے وقتِ یادری شہزادہ دن پر چڑھتا ہے اور کم ہیں لشکری
جو ہر دکھانہ فتح کے اے تیجِ حیدری وہ بولی آہ آہ تری ہے برادری
مہمان شام سے ہیں تمہارے سحر تک

اب زعمی حسین کی ہے دوپہر تک
زینت کا سینہ پھٹ گیا جی سننا گیا لاکر سلاحِ ش کو دیے اور فحش آگیا
سر پر جو خود ش نے دھرا نور چھا گیا پہنی زور تو موج میں دریا سا گیا
بانگی جو ذوالفقار نئی کے دڑیر کی
قید میں آئی شان جناب امیر کی

عابد کو اک صیغہ کیا شاہ نے عطا بولے یہ ہے امامِ معبود ذوالعطا
لائے ہیں عرش سے شبِ معراجِ معطفا نامِ اوسیا کے لکھے ہیں اس میں جہاں جہاں
آیا ہے نانا جان سے مجھ خد جاں تک
پہنچے گا تم سے مہدی آخرِ زمان تک

تکلیف ہر امام کی ہے اس میں حسبِ حال حیدر کو حکم خانہ نشینی تھا تیس سال
بھائی کو بھر مسلح تھا فرمانِ ذوالجلال کارِ حسین پائے کا غنجر سے انفصال
وہ بولا میرے واسطے کیا اے امام ہے

فرمایا تازیانے ہیں اور قیدِ شام ہے
یہ کہتے تھے کہ جانبِ پہلو پڑی نظر دیکھا کیونکہ روتی ہے پٹکے پر رکے سر
اور ہاتھوں پر لیپتا ہے دامن کو سمجھ کر فرمایا چھوڑ دو کہ مسافر ہے یہ پیر
بی بی کے دادا جان کے گھر آج جاتے ہیں
جاتے ہیں اور تمہیں بھی وہیں ہم جلاتے ہیں

القصد اس کو دے کے قبلی ہزار ہا رخصت ہوا سکیڑ سے فرزندِ مرتضیٰ
ماتم سرا تھا پھر تو خطابِ حرم سرا مدت کا گھر بسا ہوا اک دم میں لٹ گیا

اکثر بڑے جناب کا رہوار لانے کو
 قلعہ کمزری حتی غیر کا پردہ اٹھانے کو
 تشریف چاہے در دولت حسین لائے قلعہ نے بارگاہ کے پردے ادھر اٹھائے
 خدام بیچ نوبت حشمت بجاتے آئے باہر تو واہ واہ حتی اور گھر میں ہائے ہائے
 یوں سر بے فروغ تھا آگے جناب کے
 جیسے چراغ دن کو حضور آفتاب کے
 بھولا طلوع صبح کے جلوے کا روزگار خود صبح دیکھنے لگی شبیر کی بہار
 رکھ کر جہیں پہ پہنچے غور شدہ درکار قلعہ کی طرح صبح نے بھرے کیے ہزار
 خط شعاع صبح کے دسب نیاز تھے
 ش کی جاکیں لینے کو ہر دم دراز تھے
 بھرائی بارگاہ میں آئے ادھر ادھر نذرانہ ایک ہاتھ میں بیچ ایک میں سپر
 یہ باہر و بھال تھے اور ہر طرف قمر کہنے لگی زمین لٹک سے پکار کر
 لا گوہر نجوم تصدیق کو درج سے
 حیدر کا آفتاب تھا ہے نرج سے
 مثل برق نازکوں آیا ذوالجہاد خیر العمل قیام تو سرعت علی اصلاح
 یوں نعرہ زن تھا جیسے سوزن علی الصباح انجم کو سجدہ فعل کی عراب میں سہار
 دل چرخ پیہ پوش کا اس سے جڑکتا تھا
 شعلہ تو وہ نہ تھا پہ ہوا سے بڑکتا تھا
 لپٹے ہوئے رکاب و عشاں سے تھے شادشاہ جہان پاکمال و جہانان نامراد
 یہ دیکھ کر سوار ہوئے شاہ خوش نہاد لیکن رکاب تھا سنا زینت کا آلا یاد
 سر کھول کر بہن یہ پکاری حسین کی
 یارب دکھانا پھر بھی سواری حسین کی

پھر تو ہزاروں ہاتھ اٹھے دن میں ایک بار غل پڑ گیا وہ تائب حیدر ہوا سوار
ہاں یارو سوارچوں سے خبردار ہوشیار سبک فساں سے فوج نے نغیر لیے اتار
عہاق ش کے سر پہ علم کھولے گئے
بڑھ کر نقیب پیش نگہ بولے گئے

صمت سرا سے جب کہ برآمد ہوئے جناب عہاق لائے مرکب ابن ابوتراب
حاصل عدا عدا کیا ایک ایک نے ثواب چوے حناں نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب
جب زمین ذوالجناح پہ صابر کہیں ہوا
غل تھا کہ عرش عرش پہ کرنی نہیں ہوا

دن کو رواں سواری سلطان دیں ہوئی ایک کہہ کے پشت پہ فتح میں ہوئی
دوڑے جو پاؤں پا تو ہوا شریکیں ہوئی وحیدہ یورپ کی طرح سے زمیں ہوئی
تقسیم سرحد گرد سواری نے کر دیا
شیش فلک کا کل جواہر سے بھر دیا

جلوہ فلک تھا تجلی زمیں زمیں ہمرا قدم قدم تھا تو سجدہ جہیں جہیں
جنات دور دور طانک قریں قریں خورشید ذرہ ذرہ تھا سایہ کہیں کہیں
باطل کو حق نے بھل تنہی غضب کیا
ایماں نے بڑھ کے کفر سے جزیہ طلب کیا

سب ماہر تھے شاہ پہ ہالہ کیے ہوئے مرنے پہ دل دیے ہوئے باگیں لے ہوئے
جام ولائے ساقی کوڑھے ہوئے لب ہائے شکوہ روز ازل سے ہے ہوئے
آ آ کے معرکے میں برابر کھڑے ہوئے
نولاکھ کے حضور ہٹ کر کھڑے ہوئے

اللہ رے حسن یوسف بازار حیدری اللہ مشتری تھا تو جبریل جوہری
پہرتے تھے گرد سر کے چہ زہرہ چہ مشتری کرتے تھے پاؤں پر چہ سلیمان چہ لنگری

قیمت کے درجے حسنِ وفا نے سوا کیے

بیگانہ میں خدا نے دو عالم کیے

یوں شے نے کی درست صف میں نہ تخت جس طرح دوشِ راست پہ نیکی تو بے چست

باندھا جو میسرہ تو ہوا کفر اور ست پھر قلبِ فوجِ یادِ خدا سے کیا درست

کیا کہے کیا یہ فکرِ قدرت شکوہ تھا

گلشنِ تھا آسمان تھا دریا تھا کوہ تھا

آقا تھے روحِ چار عناصر یہ جاں نثار ایک ایک ہشت کشورِ جنت کا تاجدار

یوں شے سے اصل ان کی صفوں کا تھا آشکار جس طرح ایک لفظِ حسین اور حرفِ چار

جیسے غلامِ چار ملک ذوالجلال کے

دیئے یہ چار غولِ شہِ خوشِ خصال کے

وہ تن پہ لبِ اسرارِ صفِ کشی کی شان وہ حیدری جوان وہ بغیری نشان

وہ سانسے فرات وہ سوکھی ہوئی زبان وہ حق کے مہمانِ فضا ان کی یہمان

شے کے صفتِ حبیبِ رسولِ زمن کے تھے

بلبل تھے اس چمن کے تو پھول اُس چمن کے تھے

بہرِ زرہ وہ تینوں کے جوہر اتار لیں شیرِ خدا سے دادِ دمِ گیرِ دار لیں

بہرِ رکابِ ویداءِ استفدیار لیں ان کے غلامِ رستمِ دستاں کو مار لیں

غالبِ بلند و پست پہ تھے وہ جہاں میں

گردوں کندہ میں تھا زمیں تھی کمان میں

کلہِ حسین کی وہ محبت کا پڑتے تھے کیا زمین تھا کھسا ہوا قسمت کا پڑتے تھے

میکائنِ خطبہ ان کی فضیلت کا پڑتے تھے جبریلِ سینہ ان کی اخوت کا پڑتے تھے

وہ خامِ جاں نثارِ شہِ خامِ دِ عام تھے

نوریںِ خواصِ خامِ حقیصِ نکلاں غلام تھے

فارغ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سے عسایاں سے یوں علیحدہ دن جیسے رات سے
مرنے سے شاد جیسے کہ دولہا برات سے دنیا سے یوں کنارے تھے جیسے فرات سے

کوڑ سے یوں قریب تھے جیسے حسین سے

دل آفتاب نور شب مشرقین سے

ناگاہ مثل موج بزمی فوج بدشعار کالے نشان کھولے ہوئے سب سیاہ کار
اک سمت کونٹاں پہ سناں مثل شاخسار اور اک طرف پر پہ پر شکل لالہ زار

قرتاں ہوئی پیادوں میں ڈنکا رسالوں میں

لحنت کا نقل نہر میں دوزخ قبائلوں میں

آہنگ جنگ پر ہوئے آہنگ ہانبہا ہلدادیوں نے فقر جانوں کیے ادا
کی رویوں نے ہانگ نئے وچنگ بر ملا ناساز طبع شرع وہ ہر ساز کی صدا

صحرا کا سید آشور دہل سے دہل گیا

میدان صدائے گرم جلاجل سے جل گیا

مثل نظر حیا ہوئی چنم عمر سے دور ایمان کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا شعور
جوذا شقی نے حیر سوئے شاہ بے قصور روح بھول روئے لگی باپ کے حضور

بولی نہ رحم آیا میرے نور عین پر

لو بابا حیر ہونے لگے اب حسین پر

ہادی چلا ہدایت امت کے واسطے بھنے ادائے خطبہ حجت کے واسطے
غازی پرے سے لگے حفاظت کے واسطے شر بولے ہے خدا تو حمایت کے واسطے

ظہر کہ آمد میں نہ مہری ظلل ہے

ایسا نہ ہو کہ نیچے سے نہت نکل ہے

یوں کالوں سے فرق پہ ظہرے شبہ ہوا جس طرح دور کافروں سے رعب خدا
بولے نمر سے حق خلیفہ کیا ادا سید پہ ظلم کرنے میں کی تو نے ابتدا

ہشدار سخت حکم روز جزا کا ہے
یاں سناٹا حسین کا ہے واپس خدا کا ہے

دارت ہے انبیائے کولوالعزم کا حسین جنت اداوہ جنگ میں کرتے تھے مثلِ ذین
ہے نور عین حیر خدا پر بھی فرض عین اظہار امر و نہی خداوند مشرقین
لازم ہے چھو و عطف کہ دن ہے وفات کا

یہ ہمہ آخری ہے ہماری حیات کا
جن لے سپاہ میں نصائے عرب کو اب ہاں قاریانِ کعبہ کو بھی کر تو منتخب
تفسیر داں حدیث شاس آئیں سب کے سب مہمانِ شنگ لب سے سنیں لہجہ عرب
میں کاتبِ علوم ہوں خالقِ عظیم ہے
داؤد کی زبان ہے بیانِ کلیم ہے

ہر فرد کی عمر نے پڑھی فردِ خال و خط چیدہ رسالوں سے فصحا کو کیا فقط
آگے بڑھے وہ باز سے سبحان کی نسط لکھا ہوئے جو قاری قرآن تھے خود غلط
بد میں محاکوں کو محاکل کیے ہوئے
قتلِ امام کے لیے نجر لیے ہوئے

ان دو گروہوں نے تو کیا راس و چپ مقام سب اہل شام و کوفہ بڑھے سننے کو کلام
کی عرض یہ کرنے کہ بسم اللہ اے امام جنبش میں آئے لعل لب شاہِ تختہ کام
قدرت کے گل کہنے چمن کائنات میں
خشنے سے پھول جھرنے لگے بات بات میں

پہلے خطاب قاریوں سے کرنے یہ کیا قرآن کے حفظ کرنے میں ہو وقف دہا
پر حفظ آمد سے جویر نہیں ذرا مسیحی کو چھوڑ کر ہوئے حرفِ آشنا تو کیا
مصنف ہے کیا ولا شبہ بد رو حسین کی
ترجیل کیا ہے رتبہ شامی حسین کی

مقروض ہوں کسی کا نہ تقصیر دار ہوں پھر کیا سبب جو نرہ لیل و نہار ہوں
واجب ہے مجھ پہ رحم کہ محروں و زار ہوں یارو عیال دار ہوں اور بے دیار ہوں

تم لوگ کچھ خدا دینی سے بھی ڈرتے ہو

کس کا کیا ہے خوں جو مجھے قتل کرتے ہو

بچا اگر کہوں تو نہ مانو نگا نہیں مہماں یہودیوں کا بھی پیاسا رہا نہیں
ہو کر عمری تمہیں خوف خدا نہیں مجھ کو حیا ہے کہنے میں تم کو حیا نہیں

آب و طعام جہن سے سب نوش کرتے ہیں

سادات آج تیرے قاذ سے مرتے ہیں

ہو جاتی ہے بشر سے خطاب بھی باز آؤ تو پہ کرو خدا سے ڈرو مجھ سے ہاتھ اٹھاؤ
بالفرض مجھ سے بغض ہے بچوں پہ رحم کھاؤ جن کی غذا ہے دودھ انہیں پانی تو پلاؤ

بھولے میں چھ مہینے کا معصوم فٹس ہے آہ

قاذ ہی قاذ آہ عطش ہی عطش ہے آہ

طوبی ہے جس کا میدہ وہ باغ عطا ہوں میں کوڑ ہے جس کا قطرہ وہ خر سٹا ہوں میں
جبر ہے جس کا قبلہ وہ قبلہ نما ہوں میں حاجی ہے جس کا کعبہ وہ بیت خدا ہوں میں

جس کا لقب دوا ہے میں وہ درد ناک ہوں

جس کا اثر شفا ہے میں وہ خاک پاک ہوں

بابا مرا رسول کا قائم مقام ہے نانا مرا رسول علیہ السلام ہے
کلمہ میں اور اذان میں مرے جد کا نام ہے نام نبی کے بعد علی لا کلام ہے

ماں وہ کہ جس پہ زہد دورح کا ہے خاتمہ

ہے بعد ہر نماز کے صبح فاطمہ

لو یلو نام شرع مٹاتے ہو تم کہ ہم ایمان کا آئینہ چھپاتے ہو تم کہ ہم
کعبہ کو روز جہد مگراتے ہو تم کہ ہم زہرا کو نصح عید زلاتے ہو تم کہ ہم

عاجز نہ چلتو میں قوی ہوں دلیر ہوں
 جو کھریا کا شیر ہے میں اس کا شیر ہوں
 مگر حکم دے زمین کو امن ابتر اب
 قماروں کی طرح تم کو نگل جائے وہ شباب
 چاہوں تو میرے نیرے پہ آجائے آفتاب
 تم سب کے سب ہو آتش خودشید سے کباب
 چشم کرم حسین جو امت سے بھیر لے
 یہ نہر علقہ ہی ابھی سب کو گھیر لے
 ہر لفظ کے امام نے معنی دکھا دیے
 دریائے علم خشک زباں سے بہا دیے
 نام اپنے نمبروں سے فصحا نے مٹا دیے
 سر قاریوں نے شرم و حیا سے جھکا دیے
 پھر یک زباں یہ کہنے لگے سب پکار کر
 حاکم کو نذر دیں گے سب کیسے اُتار کر
 فرمایا خیر حق سے ہے پیارا نہ گھر نہ سر
 تم پر ہوا نہ دعا نہ وصیت کا کچھ اثر
 مطلب تمام کو جس سے وہ اس دم ہے رلا پے
 جو حیدری تھا ہو گیا ایماں سے بہرہ ور
 بولا عمر ادھر کوئی ایسا جری نہیں
 سب دوست ہیں پیادے کے اک حیدری نہیں
 ش نے کہا بھی تو ہیں اسرار کردگار
 جو وہم میں نہ آئے وہ ہو جائے آشکار
 حیدر کے نام سے تو وہ عالم ہیں برقرار
 ہے انجیا کو ان کی ولایت سے انکار
 ہے مرتضیٰ رسولوں کی پیغمبری نہیں
 وہ بندہ خدا نہیں جو حیدری نہیں
 یہ کہہ کے اپنی فوج کی جانب پھرے امام
 دس سو پچھ پڑھا کے بڑھی آگے فوج شام
 لشکر میں ح کا جسم لرزے لگا تمام
 آقا کی باتیں سنتے ہی وہ ہو گیا غلام
 آنے لگی بہشت کی بکھت و داغ میں
 حوریں پکارنے لگیں جنت کے باغ میں

آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا دیکھا یہ اس کھڑی فوج حسین عرش کے پہلو میں ہے کھڑی
 قوم بڑے قصر ستر میں نظر پڑی آتش کے طوق پہنے اور آتش کی جھڑی
 یوں تھر تھرا کے خاک پہ ٹر یک یک گرا
 گویا زمیں پہ اپنی جگہ سے ٹھک گرا

آواز دی غلام کو آجھ کو تمام کے مسئلہ کا وقت ہے مردوں کا نام لے
 دریا پہ تل سند کی میرے لگام لے اللہ ان لعینوں سے جلد انتقام لے
 دریا تجھدا مسیح سے یہ درویش ہے
 کیا جانے باپ تو بہ کھلا ہے کہ بند ہے

فی القور لے کے نام شہنشاہ ذوالفقار روبر پر غلام نے حر کو کیا سوار
 دریا پہ غسل تو بہ کو آیا وہ نامدار آئی یہ گوش دل میں صدا دیکھ ہوشیار
 دریا میں غسل کیسی جیو پانی نہ پیسیو
 اور چیخ تو خواہش کوڑ نہ کیسیو

تج نے کہا خدا کی طرف سے ہے یہ نرا بھرا د پا کے منہ سے لگام اس نے کی جدا
 پانی لگا پلانے تو گھوڑے نے دی صدا آ آ نہیں نہیں نہ پلا وائیا
 پیاسا جناب صاحب دلدل کا لال ہے
 پانی بھلا حرام ہے اب یا حلال ہے

شاہاش کہہ کے گھوڑے کو اترا وہ نامدار کھولے سلج اتاری تباہی سے ایک بار
 دیائے معرفت ہوا دریا سے ہنکار غوطہ لگا کے ہو گیا بحر گز سے پار
 نکلا تو غرق دوستی بچتوں میں تھا
 حرف گز نہ بھر کسی جزو بدن میں تھا

لیکن لباس کرنے لگا جبکہ زیب تن اک ہاتھ داس ہوا سے ہوا آ کے شوگلن
 اس ہاتھ پر دہرا ہوا اجلا سا بھینن ہاتھ نے دی نما کہ مبارک ہین ہین

اب تو خدا کے ساتھ خدا تیرے ساتھ ہے
یہ غلہ جہاں ہے یہ حیدر کا ہاتھ ہے
خوش ہو خدا کے ہاتھ سے تیرا ہر ایک کار اب جلد آ علی کو ہے کوڑ پہ انتظار
حوری ترے فراق میں ہیں کب سے بے قرار ہاں جاں فاطمہؑ پہ دل و جاں سے ہو ڈار
خلعت تو پایا قانع بدر و حنین سے
روبال فاطمہؑ کا لے گا حسینؑ سے
حق نے زمین پر سر سجدہ جھکا دیا وسیع خدا نے حلقہ نور خدا دیا
تن پر ستوار کر یہ عمر کو سنا دیا دیکھا کہ اپنے عہد کو مولانا کیا دیا
معلوم ہو گیا اثر گفتگوئے شاہ
بندہ وہ حیدری ہے کہ جاتا ہے سوئے شاہ
ہاں اہل شام روک تو لو تم مجھے بھلا یہ سن کے سو راہ ہوئی فوج اشقیاء
فردوس کی ہوا میں اڑا نحر کا بادیا جیسے کڑی کمان کا ٹوک یہ جاوہ جا
پھر یہ بلند قدر کیا وہ نصیب کیا
حق کہ آسمان کیا اور زمین کیا
غل تھا کہ مشرکوں سے مسلماں جدا ہوا غلٹ سے نور کفر سے ایماں جدا ہوا
نصرائیوں سے جیئ و دودھ جدا ہوا بادل سے آفتاب و رخشاں جدا ہوا
گرتا ہوا حق کی مدد سے سنبھل گیا
مغرب سے چاند چاہ سے یوسف نکل گیا
دیر کی طرح موج پہ تھی فوج اہل نار اسی میں مگر جہک تھی ہر تیغ آبدار
نحر کتب اہل بیت کی کشتی پہ تھا سوار جن کا کہ ناخدا تھا خدا وہ بزرگوار
کوسوں کنارے ظلم کے گرواب کر گئے
غل تھا وہ رود نیل سے سوتی گزر گئے

تینوں کے شعلے لپکے بڑھے کمر بد سیر کی خر کے گرد آتش فرود شعلہ در
 پہنچا نہ ہاتھ شعلے کا تا گزدن و کمر ہنگام جست مرکب حر بن گیا شرور
 مژدہ دیا سرش نے یہ جبریل کو
 پھر آگ سے علی نے نکالا غلیظ کو

ذوالوں کا ابر بڑھتے ہی رہوار کے گنا پانی ہو جیسے جلوہ خورشید سے گنا
 پر وہ کسان گرد کا اس چاند سے پھٹا بدلی نگہ جو حر کی تو کسوں فلک ہٹا
 دو لاکھ بجلیاں تھیں اور اک یہ نہال تھا
 دل بادشاہ کا غلغلہ خدا سے نہال تھا

پہنچا قریب فوج خدا جب وہ بادشاہ چڑھا ہوا حسین کے لشکر میں جا بھا
 ہشیار اسے امام کے اصحاب و اقربا ہاں نیزے تانے جلیں سنبھالو غضب ہوا
 آتا ہے وہ فرس کی ادھر باگ پھیر کے
 لایا ہے کربلا میں جو سید کو گمیر کے

نعت کے کان میں یہ خبر پہنچی ناگہاں جناب ہو کے ڈیوڑھی پہ آئی وہ شستہ جاں
 رو کر پکاری اکثر و عباہ ہیں کہاں جان حسین کے رہیں مل کہہ نگاہاں
 کہہ دو وہ میرے شیروں سے سینہ پر کریں
 میں دودھ بخش ہوں تار اپنے سر کریں

یاں حر کو روکا ہامیوں نے اور اور پوچھا کدھر کدھر ہمیں بتلا ظہر ظہر
 رستہ میں ہاتھ ڈالا تھا حضرت کی باگ پر اب کیا خیال ہے ادبی ہے بیاں کر
 نعت کے شیر نیچے چھوٹے سے قول کر
 لٹکارے پہلے قتل و سپر رکھ دے کھول کر

حر کو بھی جوش الفیہ مہر آگیا آواز دی کہ روکنے سے کیا ہے دعا
 تقصیر وار ہوں تو جناب حسین کا چاہیں کل کریں مجھے چاہیں وہ دیں سزا

جو میں وہ تم غلام امام کریم ہو

فرق اتنا ہے جدید ہوں میں تم قدیم ہو

خود منفعیل ہوں مجھ کو گنہ کا نہ طعنہ دو کھڑے کرو تو عذر نہیں اس غلام کو

جن کا گناہگار ہوں پر ان سے پوچھ لو مالک تو نیک و بد کے ہیں سلطان نیگو

آقا کے پاؤں پہ کے خطا بخشوانے دو

میں اپنا خون کرتا ہوں اچھا نہ جانے دو

کھل جائے گا سلام ہی سے پردہ ش کا حال منہ پھیر لیں حضور تو خوں ہے مرا حلال

پھر یاس سے پکارا کر اے فاطمہ کے لال فرشتہ ہی میں کھڑا رہوں کیا میں شکستہ ہال

بولے حسین عازب کیا تم کو دھیان ہے

یہ میری جان ہے یہ مرا سہمان ہے

اپنے قصور پر اُسے خود اعتراف ہے الزام دینا میری حیا کے خلاف ہے

یہ تو ہے نیک و بد سے بھی دل اپنا صاف ہے کیسا گناہ کیسی خطا سب صاف ہے

جانے دو یاد و ذکر گزشتہ کو جانے دو

نور عاشق حسین ہے آنے دو آنے دو

یہ سن کے ش کے گرد پھرے ش کے خیر خواہ لائے ہزار عز و شرف سے حضور شاہ

کھڑے سے بائے ش پہ گرا وہ چالاک و آہ بولا کلام لطف نے کلمہ پڑھایا واہ

خ کو ہر ادلی سے سر اطرار کیجیے

مسلم کیا تو رہے مسلم بھی دیجیے

پہنے جو ہوں میں طہ وہ حیدر کی ہے عطا اب منتظر ہیں بندے کے کوڑ پہ مرتعاً

کہنے لگے پٹ کے گلے سے شہ ہدا ہے ہے مرے رفیق تو کیا آیا کیا چلا

سہمان ابھی تو حیری مدارات چاہیے

کی عرض اس نے غلط کی سوغات چاہیے

لفظ پکارتی ہوئی یہ آئی ناگہاں لوگو! مری خوزادی کا مہمان ہے کہاں
دروازے پر بلائی ہے خدمت جہاں عابد کو تپ ہے وہ نہیں آسکتے ہیں یہاں
اکہڑ کے پیار سے نہیں کم اس کا پیار ہے
نصیب بلائیں لینے کی امیدوار ہے

آقا کے ساتھ حوسے مصمت سرا چلا شہزادی کے سلام کو بھٹکا تھا جاہبا
نصیب بلائیں لیتی تھیں اور دیتی تھیں دعا آیا جو دپ کہنے لگی بہت مرعہ
انجام تک ہوتا ہے ہر نیک ذات کا

پر کہہ کہ کیا سبب ہوا تیری نجات کا
سر سے عمار پھیک کے خرنے کہا کہ آہ کوفہ سے جب چلا میں سوئے شاہ دیں پناہ
دیکھا یہ خواب میں شب اول خدا گواہ گھوڑے کا میرے نعل گرا درمیان راہ
بازار میں گیا ہوں میں لے کر سندوق
اور ڈھونڈتا ہوں چار طرف نعل بند کو

میں خواب میں تھا کوفہ کے بازار کو رواں ناگاہ اک ضیفہ نے آکر کیا بیاں
تجھ کو بلا رہی ہیں حسین و حسن کی ماں میں بولا تجھ کو خبر ہے دہرا بیاں کہاں
وہ بولی ہاتھ رکھ کے دل پاش پاش پر
سر بختی ہے قاطرہ مسلم کی لاش پر

دوایا میں اس بیان پہ رویا میں خوب سا ہوا اس کے ہو گیا کرتا ہوا پکا
دو اک قدم چلا تھا کہ بس دیکھتا ہوں کیا اک سبز پردہ لاشے مسلم پہ ہے کھنچا
پردے کے پیچھے روتی ہیں اماں جناب کی
اور ان کے ساتھ روح رسالت تاب کی

مجرے کو میں جھکا تو پکاری وہ نیک خو کیوں بھائی کچھ جوں پہ احساں کرے گا تو
میں نے کہا چشم، تو پھر کی یہ گفتگو سن کہتی ہوں میں تیرے حیرے کے روبرو

پالا ہے لاکھ پیار سے پیارے حسین کو
 تو ذرا کچھ نہ ہمارے حسین کو
 تو بہ کی اس غلام نے یہ خواب دیکھ کر نہٹ نے دی عدا سوئے کوٹہ پچشم تر
 اماں بھول روئی ہو مسلم کو اس قدر کیا حال ہوگا قتل جو ہوگا یہاں پہر
 تھا نہ دان ہراول لشکر کو روئے
 یاں آ کے میرے ساتھ بھڑ کو روئے
 ناگہ پڑی دماغ ہراول کی دھوم دھام اکڑ بھی گئے سے طے اور بھی امام
 دیوڑھی پہ آ کے روئے لگیں وہاں تمام پیار کر بلا نے یہ ٹکڑ سے کیا کلام
 تو نے کیا سلوک شہ بحر و بر کے ساتھ
 عابد پڑے گا حیری زیارت پد کے ساتھ
 بڑا کر سوار ہونے لگا ج نامور نہٹ کے دونوں لالے آئے ادھر ادھر
 پھیلا کے گرتے اور حیا سے جھکا کے سر بولے کہ ہم نے روکا تھا تجھ کو معاف کر
 تو نے کیا ہے خوش پہر ہوتاہ کو
 بھڑ کے پوتے تھامیں گے حیری رکاب کو
 روئی فزائے زری ہوا پھر تو وہ شہسوار نصف النہار میں کیا خورشید نے قرار
 روشن ہوئے چراغ رکابوں کے ایک ہار روشن نگاہ فتح پکاری نقیب دار
 ہیبت سے فوج اہل جہا زرد ہو گئی
 بڑھتے ہی بادپا کے ہوا گرد ہو گئی
 اب ہے یہاں اشارۃ تائید کبریا شکل ہراول شہ دیں سمجھ کر دکھا
 قربان اس اشارے کے اس لطف پر خدا اب تک کسی نے خر کا سراپا کہا نہ تھا
 گنجینہ فیض سے ہے خدا کا بھرا ہوا
 مضمون حیرے سے کا یہ تھا دھرا ہوا

دن کو رواں ہے تاجِ فرماں حسین کا غم کھانے کو ہوا ہے جو مہماں حسین کا
 طوبیٰ ہے جس کو سنا یہ داماں حسین کا بو ذر ہے وہ حسین کا سلاں حسین کا
 کیا وہ بہ ہرا دل شاہِ ہدا کا ہے
 نصرت جلو میں پشت پہ سایہ خدا کا ہے
 سلاں کا فخر ہے یہ مسلمان بادشاہ سلاں سے ایک ہم سلاں میں ہے سوا
 اور ہم کے پہل ہیں تو حیرت کی ہے یہ جا سلاں سے عمر زیادہ ہے چالیس درجے کیا
 سلطان سے شرف جو فزوں ہاتھ آئے ہیں
 چالیس درجے کئے شہادت کے پائے ہیں
 سلطانِ حسن، عمر کا رخ ہے نظیر ہے اور آپ عمر غلامِ جناب امیر ہے
 چہنچ چہادی پہ جو مہر منیر ہے اس بادشاہِ حسن کا چوتھا درجہ ہے
 عمر عاشقِ حسین دو عالم میں ایک ہے
 خاتمِ ملکِ محمدیہ قر نام نیک ہے
 ہر جزو ہے عناصرِ اربع کا انتخاب پھولوں کی خاکِ گل کی آگ اور گہر کی آب
 بدلے ہوا کے گرمی تو لائے ہزار ہا پھر ناریوں کا قرب نہ کیوں جانتا خدایا
 شرکتِ اب آہِ دلتک میں آلِ عبا کی ہے
 نیک کو موافقِ آپ و ہوا کر بلا کی ہے
 بالذات اوجِ عقدِ ثریا نہیں ہوا وہ غرمن اس کے حسن کا ہے خوش چمن ہوا
 خورشیدِ پاؤں چوم کے گروں نہیں ہوا مل کر جہیں جہیں سے ملکِ مہ جہیں ہوا
 چہرہ ہے ایک جلوے مگر بے حساب ہیں
 گویا کہ ایک صبح میں لاکھ آفتاب ہیں
 پاؤں کو کوہِ سر کو کہوں چرخِ ملتیں یہ بات وہ ہے جس کا کہ سر پاؤں پہ چھیں
 یہ پاؤںِ خلد میں ہیں یہ سر نذر شاہِ دیں آئینہ دارِ صبحِ تجلی ہے یہ جہیں

حیران حسنِ خال سے سارا زمانہ ہے

باطن میں ظہر اور یہ ظاہر میں دانہ ہے

عارض سے بدر ہوئے معارض یہ کیا مجال امرو سے پھر کے شہر بدر ہوا بھی ہلال

کاکل سے گر کرے سر سوچ کا خیال فوراً گناہگار ہو سنبل کا ہال۔ ہال

خورشید کو چپ آئے اگر سامنے کرے

جاتا رہے بخار جو یہ رخ دوا کرے

جنی کے گرد سر ہیں یہ امرو جدا جدا یا شمع آفتاب کے پروانے دو تا

پہ شمع آفتاب کیا اور تا کیا شہبازِ عقلِ سیدِ معانی کو پھر اڑا

جنی کی ابروؤں کے تلے یہ دلیل ہے

اک شاخِ سدودہ زیرِ پہ جبرئیل ہے

محرابِ کعبہ لب ہیں دامنِ جبراءِ حرم اس جھوٹے میں ہیں کام و زباں محکف بہم

دونوں خدا کے کام میں مشغول دہم دنوں کے رجز سے ہوئے آگاہِ خوب ہم

کرتے ہیں سجدہ کام و زباں کردگار کو

رکھے ہیں گردِ موتی کے دانے شمار کو

دانتوں کو موتی کہتے ہیں اہلِ سخنِ قنارہ جو ہر شمس کے لیے ہے بحث کا مقام

سوسوتیوں سے ایک در دماغ کا ہونہ کام یا قوت لب کو کہتے ہیں اس میں بھی ہے کام

دونوں لبوں کا قلم کمرِ بیان ہے

یہ جان ہیں سخن کی سخن ان کی جان ہے

چٹنِ بیاضِ گردن کز صبح جیسے شام شمعِ حرم جھکائے ہے پاں گردنِ سلام

صبح گلو پہ نور کے درجے ہیں سب حمام رومالِ فاطمہ کا ہے باقی فقط مقام

رہیں نور کو تو نور کا بیوند چاہیے

رومالِ فاطمہ کا دگوبند چاہیے

ہاتھوں کو شاخ سرد تھاتے ہیں خاص و عام بندے نے اس مثال کو لیکن کیا سلام
شاخوں میں سرو کی نہیں بھل بھی بھائے نام یہ ہاتھ وہ ہیں جن میں کہ ہے دامن امام
قامت سے مہر رخ کی تجلی دو چہرہ ہے
خورشید حشر اک قد آدم بلند ہے

آنکھوں کے جلتے اب میں زورہ میں لگاتا ہوں سنبل کی سیر کے لیے آنکھوں سے جاتا ہوں
سیماب سے زورہ میں سوا جلوہ پاتا ہوں تن کز کا آئینہ ہے قسم اس پہ کھاتا ہوں
دیکھو بدن پہ اس زورہ خورشید کی شان
سیماب آئینہ پہ ہے قائم خدا کی شان

چار آئینے ہیں ح کے شرف پر گواہ چار دیچے ہیں شاہدی کہ ذبے غر نامدار
ہمعصر چار امام کا ہے یہ وفا شعار ناب پسر کو کر پکے ہیں شاہ بادکار
اب تک خلق سے تابہ خلق اس زمانے میں
دیکھے ہیں چار امام نئی کے گمرانے میں

شیریں ادا وہ رخس پری رو ہے زیرے راں کوڑے کا دھیان لائے جو راکب تو یہ کہاں
چلنے میں چھوڑ دیتا ہے یہ حد آسمان یعنی کہ تازیانے کی صورت ہے کھکشاں
دم بھر بھی آشنا یہ نہیں غرب و شرق کا
دل سوز ہے ہوا کا ہوا خواہ برق کا

پرکار سے یہ کلوے میں جولاں زیاد ہے رہوار کو براق کی پروا زیاد ہے
ہنگام پو یہ کشتی باد مراد ہے پکرائی جس سے فوج یہ وہ گرد باد ہے
گری میں آگ ہے تو یہ نری میں خاک ہے
میوں سے شکل آب رواں صاف و پاک ہے

ہر صف میں غل تھا کون ہے یارب یہ بادکار یوسف کا ہم وطن کہ سلیمان کا ہمدیار
بوزار کا ہم نسب ہے کہ سلسلے کا رشتہ دار ایراں کا پہلوں کہ عرب کا ہے شہسوار

نثر کو بھی نہ دیکھا تھا اس زیب و زین سے
انساں فرشتہ بن گیا مل کر حسین سے

گردن ہلا کے شہ کے ہراول نے دی ندا یارو بس ایک کلر حق تم سے یہ سنا
میں وہی خاک ہوں وہی ذرہ جو آگے تھا خوشبو ہے یہ حسین کی جلوہ حسین کا
غالب نہ کیوں ہو نور۔ جہیں آفتاب پر

سجدہ ابھی کیا ہے در پورٹ پر
سمجھا عمر کہ نرم ہوا کچھ دل بہاہ بولا بچے تسلی لکھ رہا وہ رویا
کچھ کم نہیں کسی سے تمہارا بھی بادشاہ ہاں سرفردشو جہد کر رہے جو بخت جاہ
نثر کو حسین تم کو مبارک یزد ہو
اب دن نہ ڈھلتے پائے کہ سید شہید ہو

نولاد پیش برہ و دم و عراق و شام نکلے پردوں سے تانے ہوئے نیرہ و حسام
گرز و گماں کند و حیر زیں لیے تمام پڑھنے لگے قیوب نسب نامے نام نام
لکھ رہا کہ آگ کا دریا تھا جوش میں
نثارے شہد میں تھے کہ ہادل غروش میں

نواں تنج نثر کا برائے شادری عرباں ہوا قہائے نیام اک طرف دہری
پرتھی اسی کے قبضہ میں سب ڈنگی وتری صیت سے پانی ہو گئی سبز سکندری
تنج رواں کا فوج کے گرد آب ہو گیا
لکھ رہا حلقہ حلقہ گرداب ہو گیا

اللہ رے شاد و ہمشیر آبدار دکھلا دیے صفائی کے سب ہاتھ ایک بار
دریائے خوں میں دھوم ہوئی اس کی وار پار جو ہر کا ایک بال بھی ڈوبا نہ نہ ہمار
خود وجد نثر کے دل کو صفا دیکھ کر ہوا
ہاتھ اک طرف نہ تنج کا ناخن بھی تر ہوا

دار دار کے آبِ تنق سے سب کوچ کر گئے غصہ سے ہو کے چلن بھیں کچھ ٹھہر گئے
پل بن گئی وہ چین چینیں سر ہڑ گئے اک دار میں فرات کے پار ان کے سر گئے

حیرت سے جہاں فنا ہوئی قالب کھڑا رہا

کشتی تو غرق ہو گئی لنگر پڑا رہا

نثر حملہ در ہوا کہ اسد حملہ در ہوا وہ حملہ در اُدھر ادھر اسلام در ہوا
سرگرم سرگرم سر اعداد اگر ہوا وہ لگی کھلا کہ لالہ کھسار سر ہوا

تلپ حسد کو درس اُدھر آہ آہ کا

حورو قلم کو درد ادھر دواہ دواہ کا

عدم دم حسام کا اعدا کا دم ہوا درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا
مصمام سکہ اور دلی اعدا درم ہوا وہ دل اگر درم ہوا مال عدم ہوا

داج نثر کا سرور دالا گھر ہوا

معدم عجب عمر گروہ عمر ہوا

اجنی شرر گلن ہوئی شمشیر شعلہ تاب درخ ہوا پہ جل گئی بارانی سحاب
مرغابیاں ستاروں کی گرووں پہ تھیں کباب گرمی کے مارے تھا پہ دریا پہ آب آب

غل تھا کہ آج تنق شرر دم کے بات سے

پانی بھی ہاتھ دھوئے گا اپنی حیات سے

دوسو اشتیا جو بنی تنق برق دم پھر ان کے حال پر نہ ہوئی چشم زخم خم
لکھا دہن کے دھنوں سے یوں دوو دل بزم جاڑے میں جیسے منہ سے دھوئیں نکلے سج دم

دم اس دھوئیں کے ساتھ سڑ کو ہوا ہوا

اور پیچے پیچے جسم بھی پیچا اڑا ہوا

سرداروں پر جو وار کیا کہہ کے یا صبیح زائل کیا سروں سے غرور اور دلوں سے چین
کل تین حرف تنق میں تھے تاو یا و نہیں تعظیم ان کی ہو گئی اعدا پہ فرض بین

سرتن سے تن قدم سے قدم خاک سے اٹھا

اک شور واہ واہ کا افلاک ہے اٹھا

ہننے میں نیزہ دار بلا سے تان کر سناں ہر نیزہ اڑو ہے کی طرح ساعدہ لٹاں

نیزہ لیا جو ٹر نے اماں بولی الاماں۔۔۔ کی ٹھک نے رستم دستاں کی داستاں

نیزہ علم ہوا تو سناں کی زباں سے

ہاتیں زمین کرنے لگی آسمان سے

کانٹھے پہ رکھ کے نیزے بڑا شیر نیزہ دار نام امام لے۔۔۔ کے کیا نیزہ کا جو دار

باند تار سبھ ہوا سو دلوں کے تار۔۔۔ دل درکنار جان ہوئی اُس سے ہمکنار

نیزہ کی زد پہ نقش ہوا ہر تن سپاہ میں

اور سرتو لوٹ لوٹ گئے گر کے راہ میں

چمکایا جس نے نیزہ کو دوڑا کے راہوار تو سن کے سینے سے ہوا یوں نیزہ حر کا پار

سینہ لیا سسند کا اور گردن سوار جس طرح ایک شیر کے قابو میں دو فکار

رہوار تو زمین سے اسوار زمین سے

یوں اڑ گئے کہ گرد نہ اٹھی زمین سے

خالی ہوا سپاہ سے جب عرصہ قال آقا کے دیکھنے گو پھرا حر خوش خصال

شمشیر و نیزہ ہاتھوں کے اندر لہو سے لال تن حیدروں سے چمنا ہوا دل سینہ میں ڈھال

حضرت پکارے صاحب شمشیر آگیا

روباہوں کو بھگا کے مرا شیر آگیا

ٹرنے کہا جو پانی ذرا سا ہو مرمت تو چھین لوں نیزہ کا میں تخت سلطنت

بولے حسین پھر ہمیں کیا اس سے منفعت بہتر یہی ہے جو مرے مالک کی مصلحت

یہ کہہ کے ٹر کی پیاس کو شہ نے بجھا دیا

اک سبب غلہ ہاتھ میں تھا وہ تنگھا دیا

غرش کے پاؤں چم کے دن کی طرف چلا شہد علم کا کھول کے مہاں نے کہا
دم لے علم کے سایہ میں بھر گنج دغا خرنے کہا نہیں مجھے اب ہونے دو فدا
آقا علم کے سایہ میں مجھ کو بٹھاتے ہیں

حیدر بزر سایہ طوبی جلاتے ہیں

بولے حسین جا مرے مہمان الوداع اے میرے پو ذراے مرے سلمان الوداع
اے میرے جاں نثار مری جان الوداع حامی خدا رسول نگہبان الوداع
بابا سے کہیں پیارے کا لنگر بھی آتا ہے
بھر نیچے کوزے دودھ کے استر بھی آتا ہے

مشتاق مرگ دن میں گیا خر ہادقا جلاپوں کو پکارا کہ اب سر کرو جدا
لو میں نے وقف راہ حسین آپ کو کیا تن ہو کہ سر ہو دل ہو کہ سینہ ہو سب فدا
لے لو قسم غریبی سہیل رسول کی
لو نیزے مارو میں نے شہادت قبول کی

یہ کہہ رہا تھا خالموں سے حر نامور جو آیا چھپ کے پشت پہ سفیان کا پیر
بر بھی غضب کی اس نے لگائی دو جان کر جس کی اتنی ہوئی جگر خر پہ کارگر
فوارہ خون دل کا بہا آہ زمین پر
اور یا حسین کہہ کے گرا وہ زمین پر

دوڑے پیادہ کہہ کے یہ ہمشیر سے امام نہت تھمارے بھائی کا مہماں ہوا تمام
سیدانی پیٹے گی لے لے کے بچہ کا نام آقا کے گرد و پیش چلے حیدری غلام
یوں شاہ حقرار تھے مہماں کے واسطے
یقوت جیسے پیٹ کھان کے واسطے

مغل میں آکے دیکھتا کیا ہے علی کا لال اک شیر جھومتا ہے دو زانو لہو میں لال
ہاتھوں میں احوال احوال پر ضعف سے ڈھال ہالے میں چاند خون کے تھالے میں ہے نہال

دل کو دُورِ درد سے ہے قصدِ آہ کا

لیکن وہ نام لیتا ہے شیرِ آہ کا

پھیلا کے ہاتھ شہ نے کہا جا کے متصل اٹھ مہری جان اٹھ مرے مہمان مجھ سے مل

وہ بولا آہ اٹھنے نہیں دیتا دردِ دل اکبر کا واسطے مجھے فرمائیے جل

ترپا پھر اس طرح پہ کہ ہر دُغم پھٹ گیا

آنکھوں کی پٹلی پھر گئی اور دم اُلٹ گیا

عارض پہ غم کے شہ نے عارض کو رکھ دیا آغوش میں ہر دل مجروح کو لیا

مگر نے اشارہ خیرِ سادات کا کیا مہمان کو لے چلا ہر شیرِ کبریا

اصحابِ گردِ لاش کے تھے شور و شین میں

مگر مسکرا رہا تھا کنارِ حسین میں

کہتے ہیں جب قریب رہی شہ کی بارگاہ آغوشِ شہ میں رونے لگا جاں نثارِ شہ

پوچھا رفیقوں نے تو یہ بولا وہ خیر خواہ اک آرزو بڑی رہی جاتی ہے آہ آہ

کمزور جیسا سے مرا آقا ہے کیا کروں

آقا پہ میرے تیسرا فاقا ہے کیا کروں

اصحاب نے کہا کہ بھالائیں مل کے ہم پر تو بھی جاتا ہے کہ پانی نہیں بہم

کیا آرزو ہے کہ تجھے ٹھوڑی کی قسم وہ بولا کوئی دم کا ہے مہمان میرا دم

ہاتھوں پہ اپنے رکھ لو تنِ پاش پاش کو

خیمہ کے گرد لے کے پھر میری لاش کو

کہنے لگے حسین کے اصحابِ نامدار ہم سب ترے نثار تو شہ پر ہوا نثار

خیمے کے گرد پھرنے کا تو ہے اسیدوار اور حیرے آس پاس فرشتے ہیں اکھبار

آئی عدا بخیر ہوا حیرا خاتمہ

لاشے کے گرد پھرتی ہے سرِ بگے فاطمہ

سب رو کے بولے ہم تو ہیں حاضر ابھی مگر کچھ شفقت حرم کی نہیں ہے تجھے خبر
لاشا ترا جو گرد پھرے گا ادھر ادھر سیاحیاں غلام سے نکلیں گی نکلے سر
آئی ندا کہ تجھ پہ یہ کیونکر خبر کھلے
پھرتی ہیں حوریں لاش کے چو گرد سر کھلے

پہنچے جو در پہ لاش لیے شاہ وہیں بچا لعل نے ہائے خر کہا بس کرتے ہی نکلا
مہماں کو لے کے بیٹھ گئے رو بہ لعل شاہ پھیلا کے پاؤں رکھ دیے پہلو میں ہاتھ آہ
خز کے شرف مسیق کی الفت سے بڑھتے تھے
زانو پہ سر دھرے ہوئے نہیں پڑھتے تھے

آنسو ہر ایک فخرے پہ سولا کے تھے رواں چپے جبینِ خر پہ کئی انگب نامکھان
آنکھوں کو خر نے کھول دیا اور کی فضاں اے دائے نیکی مری اے شاہ بیکساں
اھ! نہیں گے جبکہ مری موت ہوئے گی
دشمن ہے ہاں وہ کاہے کو لاشے پہ روئے گی

میں جاں باب ہوں طعنہ اعدا سے مجھ کو کیا پر نام میرے قبلہ و کعبہ کا ہے بڑا
آقا غلام کو علی اکبر کے دو صدا اور اپنے بھی غلاموں کو بلوالو ایک جا
الزام کی جگہ نہ رہے اہلِ شام کو
روئیں غلام آپ کے سب اس غلام کو

شر بولے بس کو حمانہ مرے دل کو مرتے دم کیا تیرے رونے کو یہ بنی قاطعہ ہیں کم
ماتم کی صف بجائیں گے تیرے لیے حرم جس کو نہ رونے پائیں گے بھائی وہ ہم ہیں ہم
شیدا علی کے تیرے عزادار ہوں گے
اے خز جو مجھ کو روئیں گے وہ تجھ کو روئیں گے

تو اپنے دہنے ہاتھ کی جانب تو کر نظر بولا وہ دیکھتے ہی کہ اے شاہ بحر و بر
اک بی بی تین مرد ہیں استادہ نکلے سر شر نے کہا سلام مرا سب سے عرض کر

چاروں بزرگ ہیں یہ ہمارے کھڑے ہوئے

یہ حیرے رونے والے ہیں سارے کھڑے ہوئے

یہ کہتے تھے کہ دیکھتے کیا ہیں شہِ دمن کُڑ کے گلے سے خون کا دریا ہے موجزن
مولانا نے روکے خنجرِ علی سے کیا خن کھولو تہرکات کا صندوق اے بہن

مہماں ہے میرا شہنشاہِ آلِ فاطمہ

زلمِ گلو پہ باغیوں کا رومالِ فاطمہ

رومالِ فاطمہ کا جو لائی وہ دلِ حریں شہ نے لپیٹا حلق پہ مہمان کے وہیں
کُڑ نے نکالو پاس سے کی سوئے شاہِ دیں لطف و کرم پہ ہو گیا صدقے وہ خوش یقین
روئے حرمِ عزیز اُسے شہ کا جان کے

کھولے سراپے سوگ میں اُس مہمان کے

رونے کی جا ہے اور یہ ہے پٹنی کی جا مہمان کا یہ حق ہے یہ خاطر یہ مرجہ
پہ آہِ ذبح جب ہوا مہمانی کر بلا داس آئی قید ہو کے بہن شہ کی بے روا
نو مرتبہ گری وہ دلِ انگارِ لاش پہ

رونے دیا نہ شمر نے اک بار لاش پہ

مقتل سے لاشِ غر کو تو اس طرح لائے شاہ پامال شہ کی لاش ہوئی دا عمراء
رومالِ فاطمہ تو بندھا حلقِ کُڑ پہ آہ اور لے گئے حسین کی پوشاکِ روسیاء
سرِ کُڑ کا اور کنارِ شہِ مشرقین کا

صدِ حیفِ بھر لوکِ حناں سرِ حسین کا

بس اے دیرِ لرزے میں ہے چرخِ چہری کی ختمِ ذوالجلال نے تجھ پہ خونوری
اس ظلم سے نکل ہیں چہ صدی چہ انوری ہر مصرعِ بلند ہے شمشیرِ حیدری
دلِ دشمنانِ دیں کا دو نیمِ انجمن میں ہے

گویا زبانِ حقِ علی کی دہن میں ہے

سلام

نُجْری گلچین قضا میرے کے گلشن میں ہے
نُجْری جو بختن کے سایہ دامن میں ہے
لُجْ دل سے چشم تریاقت کی معدن میں ہے
جلوہ نامی ہاشم سلائی دن میں ہے
ہر گل باغ امامت موت کے دامن میں ہے
مثلِ رضواں وہ ہمیشہ غلہ کے گلشن میں ہے
بے بہا لعل بدخشاں نُجْری دامن میں ہے
یا جلی نور حق کی وادی امن میں ہے

قطع

اسطیج کر گئے دن میں جو ہم شکلِ حق
بکتر و چار آئینہ خود و ذرہ تجھ و سپر
گلشنِ قدرت کی ہے برگ گلِ سون سپر
ایک جوشن ہے کبیر اور اک صغیر آفاق میں
ہے یہ آغوش کماں معور نور دوش سے
قاسمِ پُر نور کی ہے تاب رخِ آفتاب
بسکہ ہے وقعِ ظہور مہدی ہادی کا شوق
نار میں منظر ہے جیسا غاصبِ باغِ فدک
بولے اعدا فرق اکبرِ قلمِ آہن میں ہے
واہ کیا کیا زورِ جنگ اس جواں کے تن میں ہے
کب اثر ایسا دعائے طہیر سون میں ہے
بر خواہ جو فتنیں اکبر کے اک جوشن میں ہے
زورِ دین کو تجلی کہکشاں کی دن میں ہے
سایہ اس کے قد کا طوطی کی طرح گلشن میں ہے
مہر سے چشمِ مسیحا چرخ کے روزن میں ہے
بے قراری کب کسی دانے کو وہ خرمن میں ہے

شہرہ ہے تیری زبانِ در فضاں کا اے دہر

لعلِ ہاشمیدہ و نورِ شرم سے معدن میں ہے



دنیا زنداں ہے جائے آرام نہیں
گہوارہ ہے جز گردشِ یام نہیں
آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کی طرح
جھپکی جو پلک صبح نہیں شام نہیں



بالائے زمیں زندوں کی تعمیریں ہیں
مُردوں کی پہ زبرِ خاک جاگیریں ہیں
مہرت کے مرقع کا ہے اک صفحہ زمیں
دونوں طرف اس ورق پہ تصویریں ہیں

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ٹٹے کی آس ہے بھرتی ہے آس پاس، پہ بچنے سے یاس ہے

کہتی ہے کیا کروں میں دہائی حسین کی

بچی پھری ہے آج مرے نور عین کی

فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی ان دانوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی
کس طرح ان کے سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قطر ہے میں کہاں پاؤں یا علی

بچلے کو آنکھ کھولی تھی اب کھولتے نہیں

روتے نہیں دیکھتے نہیں بولتے نہیں

اک دم بھی ہائے غم سے نہیں اب فراغ ہے تازہ ابھی جوانی اکبر کا داغ ہے
لو پھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے کیا لونے کو موت کے میرا ہی ہار ہے

اصغر کا پاتراب ہے اکبر سدھارے ہیں

کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

میں کہتی تھی نجف میں انھیں لے کے جاؤں گی شاہ نجف کا ان کو مجاور بناؤں گی
انگی پڑ کے گرد لہ کے پھراؤں گی ہے ہے انہی کو قبر میں اب میں سلاؤں گی

منت کے طوق بڑھ چکے پردان چڑھ چکے

نہیں کا وقت آگیا قرآن پڑھ چکے

اب کس کی ہامراؤں بڑھاؤں گی ہنسلیاں ہے ہے کرخت ہو گئیں یہ نرم انگلیاں
تور بدل بدل کے پھراتے ہیں چٹلیاں اب میرے لال ہاندہ نہیں سکتے مٹلیاں

باقی حواس پیاس سے معصوم کے نہیں
 منہ میں انگوٹھے لیتے ہیں اور چوستے ہیں
 ہر دم سکینہ سامنے بھائی کے آتی ہے ہاتھوں میں لے کے ان کے کھلونے دکھاتی ہے
 سہلا کے ننھے تلوے، یہ رو کر خاتی ہے من جاؤ بھائی جان یہ بہنیا مناتی ہے
 کڑھتی ہیں اماں آنکھ کو تم کھولتے نہیں
 اللہ! ہم پکارتے ہیں بولتے نہیں
 سر نیچے گرد جھولے کے سب کہہ ہے ہم بچلا رہے ہیں سٹے ہوئے پاؤں کو حرم
 نیچے پ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دم دم چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
 قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دپتے ہیں
 بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں
 آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
 اس بے زباں کا حال سناؤ امام کو نبلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
 اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
 کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں
 حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشیں جواں جو بے حواس دبیوں کی یہ سنی فغاں
 بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں اکبر تھمادی لاش کا خالق مجھپاں
 ہم خیمہ گد میں جاتے ہیں امنفر بلاتے ہیں
 ان کو بھی لا کے پاس تمہارے سلاتے ہیں
 منہ پر جواں بیٹے کا تازہ لہو لگائے ماتم سرا میں گنج شہیداں سے شاہ آئے
 جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہل بیت آئے بچے کے ہاتھ پاؤں جلا کر انیس دکھائے
 رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے
 سو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

ہنٹے سر ہانے جھولے کے شبیر سر جھکائے اصغر کے کان سے لب مجھ نما ملائے
 چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے سوئے حسین ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
 "بولی سکیٹہ" ہاا نے مشکل کشائی کی
 اہاں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی"

ہاتھوں پہ لے چلے جو اسے شاہ اختیار بانو پکاری لوٹری کو صاحب جلا لیا
 سیدائشوں کے پاؤں پہ پھر سر کو رکھ دیا بولی خدا نے سب کی دعا سے کرم کیا
 لب پر قسم، آنکھوں سے شر کے قطارے ہیں
 ہم تم کوئی نہیں انھیں بابا ہی پیارے ہیں

زندہ نے پوچھا شر سے کہ اسے فخر کا کائنات کیا آپ نے کہا کہ جو چھٹکا یہ نیک ذات
 شر بولے "اے ان کے دادا ہیں حلال مشکلات اس بے زبان کے کان میں میں نے کئی یہ بات
 چلتے ہو پہلوئے علی اکبر میں سونے کو؟
 آتے ہو میرے شبیروں پہ قربان ہونے کو؟

جھولے سے اٹھ کے قتل کے میدان کو دیکھیے کیا لعل و در ہیں حنج شہیداں کو دیکھیے
 لوٹے ہوئے علی کے گلستاں کو دیکھیے منجھر کے چل کو منجھڑ پنکھاں کو دیکھیے
 یہ سن کے میری گود میں جھولے سے آئے ہیں
 حقل کو شوق حیر میں منہ کو پھرائے ہیں

بانو پکاری ان پہ تو سب رحم کھائیں گے بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پائیں گے
 شر بولے جو نصیب میں ہوگا وہ پائیں گے پہلے انھی کے آگے انھیں لے کے جائیں گے
 خاطر سے ان کی پانی کے ساکن بھی ہوئیں گے
 انجام کار یہ ہے کہ ہم ان کو رد نہیں گے

بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہیں گزری میں ایسے پانی سے لے جائیے نہیں
 اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہیں اصغر کو دیجیے مجھے دلوایے نہیں

شہ بولے ان کو شیعوں سے پیارا کرو کی تم؟

بھولے میں موت آئے گی تو کیا کرو کی تم؟

اب تو ضرور جانیں گے یہ دن میں جانیں گے پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائیں گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئیں گے پر عمر ہے جو کم ہی تو کیونکر بڑھائیں گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے

نثار موت و زینت کا پروردگار ہے

سمجھانے پر حسین کے ہانوں نے رو دیا دیکھا فلک کو پاس سے اور سر جھکا لیا
لے کر پلائیں بیٹے کی پھر یہ بیاں کیا واری سدا سدا، خیر جو مرضی کبریا
دیکھوں پھر آج کب قصیں گودی میں لیتی ہوں

اللہ و پختن کی طاعت میں دیتی ہوں

امیر کو لے چلے جو شہنشاہ بکر و بر مڑ کے اُس نے کبے پہ حسرت سے کی نظر
نصا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر بانو پکاری پھیر کے منہ کو ادھر ادھر
لوگو مرا کیجیو نکلا ہے تمام لو

امیر سدا سدا کرتے ہیں جہاں سے سلام لو

کمر سے نہیں چلے ہیں یہ دنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑ کو ماں کے دکھاتے ہیں
زبٹ پکاری "ہونٹوں کو بھی تو پلاتے ہیں اسنے دونوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں"
وہ بولی "ہیں، کیجیے پہ نشتر نہ مارو تم

لو دودھ چھ مہینے کا بخشا سدا سدا تم"

ہاتھوں پہ لے کے اس کو چلے شاہ اقتیا او رساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ چیز تھی اور گرم تھی ہوا امیر پہ ماں نے ڈال دی اچلی سی اک رو
چادر نہ تھی وہ چہرہ نہ آب و تاب پر

نکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سہل مصطفیٰ لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
نے مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا منت بھی کر کروں گا تو وہ دیں گے کیا بھلا؟

پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری

اصغر کی جان جائے گی اور آہو مری

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا قہراً کے رہ گئے چادر پیر کے پیرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ ”یہ ہم کو لائے ہیں

اصغر حصار سے پاس فرض لے کے آئے ہیں“

ہاں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے گہوارے میں پوچھی نے بھلا یا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے رو رہا کے سارے گھر کو رالایا نہ چپ ہوئے

واں اٹک بار تھے تو یہاں بے قرار ہیں

پانی کے تم سمجھو سے یہ امیدوار ہیں

گر میں بقول شمر و عمر ہوں گناہگار یہ تو تمہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
شش ماہ بے زباں، نبی زادہ، شیر خوار ہلکم سے سب کے ساتھ پیاسا ہے بے قرار

سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے

مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

جو شیر نور کچھ نہیں ان کی غذا ابھی نے کھنڈیوں چلے ہیں نہ کھپ ہوا ابھی
بابا کا نام بھی نہیں منہ سے لیا ابھی یہ تو ہر ایک دین میں ہے بے خطا ابھی

کیا کام ان سے بغض ہے تم کو اگر مرا

چانو خدا کا بندہ نہ سمجھو پیر مرا

یہ کون بے زباں ہے جسے کچھ خیال ہے؟ درجف ہے بازوئے نکس کا لال ہے
لو مان لو جسے قسم ذوالجلال ہے شراب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے

پوتا علی کا تم سے طلب گار آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چو سے جھکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پھر
باقی رہی نہ بات کوئی اسے سرے پھر سو گئی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
بھیری زبان لبوں پہ جو اُس نور عین نے
تھڑا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں لی حرم نے شانے سے دو تانک کی کہاں
ترکش سے جن کے کھینچ لیا تیر جاں سناں جوڑا کہاں میں تانک کے حلقوم بے زباں
پھینتے ہی حلق بچے کا چسیدا جو تیر نے
تھیرا کے فٹ سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ ہلک گیا سو گئے گلے میں خون بھرا دم ایک گیا
ترپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا ٹوٹی گری زمین پہ منکا دھلک گیا
منہمی کلائیوں میں خنجر سے تل پڑے
بجلی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

منہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا دیکھا کہ پار حلق سے تیر جہا ہوا
بچہ ترپ رہا ہے لبو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے ہو کوئی ذرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیر بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اُگتے تھے اب خون اگتے ہیں

رو کر کہا عینوں سے ”کیوں اسے جوان دھڑ ہم نے کہا تھا کیا جو بھلا تم نے مارا تیر
تم سے کام کرتا تھا میں یا کہ یہ صغیر اس بے زبان نے تو نہ مانگا تھا آب و شیر
تابت علی کے پوتے کی تم نے خطا نہ کی
تم نے ہمارے لانے کی بھی سمجھ دیا نہ کی

ہنس ہنس کے سب حسین کے رونے پہ ہٹ گئے شہ نے وہ آہ کی کہ وہ عالم اُٹ گئے
اصغر ہلک ہلک کے چدر سے لپٹ گئے نغمے سے ہاتھ پاؤں لرز کر صٹ گئے
ہونٹوں پہ شہ کے ہونٹ ملے اور گزر گئے

اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

لاشے کے منہ کو دیکھ کے کہنے لگے یہ شاہ بیچارگی کا وقت ہے اصغر خدا گواہ
ماں تو ہے گھر میں باپ پہ یاں فرخ سپاہ یہ دیک کر م اور یہ بدن نرم آہ آہ
دل ساتھ لٹکا پڑتا ہے کیونکر جدا کروں

سوچوں کسے لٹاؤں کہاں آہ کیا کروں

ناگہ صدا یہ آئی کہ اے میرے بے دیار تجھ پہ بھی میں فدا ترے اصغر پہ بھی غار
مرتے ہیں مومنوں کے جو اطفال شیر خوار جنت میں پالتی ہوں انہیں میں جگر نگار
اے وائے گرت پوتے کے کام آئے غلامتہ

واری! کھڑی ہے گود کو پھیلانے غلامتہ

اسے میں بہر جنگ بڑی فوج اشتیا اصغر کو شہ نے پہلوئے اکبر میں رکھ دیا
اور دین کے جلال کو دی مہر کی ضیا پہنچا زبان تیغ سے بھی تھم کبریا
قربان ذوالجناح شہ دیں چاہ پ

خضر تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پ

محشر کے زلزلے نے عماں آ کے تمام لی نصرت کے دلولے نے رکاب امام لی
چاہک زن فلک نے کرن کی لگام لی شامی تو کیا ہیں روز نے بھی راہ شام لی
حیرت کی شکل خوف سے جن د ملک بنے

دو پاؤں بھاگنے کو زمین د فلک بنے

دیا تھا موج پر مگر اس آن چھپ گیا کہسار میں یہ جا کے دیوان چھپ گیا
لنگر میں شہر ہو کے پریشان چھپ گیا زر کر مر کے قلب میں شیطان چھپ گیا

یاں موزہ ، داں علاحدہ دستار ہو گئی
 آمد ہی میں یہ فوج کی رفتار ہو گئی
 دریا گھٹا حسام دو چکر کے گھاٹ سے زعموں نے کی تلاش کفن اس کے پاٹ سے
 لشکر نے ہاتھ دھوئے لڑائی کے گھاٹ سے اک دم بھی خیر سے نہ کٹا اس کے کاٹ سے
 تلوار تھی کہ قبر خداوند پاک کا
 طوقاں ہوا کا آگ کا پانی کا خاک کا
 بو کی طرح دماغ میں آئی چلی گئی شل ہوا سروں میں سہاگی چلی گئی
 مانند شعلہ ہاگ اٹھائی چلی گئی آمدی کی طرح آگ لگا لی چلی گئی
 سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی
 انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی
 غلت میں آنے جانے میں آپ حیات تھی اور روشنی میں نیر اعظم کی ذات تھی
 اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی منہ سے نکلتا اس کے لیے ایک بات تھی
 دن میں تو کافروں کے فقط حلق پر بھری
 پہ شہروں میں رہانوں پہ مثل خبر بھری
 سیدی چلی یہ تیغ تو لشکر الٹ دیا جیسے علی نے ہاتھ سے خیر اُٹ دیا
 ہڑے کیے رسالوں کے دفتر اُٹ دیا غصے سے پھر پڑی تو مقدر الٹ دیا
 جس دم تری نہ پشت پہ باقی رہا کوئی
 جیسے پلٹ کے چوٹ کرے اڑ دیا کوئی
 نگاہ شوق غلہ کے گھزار کا ہوا اور حوصلہ یزدگوں کے دیدار کا ہوا
 ارمان ذوالجلال کے دربار کا ہوا سر کو طیال بدیہ خفار کا ہوا
 کی تیغ میان میں تو وہ بولی دہائی ہے
 اب مشربک علی کے پیر سے جدائی ہے

تصویر حادثوں کی دکھانے لگا خیال دیکھا کہ ہے سکینہ کا منہ سیلوں سے لال
ہوتے ہیں لاشہ شہدا رن میں پامال بازوؤں میں کھلے ہیں نئی زانوؤں کے ہال
بخشندہ قطار شتر کا جو پوتا ہے

وہ اونٹ کھینچ کھینچ کے بے ہوش ہوتا ہے

آئی عدا کہ یہ بھی حصیں اب قبول ہے؟ پردیس میں اسیری نہت قبول ہے؟
ش نے کہا قبول ہے یارب قبول ہے امت کی ہو رہائی ہمیں سب قبول ہے
بابا کے شیعہ، ثانی کی امت عزیز ہے

ان سے نہ گمراہ کہ نہ حرمت عزیز ہے

برباد جب مرقع خیراتسا ہوا اور پھر قلم قلم چمن مرتضیٰ ہوا
پھر اقلو احسین کا غل جا بجا ہوا سیلہ نئی پہ نرغہ اہل جفا ہوا
مخبر قلق کا فاطمہ کے دل پہ پھر گیا

زہرا کا چاند فوج کے ہادل میں گھر گیا

نامہ ہا کی طرح گرا لکھ جفا شنگلی میں اہل بیت کا گھر ڈوبنے لگا
اور اقلو احسین کا غل ہر طرف اٹھا اک گھر کے ساتھ فرق ہوئے گھر ہزار ہا

اب تک محبت سید عالی پناہ ہیں

دلی ہوا شہید موالی جاہ ہیں

نیزے لگے جو سینے میں قرآ کے رہ گئے بیٹا جو تیر ماتھے پہ تیورا کے رہ گئے
ہلکے خدا زبان سے فرما کے رہ گئے گرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے
اکبر نہ تھے جلو میں نہ عہاق پاس تھے

مظلوم ﷺ میں تھا عدو آس پاس تھے

سینے پہ بھالے رکھ کے گرایا حسین کو جی ہر کے خالموں نے ستایا حسین کو
گرنے پہ خاک تودہ بنایا حسین کو ہے علم کی یہ حد کہ گرایا حسین کو

بحر دیکھو حواس شہنشاہ نیک کے
 جہے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو نیک کے
 آیا سر ہانے تنگ بکف شر رو سیاہ بولا نکا کہ میں ہوں پیر کی بوسہ گاہ
 دل نے کہا یہ سینہ ہے کھینچ الہ بیٹا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ
 اس ظلم نو سے چرخ کہن کا پٹنے لگا
 ایسا حسین ترپے کہ دن کا پٹنے لگا
 دیوڑھی پہ آئے سب حرم بادشاہ دیں ہے ہے یہاں ہے کوئی مسلمان یا نہیں
 چلائی پیٹ پیٹ کے یہ زینت حزیں بیٹھا ہے کس بزرگ کے سینے پہ یہ لہیں
 اے ابن سعد من کے نبی تیرا روتا ہے
 تو دیکھتا ہے بھائی مرا قتل ہوتا ہے
 بولا عمر کہ روک لو نیسے کا سامنا اس ظلم سے بس اور بھی زینت کا دم گھٹا
 اک نول آ کے نیسے کے آگے کھڑا ہوا فضا کو دن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ
 قتل کو وہ دیوڑھی تھی کہ چلا کے آہ کی
 کتنی تھی بوسہ گاہ رسالت پناہ کی
 زینت نے ہال کھول کے دن کو قدم بڑھائے سیدانہاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
 زینت پکاری ہائے مرے بھائی جان ہائے بھیا پکار لو، یہ بہن کس طرف کو آئے
 بھیجوں کسے حلال کو سب میرے مر گئے
 آنکھیں بہن کی ڈھونڈتی ہیں تم کدھر گئے
 کتنی تھیں وہاں گلے کی رگیں کون دے جواب ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کہاں
 اے آسمان! کہاں ہے حسین ظنن جناب اے آفتاب کیا ہوا زہرا کا ماہتاب
 کہہ اے فرات! پیاسوں کا سلطان کدھر گیا
 اے کر بلا تا ترا مہماں کدھر گیا

نامہ چلی عمر کی طرف دن سے فوج شام اٹح کی دعا ہوئی ہا ہے ہے تمام
 داں سے بڑی یہ بھائی کی عاشق جو چند گام ہے سر ملا ترچا ہوا لاشہ تمام
 جو جو قتل ہوئے تھے دم ذبح بھائی پر
 وہ سب کے سب گزر گئے زہرا کی جانی پر

پر لہ لہ ہاں کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی پر ہانوائے حسین کو کچھ بن نہ آتی تھی
 جب سر کے کھولنے کے لیے ہاتھ اٹھاتی تھی کچھ اپنے دل میں سوچ کے وہ غمہر جاتی تھی
 چھریاں سی پھر رہی ہیں دل پاش پاش پر
 اک آہ آسمان پر تھی ایک لاش پر

آخر ترپ کے حضرت زینب کو دی صدا اک دن وہ تھا کہ بخت ہوئے خواب میں دسا
 جنت سے آئیں لوطی کی ہیں اشرف النساء سر گوندھا اور پھولنے پھلنے کی دی دعا
 عاشق جو مجھ کو پایا شہ شرفین کا
 دکھلا دیا جمال جناب حسین کا

اکبر کا صدقہ اب تو مرے کام آئے آخر ہوا سہاگ مری تختہ بدحالیے
 لوطی کے ہاں کھول کے دیوہ بنائیے بھائی حسن کو روتی تھیں کیوں کرتائیے؟
 رٹ سارا میں طلب نہیں کرتی جناب سے
 محروم تو نہ رکھے عزا کے ثواب

زینب نگاری آؤ گلے سے لگاؤں میں میں نے دو لہن بنایا تھا دیوہ بٹاؤں میں
 آؤ جیوں پہ خاک ملوں تختہ بدحالاؤں میں مانگو دعا زمین پہنے اور سٹاؤں میں
 ہے ہے ہجر کے گور کنارے گئے حسین
 جیتی ہوں اور یہ سنتی ہوں مارے گئے حسین

بس اے دہر بس کہ پریشاں ہے دل کا حال کھلتے ہیں شاہزادی امراں کے رن میں ہال
 ہرچہ طبع پر ہے اہوم غم و ملال شکوہ مگر کسی کا نہیں ہنکر ذوالجلال
 برعکس ہے کوئی تو کوئی برخلاف ہے
 آئینہ دل اپنا ہر اک رو سے صاف ہے



تائیدِ خدا ہے باغِ گلشنِ ہم ہیں
گلشنِ آرائے بزمِ رنگیں ہم ہیں
قرآن و احادیث کی قوت سے دہر
تخلوقوں میں خلاق مضامین ہم ہیں



یہ لفظ = معنی معصی دیکھے ہیں
منصف تو ہیں قائل کہ نہیں دیکھے ہیں
تجھ کو ہر مضمون کی قسم ہے اے نظم
خوش فکر دہر سے کہیں دیکھے ہیں

سلام

نُجْرانی جبکہ چڑھا شاد کا سر نیزے پر ہے یہ لبتہ کہ ہو نصب سر نیزہ پہ پھل
 گرم ہنگامہ رہا حشر کا ہر ایک قدم کیوں لٹک دسب آفاق ہوا اس پہ تنگ
 سوز ماتم سے وہ خود رفتہ تھے پر ساری راہ دل اکٹڑ جو بھدا نیزے سے تو بھر شکست
 جس نے دیکھا سر اکٹڑ کو کہا صل علی جن کا شانہ تھا سدا ہنچہ دست زہرا
 شاخ لعل پہ گل نوخیز ہے دیکھا اکٹڑ شاخ لعل پہ گل نوخیز ہے دیکھا اکٹڑ
 تھا سناں پہ جو سر قدوت حق ہو کے قلم تھا سناں پہ جو سر قدوت حق ہو کے قلم
 زلف خمی بستہ چوب لود سر الور بہ سناں زلف خمی بستہ چوب لود سر الور بہ سناں
 اک جگہ شام میں تھے شام و کمر نیزے پر اک جگہ شام میں تھے شام و کمر نیزے پر

جو کہ ہو شیر نستان امامت کا دبیر

کیا غضب ہے کہ ہو اس شیر کا سر نیزے پر

جب پریشاں ہوئی مولّا کی جماعت رن میں

جب پریشاں ہوئی مولّا کی جماعت رن میں ہر نمازی کو پسند آئی اقامت رن میں
 قبلہ دیں نے کیا قصد عبادت رن میں شکل عراب بنی منجی شہادت رن میں
 نکل ہوا اس کو امام دو جہاں کہتے ہیں
 تینوں کے سائے میں شہرِ ازاں کہتے ہیں

ملتی حق سے ہوئے حاملِ عرشِ اعظم کربلا جانے کا فرماں ہو الٰہی اس دم
 تا شریک ہو تجا ہوں عبادت میں ہم سب صلیں بانہیں ہیں پشیم امامِ اکرم
 آج تک ہم نے کہا: عرشِ غلا پر سجدہ
 اب سوئے کعبہ کریں خاکِ شفا پر سجدہ

آئی آواز بڑا رتبہ اسے ہم نے دیا صلب پاک ہو مرداں ہے اسے خلق کیا
 جب یہ پیدا ہوا تو منہ سے مرا نام لیا کیوں نہ ہوں اس نے مری فاطمہ کا دودھ پیا
 قدر داس اس کا میں ہوں میرا شناسا یہ ہے
 کیوں نہ ہو میرے محمدؐ کا نواسا یہ ہے

یہ وہ طاعت ہے کہ تجا ہی ادا کرتے ہیں میرے عاشقِ جہ شمشیر دعا کرتے ہیں
 سرِ قلم ہوتا ہے اور حکمِ خدا کرتے ہیں صادق الوعد، یو نہیں وعدہ وفا کرتے ہیں
 ہم نماز اس کے جنازے کی جو چڑھائیں گے
 تم بھی جانا کہ رسولانِ سلف جانیں گے

ساکنِ عرشِ بریں کرنے لگے نالہ و آہ یاں ہوئی خشمِ ازاں شاہ کی اللہ اللہ
 ابھی مصروفِ اقامت تھے امامِ ذیجاہ جانِ واحد پہ گرے آن کے لاکھوں گمراہ

سورہ حمزہ نبی زادہ چڑھا چاہتا تھا
 شر خنجر لیے جینے پہ چڑھا چاہتا تھا
 نیم نعل نے زباں سے جو کہا بسم اللہ حیر مارا ابو ایوب نے لب پر ناگاہ
 در سے سیدائیاں چلائیں کہ انا للہ ہائے یہ ظلم نمازی پہ عیاداً للہ
 واجب القتل کو ہے آب و فدا کی مہلت
 جان زہراً کو نہیں فرض خدا کی مہلت
 نہایت عرش خدا خاک پہ افتادہ ہے نہ بھوتا ہے نہ مسد ہے نہ سجادہ ہے
 شر خنجر لیے بالین پہ استاد ہے کوئی اتنا نہیں کہتا کہ نبی زادہ ہے
 قصد کھدے کا ادھر قبلہ دیں کرتا ہے
 نیت ذبح ادھر شر لعین کرتا ہے
 آہ آخر ہوئی دھڑکی جو لہز آخر دیکھا خنجر لیے بالیں پہ کھڑا ہے کافر
 ننگے سر در پہ ہے سب آل رسول طاہر آئی آواز شہادت کہ ہوں میں بھی حاضر
 تیغ قاتل نے کہا خلق کے خاطر ہوں میں
 دھڑنے فرمایا کہ تقدیر پہ شاکر ہوں میں
 خنجر ظلم کو چکا کے پکارا دشمن یوسر گاہ نبوی کانوں میں اب یا گردن
 بولے شہ جس میں تو راضی ہو نہیں جائے حق خلق یہ طلق پیبر ہے یہ تن اُن کا تن
 دیکھ سر ننگے ہر اک حور جہاں آتی ہے
 ابھی جینے پہ نہ چڑھتا مری ماں آتی ہے
 ناگہاں آئی یہ آواز کہ لٹاں صدقے میرے ماں باپ فدا میں ترے قرباں صدقے
 کون کون آج ہوا تجھ پہ مری جاں صدقے پھر کہتے ہوئے کہتے ہوئے ناداں صدقے
 قتل کہ کو ابھی جنت سے جو میں آتی تھی
 حور اک ننھے سے لاشے کو لیے جاتی تھی

دور سے جس نے کھڑے ہو کے جو کی اس پر نظر
ہا جس منہ سی لگتی تھیں ادھر اور ادھر رو کے شہ بولے وہ تھا آپ کا پوتا اسٹر

نفل اس باغ کے ہے پھر لے پھلے کھتے ہیں

اب تلک صبح سے بچا سوں کے گلے کھتے ہیں

قافلہ لٹ گیا اماں مرا لشکر نہ رہا عید احمد کی نشانی علی اکبر نہ رہا
وہ گیا دور کمر ہائے برادر نہ رہا اب خبر آپ نے لی گمری کہ جب گم نہ رہا

ایک میں ہوں سو مجھے ذبح کی مشق تھی ہے

بوسر گاؤ نبوی کھتے کو اب ہاتی ہے

اب دم ذبح یہ پورے مرے اماں کرنا گود میں لے کے خدا پر مجھے قرباں کرنا
میرے لاشے پہ نہ تم نالہ و انفاں کرنا عرش کے نیچے نہ ہالوں کو پریشاں کرنا

کلوم قبر خدا جوش میں گر آئے گا

اسد جد کا سفینہ ابھی بہہ جائے گا

مختلکو مادر و فرزند میں یہ ہوتی تھی آہ روتی تھی غلامہ مشاق شہادت تھے شاہ
آستیں غصے سے قاصد نے چڑھائی ناگاہ تیج جلاؤ پہ کی شاہ نے حسرت سے نگاہ

شمر نے پوچھا کوئی عذر تھیں اب تو نہیں

بولے شہ دیکھ لے دروازے پہ نہن تو نہیں

وہ پکارا نظر آتی نہیں دور پر نہن مٹی بھرتی ہے خیمے میں کھلے سرنہن
گر سراچوں سے چلی آئے گی باہر نہن روک سکتے کی نہیں اب مرا بھر نہن

طلق دونوں کے میں بیخوف و خطر کاٹوں گا

ایک بھر سے بہن بھائی کا سر کاٹوں گا

آئی زہرا کی صدا شمر تو ناپیدا ہے دور پہ نہن نہیں پالیں پہ مگر زہرا ہے
ارے بے دم خطا میرے پر کی کیا ہے آستیں الٹی ہے کیوں تیج کو کیوں کھینچا ہے

کیا اسے پالا تھا میں نے ترے ٹخمر کے لیے

میرے بچے کو نہ کر دیا جیہڑ کے لیے

نہ خزانہ نہ اثاثہ نہ یہ زر رکھتا ہے سلطنت پر نہ ریاست پہ نظر رکھتا ہے

فوج بے جاں ہوئی اک اپنا یہ سر رکھتا ہے یاں مسافر ہے نہ ہمسایہ نہ گھر رکھتا ہے

اس کے بعد اہل و عیال اس کے کدھر جائیں گے

اس کے مرنے سے بنی قاضی مر جائیں گے

یہ سنا شمر نے اور حلق پہ ٹخمر رکھا بڑھ کے زہرا نے گھا خشک گلے پر رکھا

بوسہ شہ رگ پہ دیا زانو پہ پھر سر رکھا اور دامان کفن آنکھوں پہ رو کر رکھا

شاء بیکس جو تہ زانوئے قاضی ترپے

یوں زمیں تڑپتی کہ جس طرح سے ہسل ترپے

دیکھ کر حلق پہ ٹھہر کے ٹخمر زہرا خاک پر لوٹ گئی کوکھ پکڑ کر زہرا

کبھی ٹالاں تھی سوئے تہر جیہڑ زہرا کبھی کہتی تھی نجف کو یہ کھلے سر زہرا

دلورس کوئی نہیں دیہ سے چلاتی ہوں

یا علی آؤ مدد کو میں لئی جاتی ہوں

کبھی حقل کو یہ چلاتی تھی اکڑ اکڑ دیکھو ٹخمر کے تلے پاؤں دگڑتا ہے پد

استغاثہ یہ کبھی کرتی تھی سوئے لشکر دیکھو اے لشکر یو کتنا ہے مہمان کا سر

دل کو تم لوگوں کے کس طرح سکوں ہوتا ہے

بے گنہ ہائے نبی زادے کا خوں ہوتا ہے

کلہ کو یو مرے سینہ کو بچاؤ بٹلہ اے مسلمانو کچھ انصاف پہ آؤ بٹلہ

کوئیو پانی ڈیچہ کو پلاؤ بٹلہ رحم سیدانی کے فرزند پہ کھاؤ بٹلہ

خود امام اور حکمر کا فراسا ہے یہ

پانی دو ساتویں تاریخ سے چاسا ہے یہ

چنپا شے میں جو یہ شور اٹھانے لہرا آئے دروازے پہ سب خود وکلان لہرا
جب نظر زن میں نہ آیا دل و جان لہرا کہا نہت نے کہ غتا ہے نشان لہرا
لٹاں کے رونے پہ اس دم مراد دل پختا ہے

اے نئی فراخ سید کا گلا کٹتا ہے

کہہ کے یہ بات ہراساں جو ہوئی نہت زار بے تاغل کیا کاندھے پہ سکتہ کو سوار
اور کہا تھ پہ میں صدتے مرے ماں باپ زار دیکھ عقل کی طرف پہ نچھ کے اٹک اے دلدار
بجھ کر کرتے ہیں کہ امت کو دعا کرتے ہیں

گر کے اب گھوڑے سے کیا شاد ہدا کرتے ہیں

دیکھا حیرت سے سکیڑنے جو سوائے میڈاں پیٹ کر سر کہا کہا ہائے امام دو جہاں
بانو چلائی بتا خیر تو ہے اے ناداں رو کے چلائی وہ مظهر کو ڈھائی لٹاں
کا گلیں پکڑے سر پاک لیے جاتا ہے یہ

مہرے بابا کو کوئی ذبح کیے جاتا ہے

ناگہاں دن میں اٹھاغل وہ ہوئے قتل حسین بے مظهر لوٹ لو ملیوں امام کو نہیں
خاک پر بیٹھ کے سیدائیاں کرنے لگیں مین منہ پہ بانو نے ملی خاک بعد شیون دشمن
ماتم شاد جو برپا کیا ماتم سب نے

پہلے بال اپنے پریشان کیے نہت نے

یاں تو ماتم تھا اور اس ست کو تھی مید مظفر بیٹھا تھا کرسی زریں پہ نکھر سے نھر
گرد سردار تھے سب غدریں لے ہاتھوں پر یہ وہ کہتا تھا ابھی لوں گا نہ نذر لشکر
نظر و نظر میں ذرا شر کو خلعت دے لوں

نذر پہلے سر فرزند جبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا دہاں میر اکھر صفیر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شیخہ کا سر
جہوم کر نذر سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر ہے شجاعان عرب میں کوئی میرا ہسر

میں نے فرزندِ پیدائش کے سر کو کاٹا
 جس کی شمشیر نے جبریل کے ہاتھ کو کاٹا
 بادشاہ ملک و جن و بشر کو مارا حاکم انجم و خورشید و قمر کو مارا
 میں نے ہمشکلِ جبر کے پیر کو مارا جس کو معراج ہوئی اس کے پیر کو مارا
 سینہ فتح کر کے میں زہرا کا بھر لایا ہوں
 کاٹ کر پنجتن پاک کا سر لایا ہوں
 آفریں کہہ کے اٹھا کرئی زڑیں سے نحر اور لیا ہاتھ میں اپنے سر ابنِ حیدر
 سر کی مظلومی و غربت پہ جو کی اس نے نظر دیکھا رخساروں پہ آنکھوں کی روانی کا اثر
 شمر سے پوچھا کہ سر جب کہ قلم ہوتا تھا
 علی اکبر کی جوانی پہ یہ کیا روتا تھا
 وہ پکارا کہ نہیں یہ تو ہے تجھ کو مظلوم ذبح کے وقت یہ کہتے تھے امام مظلوم
 ہائے بے پردگیِ زینب و ام کلثوم شامہ تو روتے تھے اور رکتا تھا میں مظلوم
 میری جلدی سے نہ ہٹا ہوش میں رہنے پائے
 دل کی دل میں رہی کچھ اور نہ کہنے پائے
 سن کے اس عظم کو بولا پسر سعد لہیں سچ بتا دم بھی آیا تجھے سید پہ کہیں
 عرض کی اس نے ترم مری خلقت میں نہیں اور جو ہوتا بھی جائز تھا نہ بے رشتہ دین
 نہ حیا شامہ سے آئی نہ مرثیہ آئی
 ایک روداد پہ لیکن مجھے رشتہ آئی
 جب ہوا سینہ پہ اسوار نہ دم آیا مجھے حلق پہ رکھی جو تلوار نہ دم آیا مجھے
 ترپے کیا کیا شامہ ابرار نہ دم آیا مجھے پانی پانی کہا دوبار نہ دم آیا مجھے
 پر ہر اک ضرب پہ چھاتی مری پٹ جاتی تھی
 کوئی بی بی مرے صخر سے پٹ جاتی تھی

ہنسیں دے دے کے وہ کیا کیا مجھے سبھلایا کی کوڑ و غلہ کا اقرار بھی فرمایا کی
 ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی کان میں ہائے حسرت کی صدا آیا کی
 بولا وہ کون یہ غم خواہ شہ والا تھی

دی صدا شام کے سرنے مری ماں زہرا تھی

تھا یہ مذکور کہ مقتل کی زمیں تھڑائی بھائی کی لاش پہ منہ ڈھاپنے نہتہ آئی
 نوحہ کرتی تھی کہ ہے مرے بے سربھائی بس دہر اب نہیں مجھ کو ہوس گویا کی
 ہے یہ ہنید قوی غافلہ کے جانی سے

کہ نکاہت ہو بدل طاقب ایمانی سے





تائید کا ہنچتی سے میں طالب ہوں
 میدانِ سخن میں دہما غالب ہوں
 میں کیا مری نظم کیا پہ ہاں فخر یہ ہے
 مذاہج علی ابن ابی طالب ہوں



ہاں بلیل سدہ شورِ تحسین ہو جائے
 وہ نظم پڑھوں کے بزمِ رتیں ہو جائے
 پھلِ نعلے ہوں پھولِ حرفِ طوطی مصرع
 فردوسی اگر آئے تو گل میں ہو جائے

الوداع

آخری مجلس ہے یارو الوداع	ارہیں کے سوگوارو الوداع
الوداع اے اٹکھارو الوداع	خاتمہ پانچیر چہلم کا ہوا
فاطمہ زہرا کے پیارو الوداع	کہتے تھے گنج شہیداں پر حرم
بے دیاروں کے مزارو الوداع	دشت سونا، پاس ہستی بھی نہیں
عرش اعظم کے ستارو الوداع	کربلا کی خاک کو سونپا تھیں
مُرخصی کے رشتے دارو الوداع	نجیہ و مرہم نہ رخصوں کا ہوا
بے مکانو بے دیارو الوداع	گھر کہیں، قبریں کہیں، کنبہ کہیں
نوجوانو شیرخوارو والوداع	اکمز و اصغر علی کی ضامی
لو بہن زینب سدھارو الوداع	قبر سے آواز دیتے ہیں حسین

مومنو اب تم بھی مانید ویر

روو پیٹو اور پکارو الوداع

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا پیوند یکسوں کے تن و سر کا ہو چکا
 اور فاتحہ حسین کے لشکر کا ہو چکا قبروں پہ شور آل جبر کا ہو چکا
 ماتم میں تین روز رہے شور شین سے

روئے لپٹ لپٹ کے مزار حسین سے

مثل چراغ کور غریباں پہ دل جلائے پھولوں کے ساتھ قبروں پہ لخت جگر چھائے
 پیادوں کی بود و باش کے ساماں جو یاد آئے بے ساختہ پکارے کیلے پکار کے ہائے
 اب کس کے ساتھ داخلہ کربلا ہوا

لایا تھا جو دینے سے ہم کو وہ کیا ہوا

آئے تھے دوسری کو عزم کی کس کے سات نیسے چپا ہوئے تھے برابر لب فرات
 اترے تھے ہم تو روکی تھی عبا نے قات تاکید تھی ہکارے کوئی اور کرے نہ بات
 ہے ہے کہاں چھڑ کے وہ آرام دل مجھے

پردہ تھا جن سے خاک کے پردے میں مل گئے

آیا ہے یاد داخلہ شام دوسرا کیسی چہل پہل تھی نہ تھا رنج اک ذرا
 اترے تھے یاں رفیق اُدھر تھی محل سرا پر ساتویں سے لوثا جاتا تھا آسرا
 نثار و نشان کی یہاں زیب و زین تھی

انہام کار نوبت قتل حسین تھی

واں مسجد عروسی قاسم بچہ کی تھی اک رات کی ڈلہن نے یہاں تھہر جاتی تھی
 لفظ یہاں حضور کی پوشاک لائی تھی آواز واں بتوں کے رونے کی آئی تھی

اس جا حرکات رسالت نمائے تھا
 وہاں آبدار خانہ تھا یاں قلعہ آب تھا
 بازار اک طرف تھا خریدار اک طرف سردار اک طرف تھا ملیدار اک طرف
 اکبر کا تھا عروج پہ دربار اک طرف ابن حسن کی چھوٹی سی سرکار اک طرف
 اسطبل وہاں تھا دوشِ نبی کے سوار کا
 جھولا پڑا ہوا تھا یہاں شیرخوار کا
 ہے ہے وہ شیر مرگے افسانہ رہ گیا ارمان نوجوانوں کو کیا کیا نہ رہ گیا
 نے ہار گئے رہی نہ جلو خانہ رہ گیا ہستی خلق کی کٹ گئی ویرانہ رہ گیا
 وحشت سے آج تاپ نہیں یاں قیام کی
 کل یاں کھڑی ہوئی تھی جماعت امام کی
 پڑھ کر نماز صبح کی باہر جو حضرت آئے پیاسوں کو پانی ہوئے تقسیم و جنت آئے
 کس کس لب سے دستِ برائے زیارت آئے غل تھا ادھر ادھر کہ خداوند نصرت آئے
 یوں سب جہنمِ قاطرہ کے آس پاس تھے
 جس طرح جمعِ پیاس میں دھڑ کے حواس تھے
 اُس وقت تھا یہ حال جگر بندِ مصطفیٰ اس کا سلام نہیں کے لیا اُس کو دی دعا
 قائم سے کچھ کہا کبھی اکبر سے کچھ کہا مہاش سے ملے جو ہوئے عون سے جدا
 مڑ مڑ کے گاہ سوئے مدینہ نگاہ کی
 صغریٰ کا نام منہ سے لیا اور آہ کی
 نوبت نہ ملے جنگ کے بچنے کی آئی تھی رخصت کی دھوم جو شہدا نے بچائی تھی
 یاں چند خدنگانِ خدا وہاں خدائی تھی پر آنکھ جب کھلی تن و جاں میں جدائی تھی
 مگر اپنے جاں نثاں کو آقا نہ تمام لیں
 لشکر سے مہر حاکم شامی سے شام لیں

نام خدا جناب علیہ السلام کیا لڑے اس معب پ جاڑے کھی اُس صف پ جاڑے
آب رواں پ حکم بٹھایا کڑے کڑے پانی کیے دل ان کے جو تھے سنگدل بڑے
چمکا کے برقی قفق جو بادل سے ٹل گئے
بانگمی ہوا وہ دن میں کہ سب گھاٹ کھل گئے

جب تنک لے کے عازم دشت ستم ہوئے تسلیم کر کے شاہ کے قدموں پ غم ہوئے
بولے حسین نکس و بے یار ہم ہوئے عہاق زیب رخس ہمایوں قدم ہوئے
بیٹھا جو شہسوار بی اللہ زین
دہشت سے آسمان نہ ٹھہرا زمین

اللہ رے زعب حال تھا رو میں تنوں کا غیر دیتے تھے یہ دے مالک و حور و وحش و طیر
سٹائے اہلیت مبارک جہاں کی سیر آقا کا چاہ پیار فزوں عاقبت بغیر
شاہد وفا پ آپ کی برتا و چر ہیں
اس عصر میں جناب، جناب امیر ہیں

اہل نظر پکارتے تھے بے نظیر ہیں فزوں میں تھی عدا کہ یہ مہر منیر ہیں
کہتی تھی فتح خاصہ تھی قدیر ہیں ہارو حسین کے ہیں مرے دھیر ہیں
دونوں خدا کے شیر کی آنکھوں کے نور ہیں
حضرت بڑے حضور یہ چھوٹے حضور ہیں

کیا چیز مرکب » رکابہ تھا شیر کا جلدی نے جس کی نام مٹایا تھا دیر کا
کاوے میں صرف غورہ تھا یہ اُس دلیر کا نقش یہ ہے لعینوں کی نیت کے بھیر کا
ٹھہرا تو کار مصلحت کردگار تھا
دوڑا تو حکم جاری پروردگار تھا

مگر لفظ ہاں کسی کے دہن سے نکل گیا کاوے کی راہ کاٹ کے دن سے نکل گیا
دن کیسا، حد چرخ کہن سے نکل گیا اک حیر تھا تھا کہ پلے پ سن سے نکل گیا

چھوٹا جو تیر پھر نہ کیا رخ کمان کو

یہ جا کے لامکاں سے پھرا آسمان کو

بل پل پڑی شہاموں میں سب فوج ڈرگئی بن بن کے گردن کی زمیں چرخ پہ گئی

بھاگے حواس اور لڑائی ظہر گئی ہر ایک رنگور میں قیامت گزر گئی

نصرت شکستہ دل تھی سو اس کو امان دی

حیدر نے جس طرح سے نصیری کو جان دی

دیا نے راہ دی تہ عالی کے ہوائی کو دیکھی جو ملک شیروں نے چھوڑا ترائی کو

تج دو دم نیام سے ٹکلی مٹائی کو ناخن پڑھا جو تنج کا عقدہ کشائی کو

غیر از سکوت پھر ہوئی دم زدن نہ تھی

دھنوں کے منہ کھلے تھے جہاں غن نہ تھی

تج شرر نکلاں ادھر آئی ادھر گئی ظہری نہ یاں نہ واں، ادھر آئی ادھر گئی

ہوکر لبو لہان ادھر آئی ادھر گئی سن سن ہوئی رواں ادھر آئی ادھر گئی

خونیں جو تھے تو نرے میں ہر بار گھومتے تھے

چھپتے ہوئے یہ دھنوں کے جبرے میں پھرتے تھے

قاہو میں زندگی کے نہ بس میں تیا کے تھی روز ازل سے قبضے میں قہر خدا کے تھی

صورت الہ کی پل میں جو سیب قضا کے تھی آگے اجل کے چلتی تھی درپے بھا کے تھی

اٹھنے میں مثل مدوہ ہر آسمان پہ تھی

باقی رہا تھا کون مکاں، لامکاں پہ تھی

حافظ تھی روئے پاک کی یوں تج آبدار پیرے پہ ہاتھ رہتا ہے جس شکل سے تار

اس چال سے چلی کہ چلا ایک کا نہ وار ہر جہ سے بچاتی تھی غازی کو بار بار

حاجت نہ ان کو ڈھال کی وجہ جدال تھی

ضمیر آبدار کی کیا چال ڈھال تھی

بھلی کا جست، شیر کی آمد، ہوا کا شور قدرت کا کھیل، قہر کی طاقت، ہوا کا زور
راہ عدم چٹاڑا، استی وہاں گور جلوہ وہ تھا کہ دیکھنے سے مدنی بھی گور

دن میں جدھر یہ پارہ الماس مڑگئی

مانند ہوش اہل جفا دھوپ اڑگئی

افواہ تھی جہاں میں بلائے جہاں ہے تجھ اس صف میں شور تھا کہ وہاں سے وہاں ہے تجھ
اُس غزل میں یہ غل تھا یہاں ہے یہاں ہے تجھ کہتا تھا قہر حق ارے میں ہوں کہاں ہے تجھ
بدنام تجھ کو نہ کرو بے خطا ہے یہ

حیدر کے دشمنوں کے عمل کی سزا ہے یہ

تن پھیلے کی طرح طباہ ہر جواں کا تھا کہوں تلک نکلاں نہ کسی پہلوں کا تھا
دم بند ضرب تجھ سے آپ رواں کا تھا اس نہر ملکہ پہ سہاں نہرواں کا تھا
سٹے کے حرب سے یہ ہوا غل جہاں میں

دیں اگھیاں قرأت نے موجوں کے کان میں

مر آب گاہ شعلہ فتنانی دکھاتی تھی پانی میں آگ آگ میں پانی دکھاتی تھی
تیزی جو تجھ جعفر جانی دکھاتی تھی فرمان کبریٰ کی روانی دکھاتی تھی
ممکن نہیں کسی سے کمال اس نے جو کیا

اڑنے دیا نہ رنگ کو چہرے سے وہ کیا

کاناپک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو پاؤں میں بگردی کو سردی میں غرور کو
بیتے میں بغض و کینہ کو دل میں شور کو نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا سب کی صفات کو

کیسی زباں زباں میں یہ کات آئی بات کو

کتنی تھی تجھ ہاں مرے مصدر بزن کش کوئی وہ ہیں یہ شامی خود سر بزن کش
بہری وہ ہیں یہ ساکنی خیر، بزن کش یہ شمر یہ غمر ہے یہ فکر، بزن کش

ہاں تجھ جسم ڈروح کا جھکڑا ہی پاک کر
 سینے کو پارہ، سر کو قلم، دل کو چاک کر
 پھر کوئی ہوئی جو یہ برقِ اہل گئی بھری تو کیا ہیں بھرے تلک برجل گئی
 صف کوٹوں کی زیر و زبر ہو کے جل گئی یہ مثل پیش، کونے کے آگے نکل گئی
 روئی روز کا نہ رہا دن میں نام تک
 مانند صبح بڑھی تجھ، شام تک
 مثل شفق لہو سے تلک کی جبین بھری تحسین سے چراغ کشتوں سے دن کی زمیں بھری
 پوچھا جو تجھ سے ابھی نیت نہیں بھری سینے میں تھی عداوت فوج لہیں بھری
 لاکھوں کا خون کرنے پہ ہاں تھی نہیں نہ تھی
 ہر جا تھی اور جو دیکھو کہاں تھی کہیں نہ تھی
 اونچی ہوئی تو چاند نہ چراغ کہن میں تھا دیر زمیں گئی تو نہ رستم کہن میں تھا
 ذہنی جو خود میں تومہ نو گھن میں تھا کی جب کڑی ذرہ پہ نہ بکتر بدن میں تھا
 لوتھی بلند بر میں ذرہ پیش و پس نہ تھی
 قدرت خدا کی شعلہ تو تھا اور خس نہ تھی
 اس کو گرا گئی کبھی اس کو چک گئی اس جا تڑپ گئی، کبھی اس جا چک گئی
 بے چاری سوت دن سے یہ کہہ کر سرک گئی کس کس کی جان قبضی کروں میں تو جک گئی
 گرتے ہیں سو جو ایک کے ہالیں پہ آتی ہوں
 تو جانے اور کام ترالے میں جاتی ہوں
 رحم سے داستان لڑائی کی پہنچے شیروں سے سرگزشت ترائی کی پہنچے
 لیکن جدائی بھائی کی بھائی سے پہنچے آقا کے دل سے سوت فدا کی پہنچے
 تکلیف اس طرح کی نہیں ہر ہر ہوئی
 جب تک جڑے صیق نہ سہی کمر ہوئی

جب کہہ کے یا اخلاش دیں کو بلایا تھا عمامہ یاں حسین نے سر سے گرایا تھا
بانو پکاری فحش مرے والی کو آیا تھا حق بخشنے میرے لال نے آکر اٹھایا تھا

بھائی کے غم میں آپ کو ویران کر دیا

کیا جلد جلد بیٹوں کو قربان کر دیا

زہرا کے یادگار کے صدمے ہیں یادگار تنہا رہے تو ٹوٹ پڑے آ کے سو ہزار
گھوڑے سے واں گرے تھے شہنشاہِ نامدار قاتل ہوا تھا سینے پہ حضرت کے یاں سوار

سینے کا درد کرتا تھا بہیم حسین کو

ہم کو حسین دیکھتے تھے ہم حسین کو

راضی ہو جو رضائے امام جلیل ہے پر قاتل ملاحظہ بازو کا نخل ہے
نے کوئی دادرس ہے نہ کوئی کفیل ہے بھائی بغیر آپ کے نہ بٹ دلیل ہے

پشت و پناہ اٹھ گیا بے خانماں ہوئی

دیکھو یہ پشت قاتل ٹوک سٹاں ہوئی

مر جائیں سب قیسوں کے سر پر رہوں تو میں بچپن میں ان کے قیدی ایذا سوں تو میں
بہلانے کو تمہارے کہانی کہوں تو میں ماں ہوں تو میں پوچھی ہوں تو میں باپ ہوں تو میں

ان کا بھی داغ آج لے یا کر کل لے

ایسے نہیں نصیب کہ خدمت کا پھل لے

میں جانتی تھی شہر بسا ہوگا بھائی کا ہو گا م ہجوم قبر پہ ساری خدائی کا
چہلم کڑوں کی دھوم سے میں کر بلائی کا پڑے ساں ہے یاں کوئی نہیں زہرا کی چلی کا

منہ ڈھانپنے کو آپ ہی پٹا بھی لیتی ہوں

اور اپنے دل کو آپ ہی پڑے بھی دیتی ہوں

چہلم تو کر چکی میں دل انگار یا حسین اب روضہ کس طرح سے ہو تیار یا حسین
چٹا بھی اور بین بھی ہے تادار یا حسین آخر کبھی تو آئیں گے زوار یا حسین

نگہ ہے کار سازی پر وردگار پر
 اس دم تو سائباں بھی نہیں ہے مزار پر
 حضرت کی قبر بل گئی زنب کے ہیں سے آکر کہا بشیر نے ابن حبیب سے
 شہزادے جاں بلب ہے پھوہکی شور و شین سے چلے وطن کو قبر شہ مشرقین سے
 عابد نے پوچھا کیوں پھوہکی لیاں قبول ہے
 وہ بولی اختیار ہے کیا ہاں قبول ہے
 ہونے لگا سوار رسالہ بشیر کا ڈنکا بجا حرم کے وداعِ اخیر کا
 خیرہ اٹھا لہ سے شہ بے نظیر کا اور سب تحریکات جناب امیر کا
 قربت کے گرد لونت برابر کھڑے ہوئے
 رخصت کو جمع قبر پہ چھوٹے بڑے ہوئے
 وہ وقت صبح اور وہ نوبت وداع کی وہ لذت وصال وہ حسرت وداع کی
 وہ قبر کا طواف وہ نیت وداع کی وہ زائروں کی صف وہ زیارت وداع کی
 جاری تھے نام سب شہدا کے زبان پر
 تھا شور اسلام علیک آسمان پر
 آئے تھے کس طرح سے وطن کس طرح چلے سر پر نہ نہ گودیوں میں گود کے پلے
 سوتے تھے قبر میں جو کٹائے ہوئے گئے یہ وقت وہ تھا پھرتے تھے سب آنکھ کے تلے
 عابد سے ہانو کتنی تھی مہلت لگیل ہے
 کچھ خاک پاک لے لو کہ منہ آ نلیل ہے
 زنب پکاری کوچ کا سامان ہو گیا پھر شہر میرے بھائی کا ویران ہو گیا
 پھر مقبرہ حسین کا سنسان ہو گیا ہو کا مکان قتل کا میدان ہو گیا
 آئی مسافروں کو برے وہ زمیں پسند
 دنیا میں جس زمین کو بہتی نہیں پسند

اے کر بلائے سرور دلگیر الوداع اے قتل گاہ حضرت شہید الوداع
اے قبر ابن صاحبِ قطب الوداع لو بھائی جان جاتی ہے ہمیشہ الوداع

کیا بے نصیب ہے یہ سواری رسول کی

تم نے مجھاری نہ ہماری قبول کی

بے آپ کے پیچھے میں کس منہ سے جاؤں گی نانا کے بھی مزار پہ عزت نہ پاؤں گی
گر جاؤں گی نجف تو عداوت اٹھاؤں گی پرچمیں گے سب بزرگ حصیں کیا بتاؤں گی

رضعت کیا حضور نے کیوں کر یہاں رہوں

جاؤں میں کس طرف جو رہوں تو کہاں رہوں

واں قافلے میں بیتِ علی کی پکار ہے یاں حاضر حضور یہ سید نگار ہے
سلاار کارواں کا مجھے انتظار ہے کوئی جلو میں ہے نہ کوئی پردہ دار ہے

کہہ کر پھر بھی پھر بھی مجھے عابد بلاتے ہیں

میں کہہ رہی ہوں صبر کرو، آپ آتے ہیں

بھیا اٹھو کھادے میں مجھ کو حصیں بٹھاؤ بھینا میں بے نقاب ہوں رگیروں کو بٹھاؤ
روکیں قاتل اکثر و عباہ کو بلاؤ خالی ہے گود بھائی کی سفر کو لیتے آؤ

سردار سارے قافلے میں آگے ہوتے ہیں

تیار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں

کب سے حصیں پکار رہی ہوں میں خستہ تن ہے ہے جواب بھی نہیں دیتے شہِ ذم
بھیا گلے لگاؤ تو جاؤں سوئے وطن آئی عدا سداود خدا حافظ اے بہن

صغرا کو میری ست سے بھی پیار کچھ

ہوگا ثواب خاطر تیار کچھ

لے کر بلائیں قبر کی بولی وہ سوگوار اس پیار کے ثار، اس آواز کے ثار
تسلیم کو لہہ کی پھری گرد سات بار جی تو نہ چاہتا تھا پ جبراً ہوئی سوار

جب تربت حسین کی غربت نظر پڑی
 تاتے پہ کتنی بار چڑھی اور اتر چڑی
 ناگاہ قافلے میں قیامت ہوا ہوئی ہانوائے خستہ دل کی یہ پیدا صدا ہوئی
 ہے ہے غضب ہوا مری بنی جدائی بنت حسین عاشق عباہن کیا ہوئی
 آکر لٹی تھی چلتے ہوئے بھی میں لٹ گئی
 بنی تو جھٹ بجلی تھی سکینہ بھی جھٹ گئی
 رستے سے اک عرب نے کہا یہ پکار کر اک لڑکی تو وہ بیٹ رہی ہے فرات پر
 بانو جگر پہ ہاتھ دھرے دوڑی تنگے سر واں قبر سے لپٹ کے یہ بولی وہ بے پور
 آتی ہیں اماں ان کی مرقت نہ کچھ
 اچھے مرے بچا ، مجھے رخصت نہ کچھ
 پاس آکے ماں پکاری، بھلا ہم نے سن لیا داری مرا قصور ہلاؤں، مری خطا
 بی بی تو میری اہل وفا ہیں یہ کیا کہا وہ بولی ہادفا مجھے سمجھو کہ بے وفا
 شے کی قبر سے نہ کہیں اٹھ کے جاؤں کی
 بیٹھے ہوئے سبیل یہاں میں پلاؤں کی
 غصے کی بات یہ نہیں منصف ہو، کیا کروں تم سے وفا کروں کہ بچا سے وفا کروں
 تجا ہے ان کی قبر نہ خوف خدا کروں کم ہے جہاں تک ان کی میں خدمت ادا کروں
 پالا ہے مجھ کو گود میں شاہ مدینہ نے
 آخر تمہارا دودھ پیا ہے سکینہ نے
 اس درد کے خون سے بٹے رانڈوں کے جگر آیا سکینہ پاس ملدلا کا پسر
 منگی سی ٹوپی پاؤں پہ رکھ دی اتار کر چھوٹے سے ہاتھ جڑ کے بولا پہ چشم تر
 ہم بھی تمہارے پاس ہی بسز لگائیں گے
 بہا جو تم نہ جاؤ گی ہم بھی نہ جائیں گے

اشو بہن، دمن کو چلو اب ہمارے سات دیکھو تمہارے سامنے ہم باندھتے ہیں بات
 ہم کیسے مان لیتے ہیں اپنی بہن کی بات ان کی قسم یہ جن کی لہ ہے لب فرات
 خاطر مری کرو میں بہت دل طول ہوں

بہنا غلام زادہ سبط رسول ہوں
 روتی ہوئی مزار سے اٹھی وہ ناتواں آئی صدا کہ خالق اکبر نگاہاں
 جب دودھ مجھ کو بخش چکیں میری لتاں جاں میں صدقے میری سمت سے یہ کچھ بیاں
 روتی ہیں آکے قبر پہ دہرا غلام کو
 اب آپ رویئے گا تو میرے امام کو





بن طعن کے ہزار بار آئی دنیا
پر چشمِ علی میں نہ سہائی دنیا
جتنا درِ غیبر کو اٹھایا تھا بلند
نظروں سے اسی طرح گرائی دنیا



ہر شام کو خورشید کہاں جاتا ہے
روشن ہے دھیر پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی نا جانب کو ہے قمرِ حیدر
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

سلام

نجر کی یاد حق ہے یاد علی
 خلد کیا ہے محبوب حیدر
 دختر حشر میں صحیح نہیں
 ہوں جگہ خلد میں ہے شیعوں کی
 خلد و طوبیٰ و نہر کوثر ہے
 چار عنصر ہیں قلب دیں کے
 نور ہی نور ہے خدا کا لفظ
 اُن کی مشکل کے عقدے سب حل ہیں
 باب فردوس فتح کر دیں گے
 شب معراج ساتھ ساتھ رہے
 ہیں علی خانہ زاد رب حرم
 ہر مرض کی دوا ہے خاک شفا
 لوح دل پر رقم ہے نام علی
 قبر دوزخ ہے کیا عتاد علی
 فرد ایمان بغیر ساد علی
 دل میں شیعوں کے جیسے یاد علی
 کاغذ و خامد و مداد علی
 فضل و احسان و عدل و داد علی
 آتش و خاک و آب و باد علی
 جن کو دل سے ہے اعتقاد علی
 قبر میں ہم پڑھیں گے نام علی
 کیا نبی سے تھا اتحاد علی
 زاد ایمان ہے خانہ زاد علی
 ہر بلا کی پر ہے نام علی

کیوں نہ چار آئینے ہو شیعوں کا

ہے رہائی کی قلع نام علی

گُلُو نہ رخسار فلک گرد ہے ان کی

گُلُو نہ رخسار فلک گرد ہے دن کی ہر خار میں خوشبو ہے ہنسون کے جن کی
خوشبوِ نقیبانہ لیے چوب کرن کی کہتا ہے کہ آمد ہے خداوندِ زمین کی
بابتِ براقِ نبوی ریش ہے رو میں

روح القدس آتے ہیں خزاوے کے جلو میں

رشتہ ہے دن مہر درمیان کی ہے آمد ایمن ہوا بن سونِ عمار کی ہے آمد
جن پڑھتے ہیں کلمہ کہ طیبہاں کی ہے آمد مسجد میں ہیں سب قبلۂ ایمان کی ہے آمد
پر یوں کے پرے قاف میں بیہوش پڑے ہیں

پر خوف سے بالائے بدن بال کھڑے ہیں

دن میں خلیفِ صلیبِ داود کی ہے آمد رشتہ ہیں ڈرے ہوِ خاور کی ہے آمد
اعدا ہیں ہرن سیرِ دلاور کی ہے آمد دریائے قہور کے شادور کی ہے آمد
بالائے زمین گرد سواری کی نہیں ہے

ہوے میں جا گرد زمین چرخ بریں ہے

دن نور زمین نور جہاں نور ہوا ہے ظلماتِ تلک نور سے معمور ہوا ہے
دریا صفتِ حقیقہِ بلور ہوا ہے اب سوکھ کے کاٹا شجرِ طور ہوا ہے
عالم ہے ستاروں کا جو کائنات کی چمک پر

ہستی ہے زمیں دُڑوں کے دائروں سے فلک پر

کہا ایمنِ جلیِ درودِ ہوِ دیں ہے روشن ہے فلک پر کہ زمیں عرشِ بریں ہے
جو ذرہ ہے خورشید کی مسند پہ کیوں ہے کلمتِ دو صد سخن چٹاں دن کی زمیں ہے

اس سر سے زردی کی جو تقدیر لڑی ہے

دن کو زرخِ خورشید پہ آج اُس پڑتی ہے

محشر ہے عیاں چہج سلطانِ زمن سے یک لخت دواں دوح ہے ادا کے بن سے

شیروں کو تعرض نہیں صحرا کے ہرن سے شاہین کے پر چلتے ہیں اب کبک چمن سے

یہ مصعبِ زرخِ بلبلوں کے خوشِ نظر ہے

ہر بارغ میں سیارۂ گل زیرِ دذر ہے

باران ہے فی رعد ہے فی برقِ فلک پر یہ اشک ہے وہ نالہ یہ آوِ دل مضر

فی ماہ نہ خورشید نہ گردوں ہے نہ آخر وہ داغ وہ رعد وہ دھواں اور وہ افکار

المیاق و نظر کو ہو ہی میر نہیں ہے

سیاروں کو ثابت ہے کہ اب خیر نہیں ہے

اطلس کے پھولنے پہ فلک کو خوشِ آرام اس مرجہ کوٹا ہے کہ نیلا ہے سب اندام

سیاروں پہ ثابت ہوئی اب گردشِ ایام خورشیدِ سحر کے لیے اب حشر کی ہے شام

اک دم قدمِ گاہِ زمیں جم نہیں سکتے

گردش میں ہیں قطبینِ فلک ختم نہیں سکتے

عدلِ حقِ والا کا چراغ اب ہوا روشن قانونِ ہے شیخِ نکولے کا ہے دامن

ہے ایک جگہ باز و کیتر کا ضمیر بجلی ابھی جل جائے جو دیکھے سوئے خرمن

اللہ سے اثرِ معدلِ شاوِ زماں کا

دل سوزِ شررِ چنبہ کا ہے باہ کسوں کا

دروں کی نگاہوں میں سماتا نہیں گردوں کیا دب گیا ہے سر کو اٹھاتا نہیں گردوں

کس سےست بھٹکتا ہوا چاتا نہیں گردوں پر امن کا گوشہ کہیں پاتا نہیں گردوں

گردش سے د خورشید کو گردوں پہ نہیں ہے

یہ چٹیاں پھرتی ہیں دم باز ہمیں ہے

شیروں کا نہ پیشہ ہے نہ آہو کا نقض آج مچھلی کا نہ دریا ہے نہ بلبل کا چمن آج
 لعلوں کا بدخشاں ہے نہ موتی کا عدن آج مصر و حلب و زنگ ہے نہ روم و یمن آج
 رہ جائیں گے خود برق کے پرکائے بھی جل کر
 بہ جائیں گے تلواریں کے جوہر بھی پگھل کر
 کہتی ہے زمیں مگدو گردوں سے ظہر جا ہستی سے ہے پیغام اجل دن سے گزر جا
 شہرہ جو سنا رنٹل فلک سیر کا ہر جا دل پھٹ گیا ہادل کا نہ پھر وعدہ بھی کرنا
 بجلی کی تڑپ اور کڑک آج کہاں ہے
 بن بن کے شر نعل نگاہ میں نہاں ہے
 نہ لعل یمن میں ہے نہ دریا میں گہر ہے آنسو ہے یہ سوکھا ہوا وہ خون جگر ہے
 اس دم چمن دہر میں جو شاخ شجر ہے وہ شاخ ہے آہو کی نہ گل ہے نہ ثمر ہے
 گلیچوں کے زخ گھٹن ہستی سے طرے ہیں
 سیادوں کے بلبل کی طرح ہوش اڑے ہیں
 دن میں ہے جب دہر خسرو عادل شمشیر ہر اک نحر جوہر سے ہے بس
 جھڑے ہوئے باتوں کو ادب سے ہے جہاں مل سسلی سپر ایسی کہ ہتھیلی کا سنی۔ مل
 تیغیں ہیں نیاموں میں مگر آپ نہیں ہے
 ناک ہیں طے چٹوں سے پتتاب نہیں ہے
 دریا میں جو ہے شور تو میداں میں ہے لہلہل ایک ایک کا ہے مشورہ لشکر سے نکل چل
 سراؤں پہ پڑتا ہے ارے جلد سنہیل چل فداے دما دم بھی کہتے ہیں کہ چل چل
 پتلی تو ہر اک اٹھ میں مڑگاں سے عیاں ہے
 چٹائی مگر دیداد سردم سے کہاں ہے
 تائید خدا پشت پہ ہے فتح و ظفر پیش جس طرح سے اک حرف پہ ہوزیر و وزیر پیش
 مومن کو سبق سورۃ توحید کا در پیش ہو سورۃ اخلاص جدا شام و سحر پیش

وہاں سورہ میں ایک زیر ہے یاں شان جدا ہے

یاں زیر نہیں پشت پہ تاجِ خدا ہے

تقریر ہے آپس میں بھی اہل ستم کی آمد ہے ابھی دن میں مہشاو ام کی

موقوف ہے برآمد و شد سید میں دم کی دم ہوگا عدم قحہ دم دن میں جو چگی

لڑنا نہیں کچھ ذہن کوئی خاک لڑے گا

دن ہوگا نہ دن ہوگا وہ دن آج پڑے گا

نامروں سے بہن ہو مرداں نہیں رکتا ہاں سورچوں سے رخش سلیمان نہیں رکتا

بے خون ہے خنجر بڑاں نہیں رکتا بے فرق کیے نوح کا طوقاں نہیں رکتا

لڑنا نہیں درخشاں عذاب اپنے لیے ہیں

اب اُن کو بھگتا ہے جو احوال کیے ہیں

اب ہم ہیں نہ تم ہو نہ یہ فکر نہ نکلاں ہے اب قحہ ہے نے تیر ہے چلہ نہ کماں ہے

آنکھیں ہیں نہ چہرہ نہ دہن ہے نہ زباں ہے سرخس سے مل چنے سے جلاتن سے مل ہے

تا شام نہ تسکین سپ شام کو ہوگی

خونہی بھی نہ اب سورچوں میں نام کو ہوگی

مانگیں جو اماں اب بھی شدیں سے تو پائیں اغلب ہے کہ امت پہ نہ پھر ہاتھ اٹھائیں

منہ اپنے تو ایسے نہیں کیا جا کے دکھائیں اکڑ کی جوانی کے مرقع کو منائیں

اس طرح مسافر کوئی ٹٹے نہیں دیکھا

سردار کو یوں فوج سے چھٹے نہیں دیکھا

اب سمجھے کہ نکس کا ستا نہیں اچھا اولاد پیر کا زلاتا نہیں اچھا

دل درد رسیدوں کا دکھانا نہیں اچھا حید پہ کبھی ہاتھ اٹھانا نہیں اچھا

سیدائوں کی آہ سے دوساں نہیں ہے

مہمان نکالنے کا بھی کچھ پاس نہیں ہے

کیا کیا ستم دھور ہوئے آج نہ ہم سے ڈھٹی سر بھانٹ کیا گرز ستم سے
 ٹوٹی کر شاہ جا بھائی کے غم سے سیدھے نہیں ہو سکتے ہیں اس ہارالم سے
 ڈھٹی کیا برتھی سے جگر نور نظر کا
 حضرت کے کلیجہ کو دیا داغ ہر کا
 نعت کے جگر گوشوں پہ بھی جل گئے بھالے بیہوش ہوئے فیروز کی آغوش کے پالے
 کب تک جگر شاہ زہل دل کو سنبھالے شاہ ایک طرف دوتے ہیں سب دیکھنے والے
 نعت کے وہ رونے کی صدا آتی ہے یارو
 ماتم میں جگر گوشوں کے چلاتی ہے یارو
 بھٹے رہے پپ بھٹے یہ سن سن کے پکارے مردہ ہوئے جاتے ہو مہم خوف کے مارے
 دریافت کرو حال تو فیروز کا بارے زرخ دن کا ہے یا جاتے ہیں دیا کے کنارے
 دن میں نہ چہرہ وہ لڑائی کا کریں گے
 بیاتے ہیں بہت قصد ترائی کا کریں گے
 ناگاہ نمایاں ہوا اک بیک بہت شاد چلا یا مبارک ہو مٹلی جنگ کی بنیاد
 ہے قاتل عبرت ہو مظلوم کی روداد بیہوش کے کہوں ٹپن دیا بچوں کی فریاد
 فروز حق رنج کہن مانگ رہا ہے
 روتی ہے بہن بھائی کفن مانگ رہا ہے
 کہتی ہے بہن مز کے بھید کی دودھائی لٹاں مجھے برباد کیے جاتے ہیں بھائی
 شہ کہتے ہیں نعت شدنی ہے یہ جدائی خالق نے کیا یاد قضا لینے کو آئی
 یہ حکم سلاطین سے بھی نکل نہیں سکتا
 چلنے کے سوا ہذر کوئی چل نہیں سکتا
 اہں بھی بہت چاہتی تھیں نانا ہی کو پر جب اجل آئی تو نہ چارہ تھا کسی کو
 ہم سب تھے پہ رو کا شب ضریح نہ علی کو اور زہر ہلاکت سے پھلایا نہ افی کو

سب سے بھی شہید ہے جہاں گذراں کا
 دیکھے گا لہ جس نے حکم دیکھا ہے ماں کا
 بے فوج سلیمان دیکھو گئے نصب ایک ایک ہزاروں ہی پیر گئے نصب
 دنیا سے اکیلے علی اکبر گئے نصب باتو نے دیا ساتھ نہ ہم مر گئے نصب
 بچے کی رفاقت بھی نہ کی ہائے لہ میں
 تھا علی مصر کو سلا آئے لہ میں
 وہ کہتی ہے بھائی کے گمبار کو سونا فرماتے ہیں شہ خان عمار کو سونا
 یہ قافلہ سب عابد تیار کو سونا گھر قافلہ کا حیدر کرار کو سونا
 جب شہر ہمیں ذبح کرے ہیں نہ کرنا
 بھڑکے تھے بھائی کو بے چین نہ کرنا
 سر لاشہ شہزادہ پر عریان نہ کرنا ماتم میں مرے چاک گریبان نہ کرنا
 گردوں کے تلے حال پریشان نہ کرنا امت کے ستارے پہ بھی دھیان نہ کرنا
 لفظ شہ مرداں کا بھلا دھجج نصب
 امان کے تھل پہ نظر کیجیج نصب
 یہ سن کے نیکو نے گریبان کیا پارہ چلائی کہ حضرت نے بھی کی موت گوارا
 اب کون ہے اسے قبلہ حاجات ہمارا شہ بولے خدا ہے نہ ہراساں ہو خدا را
 بی بی کو تو بہلاتے ہیں سب رنج و محن میں
 صفرا پہ کرد غور کہ تھا ہے دلمن میں
 جس کا نہ کوئی یار و مددگار ہو بنی دنیا میں جو بے فوج کا سردار ہو بنی
 اکبر سے جہاں کا جو عزادار ہو بنی کیوں اپنی اجل پر نہ وہ تیار ہو بنی
 اب حال نہ انہوں کے لیے غیر ہو میرا
 مانگو یہ دعا خاتمہ بالخیر ہو میرا

گھبرا کے پکاری وہ گرفتار مصیبت اب مر گئے سب آگئی اس کمر پہ قیامت
اے میرے چنپ اے میرے پیارے حضرت بچپن پہ سیکڑ کے اب اتنی ہو عنایت
باق دو نہ حمل دو نہ پانی نہ غذا دو

لے جا کے ہمیں تانا کے روضہ پہ بٹھا دو
وہاں سے تو نہ بندھی میں ہمیں لائیں گے کفار روئے میں نئی کے تو نہ لوئیں گے سترگار
تھڑا کے دم سرد بھرا شہ نے کئی بار فرمایا کہ اے جانے پور یہ بھی ہے دشوار
ناکوں پہ کئی کوس تنک فوج لےیں ہے
جز قبر کہیں جانے کی اب راہ نہیں ہے

جانے دیں جفا کار تو لے جائیں ابھی ہم تانا کی لحد پر قصیں پہچائیں ابھی ہم
مرے ہوئے صغرا سے بھی مل آئیں ابھی ہم تقدیر میں ہے خلق کو کٹوائیں ابھی ہم
ایسے نہیں چھڑے کہ ملیں قبر نئی سے
تا حشر نہ اب ہوگی ملاقات کسی سے

پھر عالم حسرت میں چلے شاہِ دو عالم اور گرد و ملیں بیجاں کرتی ہوئی ماتم
مجموعہ سادات ہوا درہم و درہم نزدیک تھا تھڑا کے گرے عرشِ معظم
دوتا تھا قیامت حرم زار و حزیں کا
اس وقت عزا خانہ تھا خیمہ شہِ دیں کا

بولا عمر سعد کہو اب تو ملی کل باحق کا یہ دوساں تھا بے وجہ کی پہل
جی چھوٹ گئے فوج کے افسر تھے معطل مرنے کو حسین آتے ہیں قصہ ہوا نصیل
ایسا کوئی حیدر کے گھرانے میں نہیں ہے
حضرت سا اولو العزم زمانے میں نہیں ہے

یہ ذکر تھا جو نور کا مجمع نظر آیا مجموعہ قدرت کا مرقع نظر آیا
ہجہ دوسرا حسن کا مطلع نظر آیا خورشیدِ فکھ شرم کا برقع نظر آیا

پر یوں نے کہا ہاں بہاری نظر آئی
 سرتاجِ سلیماں کی سواری نظر آئی
 ہر ایک طرف قدرت ہاری نظر آئی کانٹے ہوئے گل ہاں بہاری نظر آئی
 کوئین کے سلاطین کی سواری نظر آئی اعدا نے کہا موت ہماری نظر آئی
 یا شاہِ نجف کہہ کے جو لنگر پہ جھکیں گے
 ہم کیا ہیں فرشتوں سے ہمارے نہ رکیں گے

نکسِ رخ پر نور سے رات بن گیا اکمن فانوس کا پردہ ہے ایوان کا دامن
 کانٹے عوضِ شمع ہیں فانوس میں روشن ہے دھوپ کی گری کہ ہے اک عینِ گلشن
 یہ دھوپ پہ نکسِ رخ گلرنگ ہوا ہے
 یا تحفۃ الماس پہ یا قوتِ جزا ہے

چکار کے روکا فریبِ حیزِ قدم کو اور شہ نے عدا دی عمرِ خسِ شیم کو
 او بے خبر آسانے کچھ کہتا ہے ہم کو مکار نے لبیک کہا شاہِ ام کو
 استاد ہوا خسروِ جمہور کے آگے
 ناری نے قیام آگے کیا نور کے آگے

کی عرض کہ حاضر ہے یہ خاں یہ پشیمان بسم اللہ اگر بیعت حاکم کا ہے سامان
 فرمایا کہ انہاں نہ بن اب بھی مجھے جان ہیں تین سوالِ نُن میں سے جو ہل ہو وہ مان
 یہ کہیکے جو اب بند کروں گا میں دہاں کو
 امت کے لیے حشر میں کھولوں گا زباں کو

نذرت سے کہا اس نے کہو ہم نے رضا دی وہ بولے قرینوں کی حیات بھی بھلا دی
 تو نے ہمیں پانی نہ دیا ہم نے دعا دی اب راہِ وطن دے کہ نکل جائے یہ ہادی
 روضہ کو حتمی کے عزا خانہ کروں گا
 رو رو کے وہیں ماتمِ اکبر میں مروں گا

وہ ہلا کر یہ بات تو بندے نے نہ مانی تو مطلب پانی کہو اے حیدر پانی
فرمایا کہ اب قہر کی ہے نشہ دہانی جہاں ہے کلیجہ ارے پانی ارے پانی
اللہ پہ روشن ہے پیر کا میں جو ہوں
بکھو نہ امام اپنا بنی قافلہ تو ہوں

منہ پیر کے حضرت سے پکارا یہ وہ اہم کھائی ہے قسم پانی پلانے کے نہیں ہم
حضرت کو ابھی پیاس کا صدمہ ہے بہت کم اس وقت حرا ہوگا کہ جب ترپ کے باہم
ہے بہر جہاں نہر کا تالاب کا پانی
حضرت کے لیے نجر ہے آب کا پانی

گر آپ پیر کے نواسے ہیں ہمیں کیا بچے وہ ہنقم سے جو پیاسے ہیں ہمیں کیا
مخروم جو سادات دوا سے ہیں ہمیں کیا سرنگے جو قتل شہدا سے ہیں ہمیں کیا
پانی کی حقیقت نہیں پر تم کو نہ دیں گے
دکھلا کے بہا دیں گے مکر تم کو نہ دیں گے

تھڑا کے کہا شاہ نے ہم ایسے ہیں تو بہ مہماں پہ روا ظلم دستم ایسے ہیں تو بہ
بحرم مرے ناتا کے حرم ایسے ہیں تو بہ ناموسی شہنشاہ ام ایسے ہیں تو بہ
محشر میں رسولؐ دوسرا سے بھی یہ کہنا
جو ہم سے کہا آج خدا سے بھی یہ کہنا

کہہ دوں تو پتھل کر ابھی کھسار ہو پانی جنگل میں ہر اک ذرہ ہر اک خار ہو پانی
حیرے لیے دریا میں شرہار ہو پانی اپنے لیے آتش میں نمودار ہو پانی
چاہوں تو ابھی فرق حقیر میں جہاں ہو
نوارہ مرے خون سے کوڑ کا رواں ہو

پر آب بھا سے بھی مجھے تو ہے کٹارا پیاسا سراسش ماہ زمانہ سے سدھارا
اب قل ہی منظور ہے تجھ کو جو ہمارا تو حکم یہ دے فوج کو تو اے ستم آرا

تنہا پہ نہ سب ٹوٹ پڑیں چار طرف سے
 ایک ایک لڑے حیدر صفدر کے خلف سے
 میراقت خالم نے کہا یہ بھی ہے دشوار مطلب تو یہ ہے جلد ہوں بے سرشاہ ابرار
 نگاہ بیچے طبل کھینچے خنجر غوغار چلو نے لے تیر ہوئے لیس کماندار
 دل کہتا تھا دم آیا نہ اپنے تن و سر پہ
 نامرد بچکے پھر وہ مرداں کے پسر پہ
 ڈنگے پہ لگی چوب علم ہو گئے بھالے بڑھ آئے بیادوں سے سوادوں کے رسالے
 نکواریں لیے ہاتھ میں بھالوں کو سنبھالے اک چاند کے چوگرد یہ عقب تھے یہ ہالے
 تھا سرکہ جو فاتح خیر کے پسر سے
 نشتے تھے شجاعوں کے ہرن جان کے ڈار سے
 کاغی میں دیکھرا گیا شمشیر دوسرے وہ میان سے نکلی کہ قمر بدین قمر سے
 غور شید نے کی جلوہ گری حبیب سر سے رعشاں ہوا مگر ہر صدف فتح و ظفر سے
 تھا ماو دو ہفتہ کہ کہن سے نکل آیا
 طلاس خیابان چمن سے نکل آیا
 طوقان سمٹ کر لب خور سے نکلا یا شور قیامت دہن صور سے نکلا
 یہ حسن کا کلمہ لب جمہور سے نکلا پھل نور کا شارب شہر طود سے نکلا
 خائی جو ہوا میان تو نشتے تھے غضب کے
 منہ ساپ نے کھولا تھا نکل جانے کو سب کے
 قس جاسر سے باہر جو وہ تیغ وہ عالم تن درہند اور سرخی بیاض کی طرح ثم
 شوقی میں غزال نقی رعب میں شیم پردہ میں خیزہ قوسب جنگ میں رسم
 باہر جو ہوئی میان سے غل تھے یہ اجل کے
 مردانہ دہن فتنی ہے جلد سے نکل کر

نکوار کا بڑھتا تھا کہ سب دن سے پرے تھے نوبت تھی نہ رات نہ صبح تھیں نہ پرے تھے
جوہر سے کھلے پیٹ میں ٹکڑے جتنے بھرے تھے بے فصل بیدار ہیں دھم بھرے تھے

جب سیر ہوئی شیر سے تو میوہ غوری تھی

پھر تینوں کے بچل تھے نہ سناں تھی نہ چھری تھی

اس حسن سے تابندہ ہوئی تنچا حسینی خوش ہو کے کہا فتح نے یا قرۃ عینی
بے دینوں کا ہے قتل تجھے وہب عینی یہ کوئی د شامی ہیں وہ بدری و حسینی

بچل پہ ٹھہرتا نہ سر گاؤ زمیں پر

دم لپیچو بوسے کے لیے عرش بریں پر

پھر سوزیوں کا شعلہ چمکتا نظر آیا کائنا تھا کہ آنکھوں میں کھٹکتا نظر آیا
یا ناگ جہنم کا لپکتا نظر آیا جوہر سے ترا زہر نکلتا نظر آیا

جو دام میں جوہر کے پھنسا پھر نہ پتا تھا

ناگن کی طرح جس کو ڈسا پھر نہ بچا تھا

بجلی کی چمک شعلہ فطانی نے دکھائی اور شمع کی لو چرب زبانی نے دکھائی
طوفان کی زلّت دھار کے پانی نے دکھائی گھٹاؤں پہ نئی سیر دولانی نے دکھائی

تھی آگ بھی اور پانی بھی اس تنچا فضا میں

جل جل کے حد بہہ گئے دوزخ کی ہوا میں

اک جان دو قالب ہے شل اہل خن میں اس تنچا دو پیکر کے تھے پیکر کئی دن میں
ناکب کے بدن میں کبھی مرکب کے بدن میں گدہ خود میں گدہ سر میں گدے جھم دوہن میں

یہ مردہ وہ بھل پہ سر راو عدم تھا

نولاکھ کے قالب تھے اور ایک تنچا کا دم تھا

اس صف کو اٹھا ڈال دیا سوتا شمشیر تھی یا تہر الہی کا سوتا
چانا جو لبو کاٹ ہوا تنچا کا دوتا پرنگ کبھتی تھی وہ کھار کا پھوتا

اللہ رہی صفا صاف کیا غول عدد کا
 دھبہ نہ لگا دھار میں کافر کے لبو کا
 جس صف پہ گری سیف صفائی نظر آئی نکل کر جو پڑی ضرب سوائی نظر آئی
 ترکیب عناصر میں جدائی نظر آئی نہ شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی
 بازو پہ جو تڑپ نہ کسی دوش پہ سر تھا
 پہلو پہ جو چنگی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا
 اعدا کے اڑے ہوش نکالوں کے پھر رہے اور تیر یہ سب کچھ نہ چلے پہ بھی ٹھہرے
 وردیا پہ نہ چوکی تھی نہ گھاٹوں پہ تھے پھرے پائی ہوئے جاتے تھے نگہبانوں کے زہرے
 اس تیغ کو جو تاریوں سے لاگ لگی تھی
 وردیا کے کنارے بھی جب آگ لگی تھی
 شہباز اجل تیغ تھی اعدا تھے چٹاؤک بزم موت سروتن کا خریدار نہ گاؤک
 چھٹی تھا بکر سینوں میں ڈھالیں تھیں مٹک بوڑھی تھی جدا چمڑے تو سو فار سے ناؤک
 چلے بھی کمانوں سے کشیدہ نظر آئے
 دل اہل کباہہ کے کبیدہ نظر آئے
 اُن تاریوں سے تیغ شردوم کو جو تھی لاگ صحرا کراؤ نار تھا برسائی تھی یہ آگ
 سر پاؤں سے کہتا تھا اے بھاگ اے بھاگ بل کھاتا ہے من اپنا دہن میں لیے دو ناک
 ڈستے ہوئے لگ جاتی ہے اک آگ بدن میں
 شعلہ غضب حق کا ہے اڈور کے دہن میں
 عالم تھا سلام کا سب جنگ میں ہر سو جس تن کے مقابل ہوئی تیغ وہ خوش خو
 ڈر ڈر کے نکل جاتا تھا دل چر کے پہلو پہنچے سے کلائی تھی جدا شانے سے بازو
 بے ضرب میاں فصل تھا وصل تن دسر میں
 دھڑ لونٹا تھا خاک پہ سر ہنر ستر میں

حیزی کا یہ عالم اسے کانا اُسے مارا قل اُفتتا تھا جیم اسے کانا اُسے مارا
 پاں سر لیا وہاں دم اسے کانا اُسے مارا حیران تھے اُظم اسے کانا اُسے مارا
 اس تجھ کے سائے کا زمیں میں جو گزر تھا
 قبروں میں کسی مُردے کی گردن پہ نہ سر تھا

کہہ شعلہ کبھی برق جندہ نظر آئی کہہ ناخن خرقام درندہ نظر آئی
 کہہ صورتِ شہان گزندہ نظر آئی آب اس کی مگر زہر کشندہ نظر آئی
 رُکنے کا کہوں ڈھنگ وہ یا چال کا عالم
 تھا ابروئے شمشیر میں بھوپال کا عالم

غل تھا کہ جب ضربِ شمشیر دوم ہے لو سر وہ پہلوانِ دُشقی کا علم ہے
 نسل وہ یل دوم ہے وہ ترکِ بجم ہے وہ خاک پہ ترکش وہ کہاں وہ علم ہے
 وہ تودہ ہے حیروں کا وہ چلہ ہے کہاں کا
 کانا ہوا جنگل ہے وہ لنگر کے نشان کا

کہہ شرق میں خود شید کے مانند میاں تھی کہہ غرب میں مثلِ بہ نو جلوہ کناں تھی
 کہہ چرخ پہ روشن صفت کا بکھاں تھی یہ تجھ کے پرتو تھے فقط خود وہ کہاں تھی
 کب دیکھنے میں صورتِ سیب دو سر آئے
 ہاں موت نظر آئے تو یہ بھی نظر آئے

پاں شور وہاں غل ادھر آئی ادھر آئی وہ چکی وہ ترابی وہ بچھی وہ نظر آئی
 وہ تیر گئی خود میں وہ سر میں وہ آئی گردن سے بڑھی سید لیا تا کمر آئی
 من اس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ نہ بڑھا تھا
 منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھا تھا

تو سن کا لقب ہے شہِ جن قومِ پری میں شہِ نہیں گری یہ ضیمِ سحری میں
 پریوں سے بھی سبقت ہے اُسے حیر دی میں دُم اس کی ہے طاووسِ جہاں جلوہ گری میں

سرعت میں جو یہ فعل در آتش نظر آیا

خوشید بھی سیلاب بہ آتش نظر آیا

اک حسن کی تصویر تھا تک سکھ میں وہ تو سن دہرا بدن آہوئے نگہ شیر کی چتون

شہباز کا سینہ تھا تو طاؤس کی گردن دم رنگ دم سنبہ دم بدر سے روشن

چاند تھا کہ اعجاز و کرامات تھا گھوڑا

چمک تل تھا چلا وہ تھا طلسمات تھا گھوڑا

ہیں شجاعت اس ریش کی رفتار سے مشدد درمانہ ہے دور فلک المردہ ہیں اختر

خوشید و قمر اس کی رکابیں ہیں مقرر جنبش دم جلاں ہوئی ساتھ اس کے جوم بھر

مدت ہوئی گھوڑا تو نکالوں سے نہاں ہے

اب تک حرکت دونوں رکابوں میں عیاں ہے

آہوں سے دو چند اس کے فرارے نظر آئے سایہ جو بھرا ساتھ چکارے نظر آئے

آیا جو عرق ابر میں تارے نظر آئے چل بھر فقط ابرو کے اشارے نظر آئے

بیکتا ہوئے گل تین فرس دونوں جہاں میں

یہ دن میں ہے نور دلدل و دلفریب ہے جہاں میں

خوشید رکاب ایک ہے اور ایک قمر اس کی جتنے میں کوئی دم ہوئی دلت سحر اس کی

چلتے مئی مدد خود سے جو بدلی نظر اس کی پھر اس کو خبر ان کی نہ ان کو خبر اس کی

سرعت مدد خود کو یہ سکھائی ہے اسی نے

دیکھی ہیں فلک سیر رکابیں بھی کسی نے

ہر جہت میں کف مدد سے جو شہدین نے ڈالا ہر حور ہستی میں پڑا قمر کا پالا

ساتھ اس کے بھرا یہ تو کیا چراغ نے نالا سوچ سے میاں تھا کہ پڑا پاؤں میں چھالا

شہدین فلک چنے میں تو سن سے بٹے ہیں

کوچن میں یہ پھرتا تھا دہاں کو پے کٹے ہیں

جنس جنس گیا تاپوں کی دھک سے سر قاروں پس کرشم تو سن سے جبل بن گئے ہموں
خوزیری شمشیر سے جنگل ہوا ٹھکوں تاکہ نظر شاہ معنی چاہ گروں

بولے کہ دم فرض قدر ازلی ہے

اب عہر کا ہے عصر کہ دوپہر دھلی ہے

چلائی قضا وعدہ وفا کی گزری ہے حملہ کا نہ موقع نہ لڑائی کی گزری ہے

اب نخب مضر سے جدائی کی گزری ہے دوزخ سے غلاموں کی رہائی کی گزری ہے

فردوس سے زہرا کے اب آنے کی ہے ساعت

دہار خداوند میں جانے کی ہے ساعت

پریمیاں میں آئی تھی نہ تیغ ہو دلا جو شیٹ نے مارا جگر پاک پہ بھلا

قاتلے میں کیجئے کالہ منہ سے جو ڈالا پھر آپ نہ سنبھلے یہ ہوا دل نہ د والا

سجدہ کی قنات تھی جو زہرا کے حلف کو

منہ بھیر دیا کرنے میں قبلہ کی طرف کو

گرد ہو دیں چار ہزار آئے کہاں دار چرگرد سے اک سینہ پہ کی تیروں کی بوچھاڑ

لور نیمہ عصمت کو بڑا صاف سترکار لشکر کو پکارا کہ یہی وقت ہے ہشیار

تجويز یہ ظالم کی نرالی ہے جہاں سے

جلتی ہے زباں آہ کہوں کیا میں زباں سے

اللہ سدا اس کو جہنم میں جلائے جس خیمہ میں جبریل ایں سر کے بل آئے

نیزے کئی اس خیمہ پہ ظالم نے لگائے لشکر کو ندا دی کہ ترس کوئی نہ کھائے

ہاں خیمہ زنگاری شہز جلا دو

اس گھر کو مع صاحب قطبیر جلا دو

یہ دقت قیمت ہے کبھی پانہ سکیں گے یوں رنج کبھی راغزوں کو پہنچا نہ سکیں گے

بے بس ہیں حرم گھر سے کہیں جا نہ سکیں گے شہز ہیں نرنے میں یہاں آنہ سکیں گے

ہاں آگ وہاں حیروں کا باراں ہو دیں پر
 یہ سیر بھی دیکھی ہے کبھی روئے زمیں پر
 خیمہ کے جلانے کو ہوئے جمع جو مردوں دیکھا ہے مظلوم نے ہو کر غضب آلود
 آواز دی یہ شمر کو لوثانی نمرود باز آدے باز آہنگی زندہ ہوں میں موجود
 کن کو تو جلانے گا یہ کیا بے ادبی ہے
 اس گھر میں کوئی اور نہیں آں مئی ہے
 کیا تاریوں کو گھر سے بھڑکا تا ہے تاری واللہ کہ ہے نور خدا آں بہاری
 مہرِ ظلیل ان پہ بھی ہے رحمتِ باری ہاں آگ ہوگی اور دھواں اور بہاری
 جس کے لیے مخلوق فقط رحمت رب ہے
 منگواتا ہے آگ اُن کے لیے کیا یہ غضب ہے
 جلا تو جلانے گا کسے او ستم آرا کبراً و سکیئت کے جلانے کا ہے بار
 یا زینب نکس پہ ہے یہ ظلم گوارا یا عابد پیار جو ہے پھول ہمارا
 وہ رحم کے قابل ہے ستائے گا اُسے کیا
 جہاں ہے بدن تپ میں جلانے گا اُسے کیا
 مجھے کو نہ تو لوٹے گا کیا بعد ہمارے ہاندھے گا نہ بچوں کا گلا بعد ہمارے
 جو چاہو کچھ وہ جفا بعد ہمارے لے لہجہ غضب کی روا بعد ہمارے
 نانا کے حضور ان سے جو منہ موڑ کے جاؤں
 پردے میں تو سیدانوں کو چھوڑ کے جاؤں
 خیمہ نہ جلا آہرِ حمیز قلم کر اٹھ جاؤں میں دنیا سے تو زینب کا کلمہ سر
 ناکا، پکارا محمد شکر اس قلم کے شایان نہیں اولادِ حمیز
 جب تک پر قلمت کا سر نہ اُتارو
 ناموسی یہ اللہ کی چادر نہ اُتارو

یہ سن کر لعین جانب فوج عمر آیا یہ کہتا ہمارے ادھر آیا اُدھر آیا
لو لشکرِ خوش ہو کہ وقتِ ظفر آیا بے سر کرو میز کو ارتان ہر آیا
جس کو کہ حق زادے کا سر ہاتھ گئے گا
مظلس نہ بھی ہوگا وہ در ہاتھ گئے گا

مجر یہ سنتے ہی پہنچے دام ہوں میں دار سے پھرے آگئے شیطان کے بس میں
اک دم میں کیا وہ جو نہ ہولاکہ برس میں قتل شد مظلوم پہ کھانے گئے تسمیں
میز کی اک جان کے گاہک تھے ہزاروں
اک سید تھا اور ظلم کے نادر تھے ہزاروں

فرزیدِ حق کا جو تھا عبداللہ زیباہ کی اس نے نظر خیر سے میدان کو ناگاہ
دیکھا کہ ہے شہ پر پوشِ لشکر گراہ بس ہائے پچا کہہ کے بدھا چاہ جنگاہ
سیدانوں میں غل ہوا فریاد و نفاق کا
نصیب نے کہا داری ارادہ ہے کہاں کا

مقل کو کہا میں ترے صدقے ترے داری تیار وہاں جنگ پہ ہے لشکرِ ناری
تم لڑنے کے قابل نہیں کیا عمرِ حساری قاسم کی جوانی پہ ابھی کرتی ہوں زاری
دیکھو تو وہاں ہائی بیداد کھڑے ہیں
تینوں کو نکالے ہوئے جلا د کھڑے ہیں

وہ بولا کہ رکتے کے نہیں ہم پھوہی لاس ظہراء نہ گھر میں ہمیں اس دم پھوہی لاس
تھا ہیں کھڑے قبلہ عالم پھوہی لاس خنوار کوئی اب ہے نہ ہوم پھوہی لاس
رکتے کا نہیں سید میں جب تک مرادم ہے
اس وقت پچا پاس نہ جاؤں تو ستم ہے

یہ کہہ کے چارن کی طرف ہی حق آہ پہنچا جو قریب ہی دیں غنیمتِ دہن آہ
دیکھا کہ ہے مجروح وہ آوارہ وطن آہ حیروں سے تبا کھڑے ہے پرزے ہے بدن آہ

سینہ سے لپٹ کر کہا کیا حال ہے حضرت

مصلوب ہے اور خوں سے بدن لال ہے حضرت

جیہات ابھی قسم ہوئی تھی نہ یہ گفتار جو حملہ آیا وہاں تو لے ہوئے تلووار
اور حصہ سے چاہا کہ سرش پہ کرے وار ہاتھوں کو پیر کر دیا معصوم نے اکہار
بولاً کہ چلنا جان پہ میرے نہ قسم کر

حاضر ہے مرا سر میری گردن کو قلم کر

عادل ہے خدا بھول نہ تو عدل خدا کو کیا ذبح کرے گا مرے مظلوم چچا کو
یہ سننے ہی پیار آگیا شاہ شہدا کو اور سینہ سے لپٹا لیا اُس ماہ لقا کو
فرمایا جو گزدرے وہ گزدر جائے وہ بیٹا

آتی ہے بلا میر کر آئے وہ بیٹا

چپ رہ گیا پر منہ کو حمایت سے نہ موڑا ملعون نے ادھر میر قسم چلے میں جوڑا
وہ کر کے کہاں حیر کو اس طرح سے چھوڑا بچے کا گلا چمید کے دل شاہ کا توڑا
کردوں پہ مٹی آہ شہ تکتہ دہن کی

تھڑانے لگے قبر دینے میں حسن کی

کھلا کے گرا بھول رسالت کے چین کا بھلی سا ترچہ لگا فرزندِ حسن کا
اور سرد ہوا ہائے ہر اک عضو بدن کا اوڑے ہوئے لب پھر مٹی نو ذہل گیا منکا
دم نکلا گلے سے کہ لہو بہ گیا ہے ہے

منہ دیکھ کے سکتے میں پچھراہ گیا ہے ہے

نفسِ در خیمہ سے یہ دودھ کے پکاری آباد کیا پہلوئے قاسم کو میں داری
بیادے نے بھی جان لپٹے بچا جان پہ داری ہے ہے نہ ذہن آئی اہل آئی تمہاری
ملنے کو شہیدوں سے مری جان سدھارے

لیکن یہ غضب ہے کہ پُر ارمان سدھارے

خمید سے بھرے دن کی طرف ہائی بیداو اور ٹوٹ پڑا شاہ پر سب لشکر جلاو
اک شیر نیتان علی سیکڑوں صیاد یاں نیزا بیداو وہاں خنجر نولاد
بڑھ کر قدر اندازوں نے دکھلایا ہنر کو

غربال کیا سینے کو پہلو کو جگر کو

تھانگ دلوں کو جو نبی زاوے سے کیند برساتے تھے ہنجر بھی سوئے شاہ مدینہ
سب توڑتے تھے میر نبوت کا تکیہ خشکی میں ڈبوئے تھے جہنم کا سفینہ
وہ دھوپ کی ایذا کسی مجروح سے پوچھو

شیر سے یا فاطمہ کی روح سے پوچھو

پہلو میں نہ قاسم تھے نہ ہم شکل نبی پاس بن ہاتھ کے دریا پہ پڑے سوتے تھے مہاش
گرد و ہب والا تھی فقط نیکی دیاس تالو سے زباں لگ گئی کس قہر کی تھی دیاس
دل سینے میں ہلتا تھا بدن کانپ رہا تھا

اور بالیں پہ رہوار کھڑا ہنپ رہا تھا

فرماتے تھے اعدا سے ارے پانی چلاؤ وہ کہتے تھے کوڑ سے کوئی جام منکلاؤ
چلاتے تھے سولا کہ ترس دشمنوں پہ کھاؤ وہ کہتے تھے مہاش اور اکھڑ کو نکلاؤ
کیا بغض تھا ہر صوں کو شاہ مدنی سے

دشمنوں پہ چمڑکتے تھے تک طعنہ زنی سے

پیدا ہوئے آفاق میں آثار جاہی چھائی فلک و ارض پہ یک دفعہ سیاہی
موقوف فرشتوں نے کیا ذکر الہی مقتل کو ہوئے چار ہزار اُن میں سے راہی
سر کھولے ہوئے ماتم سلطان دمن میں

پر نوچتے سر پہنچتے وارو ہوئے دن میں

دیکھا کہ زمیں پر ہے پڑا تاج امامت سر پر بنی آدم کے تہم سے ہے قیامت
کہنے نہیں دیتے ہیں نمازی کو امامت ہر بار قلم کرتے ہیں طوطی سا وہ قیامت

بچے میں سناں منہ میں زباں نکلی ہوئی
 نیسے سے بہن قبر سے ماں نکلی ہوئی ہے
 دیکھا کہ ہے زلے میں جگر بد پیسیر باقی کوئی ہدم نہیں غیر از دم صخر
 کہ خش میں کہے ہوش میں ہے ہاب حیدر شق ہو کے زباں منہ سے نکل آئی ہے باہر
 ہے خون جراحت کا جو تھوڑا عرق میں
 ہالائے زمیں نیر اعظم ہے شفق میں
 منہ پیٹ کے سب نے سر تسلیم کیا تم چائے علیک فصلوات ہے عید عالم
 ہے ہے ترے قاتل کلمہ گو بنی آدم ہو مرضی القدس تو انہیں قتل کریں ہم
 کوئین میں شہزادہ جبریل امیں ہو
 جبریل تو ہو سدرو پہ تم خاک نکلیں ہو
 قاتل نے ہاتل کا جو خون بہایا شہلایا بھی کھنڈیا بھی مدفن بھی بنایا
 یہ بھی بنی آدم ہیں پہ دم اتکا نہ کھایا بسم تو کیا اور نہ لاشوں کو اٹھایا
 جنت میں فرشتوں سے نکل جاتے ہیں آدم
 ہنعم سے غوراؤں کے لیے مروتے ہیں آدم
 کھسا ہے کہ دو درد رسیدوں کو دلاسا قرآن کا بھی ان میں نہیں کوئی شناسا
 آدم کا شرف فخر طاہک کا نواسا اور ہائے غضب تین شب و روز کا پیاسا
 پتھر ہیں جگر ان کے یہ انسان ہیں کیسے
 کافر بھی نہ ہوں گے یہ مسلمان ہیں کیسے
 حضرت نے کہا میری مروت سے ہے یہ درد انسان نظر آتے ہیں ملک آنکھوں سے مسطور
 قطع نظر اس کے مجھے احساں نہیں منظور سب کچھ میرے مالک نے دیا ہے مجھے مقدور
 ممکن نہیں شہرِ حصیں حکم دغا دے
 پوچھا تھے اس دکھ میں خدا تم کو برا دے

ہر چند فرشتوں نے کیا شاہ سے اصرار پر کل کا مددگار نہ راضی ہوا زہار
انکار سے حضرت کے ملک ہو گئے ناچار کی عرض کہ مجبور ہیں ہم آپ ہیں مکار
خیر آپ نے جانے کو کہا جاتے ہیں حضرت

پر حکم خدا لے کے ابھی آتے ہیں حضرت
یہ کہہ کے ملک پر گئے ساکن وہ ملک کے اور حشر کیا تاج مقرب کو چنگ کے
کی عرض جناب احدی میں یہ ملک کے مشتاق ہیں امداد وہ جن و ملک کے
وہ لاکھ کی تیغیں ہیں اور اک اس کا گلا ہے
بیانا ترے پیارے کا گرفتار بلا ہے

پیشاک جسے عید کے دن تو نے عطا کی پُرے ہے قہاریوں سے اس شاہ ہا کی
جو لونا تھا چھاتی پہ محبوب خدا کی آج اس کا بچوٹا ہے زمیں دھبہ بلا کی
ایسی کسی بھل کو اذیت نہیں دیتے
جلاد ترچے کی بھی مہلت نہیں دیتے

ہم فرط محبت سے گئے تھے کئی باری کیا کیا نہ کہا پر نہ نسی ایک ہماری
تھم پر ہے توکل اُسے اے خالق باری فرمان مدد کر تو ہمارے لیے جاری
پھر چاہے عقل ابھی پرواز کریں ہم
جا کر مدد شاہ سرافراز کریں ہم

آئی یہ دعا جاؤ اجازت ہے خدا کی امداد کرو مالک حلیم ورضا کی
پائی جو فرشتوں نے رضا رب لقا کی بیساختہ پرواز سوئے دشت وعا کی
یہ شوق مددگاری شاہ وہ جہاں تھا
رستے میں انھیں سانس کا لینا بھی گراں تھا

انہوں فرشتوں کو رہی حسرت امداد رستے میں خبر پائی کہ ڈہرا ہوئیں مدد
وارد ہوئے دن ہیں تو نظر آئی یہ روداد سرکات کے سید کا لیے جاتا ہے جلا

زہرا دیکھو نے کفنِ خون میں بھرے ہیں
 منہ اپنا طلق طلق بریدہ پہ دھرے ہیں
 چلاتی ہے خواہر مرے بھائی مرے بھائی اے کشتِ بختِ مرے بھائی مرے بھائی
 ہے ہے مرے بے سرمے بھئی مرے بھائی اب مر گیا سب گھر مرے بھائی مرے بھائی
 کیوں بھائی سڑ میں بھی وعدہ تھا بہن سے
 لاشے پہ رلاؤں گا تجھے لا کے وطن سے
 ہے ہے مری ماں کی مرے بابا کی کھائی لوفی ملک الموت نے امت نے لٹائی
 دیراندہ میں بھتی مرے تاتا کی بھائی ششماہی کو موت آئی مجھے موت نہ آئی
 وارث رہے میدان میں نہ بچے رہے گھر میں
 کیا ہو گیا ہے ہے یہ غضبِ تین پہر میں
 آئے تھے مدد کو وہ فرشتے جو زمیں پر صاف ہاتھ کے رونے لگے لاشِ جہدیں پر
 بحرِ حق سے کہا شہ کا لہو مل کے جبین پر یاری کی نہ صدقے ہوئے اس عرشِ نفیس پر
 ہم چشموں کو منہ اب تو دکھایا نہیں جاتا
 کیا حکم ہے گردوں پہ تو آیا نہیں
 پیدا ہوئی آواز کہ اب حق کا ہے فرماں تا دفن رہو لاشے بے سر کے نگہباں
 تعمیر ہو جب مقبرۂ شاہِ شہیداں روئے میں کرو ماتمِ شہید کا سامان
 احسانِ خدا کا ہے یہ ہے حکمِ خدا کا
 دو اس کے محبوبوں کو ثواب اپنی بکا کا
 کیا تم کو دہر اور مضامین بتائیں ہر بند پہ دہتے ہیں عزادارِ دُعا نہیں
 اللہ کرے ہم بھی اب اس روئے پہ جائیں یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کے فرشتوں کو سنائیں
 دُعا میں اگر دولتِ حق ہے تو یہ ہے
 باقی مرے دل میں جو حتم ہے تو یہ ہے



شیران مضامین کو کہاں بند کروں
بھریں گے ذکاریں گے جہاں بند کروں
خلاقی مضمون کا ہے دعویٰ سب کو
کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں



جو عظیم معانی و بیاں کو سمجھے
البتہ دیر کی زباں کو سمجھے
کیا داد بلند کی سخن اُس سے بھلا
یکساں جو زمین و آسمان کو سمجھے

سلام

نام پر شاہ کے پانی جو پلا دیتے ہیں میر کوڑ انھیں نحرانی دعا دیتے ہیں
 فاطمہ کہتی ہیں دنیا میں بہ آباد رہیں شہ کا پڑسا مجھے سب اہل عزا دیتے ہیں
 کربلا میں کوئی مدفون اگر ہو تو حسین خاک کو مرحومہ خاک شفا دیتے ہیں
 قتل اکبر سا پسر ہوتا ہے یہ کرتے ہیں شکر صبر ایوب کو شہزادہ جلا دیتے ہیں
 ذبح شہزادہ کو کرتا ہے لعین تنجر سے یوسے علقوم پہ محبوب خدا دیتے ہیں
 رد کے کہتی تھی سکیڑ کر ہمیں قید کیا لوگ دعاں سے قیاموں کو چھڑا دیتے ہیں
 پوچھتا ہے جو کوئی کس نے کمر کو توڑا شامہ عباس کے لاشے کو بتا دیتے ہیں
 کیا آئی ہیں شہ دیں بخشش امت کے لیے جاں بھی دیتے ہیں گھر کو بھی لٹا دیتے ہیں

یہ سلام شہ مظلوم کہا خوب دیر
 دیکھو انعام میں موت مجھے کیا دیتے ہیں

قید خانے میں طلاطم ہے کہ ہند آتی ہے

قید خانے میں طلاطم ہے کہ ہند آتی ہے دختر فاطمہ غیرت سے سوئی جاتی ہے
روح غالب میں، وہ زندان میں گھبراتی ہے بے حواسی سے ہر اک باریہ چلاتی ہے
آسمان دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں

بیچہ مل کے دعا مانگو کہ مر جاؤں میں
آمد ہند کا غل عزت شہر میں ہے شور ماتم، حرم صاحب قلعہ میں ہے
دختر فاطمہ، روپوشی کی تدبیر میں ہے کتنی ہے جاؤں کہاں پاؤں تو زنجیر میں ہے

کس غضب کی یہ خیالات ہے وہائی لوگو
ہند آنہی مجھے موت نہ آئی لوگو

جا کے درہانوں کو قسمیں دو کہ بہر سجاں کوئی کھلوئے نہ تم کھلیو قفل زنداں
رات کا وقت ہے بچے ہیں ہمارے تاراں گر گل جائیں گے تو ہم انھیں دھوئیں گے کہاں
حاکم شام کا کل تم پہ حجاب آئے گا

اور ہمارا تو گلا پہلے ہی کٹ جائے گا
کیا کروں، کیا نہ کروں، جلد بتاؤ لوگو صدق اکبر کا، خدادت سے بچاؤ لوگو
اوٹ کر کے ہو کھڑے، مجھ کو چھپاؤ لوگو یا کسی کوٹنے میں لے جا کے بٹھاؤ لوگو

سر کھلے ہوں، کسی جبرے میں مجھے بند کرو
یہ بھی ممکن نہ ہو تو خاک کا پیوند کرو

سلطنت پر ہے وہ نازاں میں اسیر و مجبور منہ بھی ہالوں سے چھپاؤں کی تو سبھی کی غرور
آمد حرف میں کہہ بیٹھے گی یہ ہند ضرور بی بی دربار میں تو جاتی تھی مردوں کے حضور
ایسی غیرت تھی تو بلوے میں نہ آئی ہوتی

وطن پر اپنے مٹری آپ پھرائی ہوتی

شرم بازار میں کلن تم کو نہ آئی بی بی داس تو گرد آؤں کے تھی ساری خدائی بی بی
 شرم کے خوف سے گردن نہ جھٹائی بی بی دیکھ کر مجھ کو عیث شکل چھپائی بی بی
 ہند جو چاہے گی بڑھ کر مجھے کہہ جائے گی

دختر فاطمہ منہ دیکھ کے رو جائے گی

اور جو بچپان کے مجھ سے کیا خلق راحاں لوٹیاں ہند کی گھبرا کے کریں گی یہ یہاں
 بی بی کچھ خیر ہے نہ بٹ کہاں زعمان کہاں باپ تو عقدہ کشا بنی اسیر زماں
 بے روائی ہے جہاں ہے پریشانی ہے

توبہ توبہ یہ نئی زامی ہے سیدانی ہے

کس طرح ہند کے آنے سے نہ گھبراؤں میں بت حیدر ہوں نہ کیوں قید میں شرماء میں
 کوئی دیوار جو شوق ہو تو مفر پاؤں میں سیدھی میں جائے کے قتل کو چلی جاؤں میں
 کر بلا میں نہ یہ وقت ہے نہ رسوائی ہے

بے ردا میں ہوں تو بے کور مرا بھائی ہے

لے کے لاشے کی بلائیں کہوں حال زماں ہندواں آئی تھی بھیا میں چلی آئی یہاں
 تھا یہی خوف کہ گھبرا کے کرے گی وہ یہاں اے جیسبر کی نوای تو اسیروں میں کہاں
 قاتلی طوق ہوئی لائق زنجیر ہوئی

کیا گنہ تجھ سے ہوا کوئی قصیر ہوئی

سب ستم دیکھے یہ امدودہ اٹھائے نہ گئے ہند کو خاک بھرے ہال دکھائے نہ گئے
 قید میں نام بزرگوں کے بتائے نہ گئے در بدر بھرنے کے احوال سنائے نہ گئے
 ملتی کیا ہند سے میں خاک عزائیں سر پر

نہ تو تم تھے مرے سر پر نہ ردا تھی سر پر

کر بلا کا جو سنا نام سکیٹنے نے آہ یک بیک ہو کے کھڑی کہنے لگی بسم اللہ
 ابھی میرنی پہنچیں اہاں مجھے لینا امراء داس ملے گی مجھے ظالم کے طمانچوں سے پناہ

ضبط اب رونے کا زہار نہ ہوگا مجھ سے
تنگے سر روز کا دربار نہ ہوگا مجھ سے۔

آہ بھر کر کہا زنب نے میں تم پر قرباں کر بلا شاہ شہیدان کی کہاں اور میں کہاں
طوق گرہن میں ہے اور پاؤں میں زنجیر گراں میں ہوں زنداں کے قابل مرے قابل زنداں
بجنو صدقے گئی بجنو میں کدھر جاؤں گی

بیزیاں پہنے کسی دن یہیں سر جاؤں گی
میں ہوں بجنو دمرے کہنے پہ نہ جاؤ داری آنے جانے کا کہیں ذکر نہ لاؤ داری
پھوہی کہہ کہہ کے نہ اب شور مچاؤ داری ہند آتی ہے مری گود میں آؤ داری
غیر لئے کو جو آتا ہے تو چپ رہتے ہیں
پھوہی کو ایسی جگہ کہہ سوتی کہتے ہیں

ماں کو وہ پوچھے تو آوارہ وطن بھلا نام خواہر کا فقط راہ وطن بھلا
بھائی کو قیدی زنجیر و دین بھلا باپ کو سید بے گور و کفن بھلا
دیکھو غیرت سے میں ہو جاؤں گی پانی پانی
ہند کے آگے نہ تم مانگیو جانی پانی

روکے وہ بولی کہ اچھا پھوہی صاحب اچھا میں بھی اکڑ کی بہن ہوں مجھے غیرت نہیں کیا
جان فاقے سے نکل جائے تو مانگوں نہ غذا اپنے بچے کے لیے روتی ہوں، پانی کیسا
پانی اس سے نہیں میں تھنہ جگر مانگوں گی
لاش بابا کی ہے، بے گور، کفن مانگوں گی

میں نہیں لینے کی میوے وہ اگر لائے گی خاک سمجھوں گی اگر خلعت و زولائے گی
کان دکھلاؤں گی زخمی جو مہر لائے گی پر دعا دوں گی جو حاجت مری برلائے گی
پوچھا زنب نے کہ کیا روکے کہا کہہ دوں گی
بابا صاحب کا جو سردے گی تو میں لے لوں گی

تاگہاں فعدہ نے دی اہل حرم کو یہ خبر ہند آتی ہے بڑے جاہ و جہل سے ادھر
بھریں نقرہ و زر کی ہیں جلو کے اندر پرکیزیں تو ردا اوڑھے ہیں وہ ننگے سر

ہر قدم ہوتی ہے بیہوش وہ شیدائے حسین

ہائے نعت بھی کہتی ہے بھی ہائے حسین

کہتی ہے قیدیوں کی شور و ہنگامے مارا مجھ کو اس ہائے حسین کی صدا نے مارا
ان کے سردار کو کس فوج جہانے مارا کیا وہ سید تھا جسے اہل دغا نے مارا

ایک بجلی سی کیلجے پہ مرے گرتی ہے

ننگے سر قاطعہ آنکھوں کے تلے پھرتی ہے

مر گیا کونسا یہ خاصہ ہادی لوگو اس وجہن حمد و ملک کرتے ہیں زاری لوگو
لے چلو سوتے بھف میری سواری لوگو ہوگی مشکل وہیں آسان ہادی لوگو

خبر سے ہیں مرے آقا تو دوسرے ہوں گے

درد مرقہ میں علی بیٹے کو روتے ہوں گے

درد زخماں پہ ہوا اتنے میں انہو کمال بولے وہاں کے بڑے دولت و عمر و اقبال
قید و اضمو دعا دے کے کردو استقبال زن حاکم کا ہے زخماں میں نزول اجلال

تم کھلے سرتے حضور اب حسیں چادر دیں گی

رحم دل ہیں ابھی زخماں سے رہا کر دیں گی

مہریاں ہوں گی تو خلعت ابھی پہنا دیں گی صبح کو بھڑیاں بھی پاؤں کی کٹوا دیں گی
عذر حاکم نہ کرے گا جو یہ سمجھا دیں گی نام جس شہر کا لوگے وہیں پہنچا دیں گی

قصر شاہی سے جو تشریف یہاں لائی ہیں

پردہ کش کرنے کو تم سب کی حضور آئی ہیں

دم بخود رہ گئیں سیدائیاں سن کر یہ صدا ہوگی قطع زباں تیغ حیا سے گویا
دم نہ تھا جان نہ تھی ہوش نہ تھا مہر نہ تھا قمر قرآن کے بچے بھی کہ کیا قہر ہوا

یوں حرم لوٹتے تھے بکڑے ہوئے آہن میں

ذبح ہو کر ہڈی دیں تڑپے تھے جیسے رن میں

در زندان پہ قدم بند نے رکھا ناگاہ اور باہر سے قیدیوں نے کہا بسم اللہ

لوٹریاں آگے بڑھیں کبھی ہوئیں پیش نگاہ پیچھے دامن لیے ہاتھوں میں خواتین امراء

نر پر رکھے کوئی کرسی زر ہر آئی

کوئی بظلوں میں لیے نگلیے و مسند آئی

زہی حاکم کی یہ مشقت یہ لباس پُر زر اور ہاتھوں حسین اپنی علی نگلیے نر

نہ مدائن نہ مدینہ نہ پور نے شورش دونوں سرکار میں نہیں رہنے کو پایا یہ مگر

خون اکڑ کا لگائے ہوئے پیشانی پر

روتی تھی اپنی گرفتاری و جبرانی پر

لوٹریاں تھیں زہی حاکم کے جلوں میں جوہوں دکھتی کیا ہیں کراک شیر ہے آہن میں نہیں

لاغر دھت تن و قاذ کش و تختہ دہاں منہ پہ سلی کے نشان پخت پہ دلوں کے نشان

ساق پا قاتے سے زنجیر میں قمرانی ہے

استخوانوں سے لڑنے کی صدا آتی ہے

سب نے نوکر طرف بند یہ کی نوحہ گری دیکھیے شام کے زنداں میں چراغ سحری

کیوں مسلسل کیا یہ تو ہے عدم کا سفری یاد حق سے ہے خبر غفلت سے ہے بے خبری

کس نے دم بند کیا طوق جنا سے ان کا

سلسلہ مٹا نہ ہو شیر خدا سے ان کا

نگلی لب سے مہاں ہے کہ سمجھوں گی ہے جاس چپ سے بیہوش ہے پر شکر خدا کا ہے حواس

نہ بچھونا ہے نہ نگلیے نہ عمامہ نہ لباس سر کو زانو پہ جھکائے ہوئے بیٹھا ہے اُداس

لنگر طوق سے سیدھا نہیں ہو سکتا ہے

نہ تو ہو سکتا ہے پیار نہ ہو سکتا ہے

جج میں زانوئیں کے سر کی ہے کیا حرکت دشاں نور کی رمل پہ گویا کہ دھرا ہے قرآن
کیا بھوں کے تلے آنکھوں سے جلی ہے میں کبھے کے طاق میں روشن ہے چراغ ایماں

قلم قدرت حق جیلا نورانی ہے

لوح محفوظ کی اثبات کو پیشانی ہے

سورۃ نور جو پڑھتا ہو تو چہرا دیکھو ایلاہ القد ہے کاکل سے ہو پدا دیکھو
شجر طور کے بدلے قد زیبا دیکھو پد بیضا کے عوض آبلہ پا دیکھو
کیوں نہ یاں صل علی منہ سے ہمارے نکلے

صدقہ ان پاؤں کے جن سے یہ ستارے نکلے

جھنڈی میں ہے یہ پتلی سی کلائی روشن یا بلال شب اذل کے ہے چو گرد گہن
دیکھنا بی بی گلے میں ہے یہ طوق آہن یا کہ ہالے میں خورشید فلک جلوہ نگن
بی بی قربان ترے اس کی رہائی کر دے

ہاتھ ہم باندھتے ہیں عقدہ کشائی کر دے

ہند نے دیکھ کے رائیوں کی طرف دی یہ صدا خاک پر در نجف ہائے پڑا ہے کس کا
کس کا یوسف ہے یہ زنداں میں گرفتار بلا کیسے بے قدر ہو تم قدر نہیں اس کی ذرا
کام آخر ہوا اک دم میں یہ دم توڑتا ہے

ایسے پیار کو بجا بھی کوئی نہجوزتا ہے

گرد حلیہ کے پھری پھر وہ بحال فقیر رکھ دیا پاؤں پہ سر اپنا بتا کر زنجیر
بولے وہ کون یہ چلائی کنبہ ہیز السلام اسے رن و طوق و سلاسل کے اسیر
ہے وصیت کا محل مرنے پہ تیار ہے تو

کچھ کفن کے لیے رکھتا ہے کہ تادار ہے تو

غم نہ کھا مگر و کفن میں تجھے دوں گی وادہ نکلے سرتیرے جنازے کے چلوں گی ہمراہ
مرنے والے ترا کیا نام ہے اور کیوں ہے جاہ بولے سولا ابھی چالیس برس بیٹا ہے آہ

نام بکس بھی ہے قیدی بھی ہے نادار بھی ہے

حال یہ ہے کہ اسیری بھی ہے آزار بھی ہے

ہند نے پوچھا مرض کیا ہے کہا بے پداری رو کے وہ بولی دوا کیا ہے کہا لوح گری

گمر جو دریافت کیا کہنے لگے در بدری بولی لیتا ہے خبر کون کہا ہے خبری

آہ کرنے کا سبب پوچھا تو شرمانے لگے

تازیانوں کے نشاں پست پہ دکھلانے لگے

بولی وہ کوئی عصیاں یہ ٹی یہ تعذیر رو کے فرمایا گتہ کچھ بھی نہیں ہے قصیر

اُس نے منہ پیٹ لیا اور کہا کب سے ہو اسیر بولے دسویں تھی عرم کی جو پہنی زنجیر

کچھ کفن کے لیے ہمراہ نہیں لایا ہوں

باپ کو چھوڑ کے ہے گور کفن آیا ہوں

بولی وہ کوئی ترے سر پہ ہے اسے خاک نہیں سر اٹھایا سوئے گردوں کے خداوند زمیں

ہاتھ پیروں کی طرف کر کے پکارا وہ حزیں یہ ہمارے لیے ہم ان کے لیے ہیں فکریں

بابا صاحب کے گلے پر جو نہ بھجرا پھرتا

۳۱

ان کے سر کھینچنے نہ میں کانٹوں پہ در در پھرتا

نن کے جلد کے کلام اُس نے فرموں سے کہا صاف کہنے کے فہموں کا ہے سچہ بخدا

م گیا حیدر کزار کی باتوں کا مزا اب چلو راہوں سے پہنچیں نہ اسے دیں ایذا

پاس پیروں کے جو وہ صاحب شہرت آئی

اور خاتون قیامت پہ قیامت آئی

شانِ نسب پہ نظر کر کے کہا یا داود خلد سے فاطمہ زندان میں آئیں کیونکر

دیکھا ہانو کو تو یہ کہنے لگی وہ ششدر ہائے ایران کی شیرازی ہے کہیں نکلے سر

قدرتِ خالقِ قیوم نظر آتی ہے

کوئی نہٹ کوئی کلثوم نظر آتی ہے۔

بولی نہت کر نہ لے نہت و کلثوم کا نام وہ مجی زادیاں ہیں قہد میں اُن کا کیا کام
ہے فغسب فاطمہ کی اہل کے حق میں یہ کلام توبہ کر جوش میں آئی بی زباں اپنی تمام

ہلوے میں عزت محبوب الہی آئے

اور جہاں میں نہ قیامت نہ تجاہی آئے

دن کو جس بی بی کا مردہ بھی نہ نکلا باہر شام میں پھرنے لگیں پیشیاں اُس کی قدر و
جن کی تعریف کی منبر پہ مجی نے اکثر اُن کو لوٹیں گے مسلمان تھیں آیا ہار
جن کو اللہ و نبی حُرمت و عزت دیں گے

چادر میں اُن کی بھلا صاحب ایمان لیں گے

ہند بولی کہ بُری ہوتی ہے حرم دنیا اغیا پر نہیں کیا کیا ستم اُمت نے کیا
مصلحتے کون سے راضی گئے اُمت سے بھلا مرتے دم تک رہیں نالاں مری بی بی زہرا

دُشمن ہانڈ پہ لگا وہ کہ پھر اچھا نہ ہوا

ہاتھ مہدومہ کوئین کا سیدھا نہ ہوا

شام مرداں کو رن میں کیا اُمت نے اسیر زہر حشر کو مخالف نے دیا بے قصیر
اُب فقط چلتیں پاک میں ہے اک شبیر اُن کی بھی جان کے دشمن ہیں ہزاروں بے ہر

جتن دل کے مرے اس رنج سے بیٹنے میں نہیں

کوئی کہتا تھا کہ شبیر دینے میں نہیں

ظلم گزرے ہیں جو آگے وہ ہیں ایک ایک کو یاد کر بلا میں کوئی گھر تازہ ہوا ہے برباد
لائی ہے مال و اثاثہ پہ ابن زیاد یا اٹھی رہے سرکار حسینی آباد

کل مجھے لوٹ کا اسباب جو دکھلایا تھا

اک پہننے چاہے پہ حاکم کو بھی غش آیا تھا

اک ظلم ہے اُسی اسباب میں طور شیدائیاں منک پہنجے میں بندگی خوں میں پھر ہر اہلش
ایک گہوارے کی خوشبو سے یہ ہوتا ہے میاں کہ ابھی اُنھ کے سدھار ما ہے کوئی غلوہ دباں

بچ میں نکلیوں کے منہا ساشلو کا دیکھا

دودھ اگلا ہوا اور داغ لہو کا دیکھا

چادر میں بھی کٹی پٹی سی ہیں بوسیدہ کمال آفتکار اُن سے ہے سیدانوں کے فقر کا حال

نویںیاں پھسلپاں رو ہالیاں بندے خلخال سر کہیں تن ہیں کہیں تیلوں کے پھل خون میں لال

اسی غارت میں کچھ اسباب نیا بیاہ کا ہے

تھ ہے اک بھڑی کی سہرا کسی خوشاہ کا ہے

اک انگوٹھی اسی اسباب میں نکل ناگاہ لال تھا اُس کا تئیں خون سے مالک کے آہ

میں نے جک جک کے جوی اس کے تھیلے پہ لگا دیکھتی کیا ہوں کہ مرقوم ہے ماشاء اللہ

جب اُسے سوجھتی ہوں جان نکل جاتی ہے

صاف خوشبوئے حسین ابن علی آتی ہے

اُس نے اسباب کی تفصیل جو نبی ہلائی تھا یہ نزدیک کہ نسب کہے ہے ہے بھائی

کہا کبریا نے کہ شادی نہ مجھے داس آئی دولہا کے مردے پہ تقدیر نے تھ بڑھوائی

بھولے والے کے تصور میں پکاری پاؤ

ترے صدقے ترے گہوارے کے داری پاؤ

ہند ایک ایک کے قدموں پہ گری گھبرا کر لود و دہائی دی کہ اب چپ نہ رہو شرما کر

ذبح کر ڈالو مجھے ایک چھری منگوا کر کس مصیبت میں چڑی آہ عمل سے آکر

ذکر چھڑ کا کرتی ہوں تو رو دیتی ہو

نام جب پہنچتی ہوں سر کو جھکا لیتی ہو

کہا نصیب نے نہ اس بات پہ ہودامن کیر نام وارث کا ہمارے بھی ہے یکس چھڑ

مال و اسباب ہمارا بھی لٹا ہے قصیر پیٹ کر اُس نے کہا ہائے دل پر تیر

یہ گزارش مری زہرا کے لیے مانو تم

اُس انگوٹھی کو میں منگواتی ہوں پچھانو تم

کہہ کے یہ خاتم شاہ شہدا مشکوئی ایک لٹری مکی دوڑی ہوئی اور لے آئی
ہند سب راجوں کے آگے وہ انکھی لائی بہر تعظیم انھی ہیر خدا کی جانی

غل ہوا شاہ شہیداں کی نشانی آئی

لوگو ذہرا کے سلیمان کی نشانی آئی

آئی اس غل میں یہ آواز بول نکلیں اے اسیر دہرے لال کا ہے سرخ نکلیں
کات کر لاش کی انگلی کو لے آئے ہیں نصیب دیکھیں سیدائیں سرہند کے ہے ہے فہر دہرے

کہا تھلا کے سکھنے نے میں پچان گئی

یہ انکھی مرے بابا کی ہے قربان گئی

سو گھٹے سو گھٹے انکھتری شاہ دہن ہو کے بیپوش گری جب وہ قلعہ شکس
کہا نصیب نے کہ ہے ہے مری محبوب رسن پڑ گیا غل کہ تصدق ہوئی بھائی پہ بہن

یولو اے مریم ثانی مری صاحبزادی

میری بی بی کی نشانی مری صاحبزادی

ہول آتا ہے مجھے ہوش میں آگے بی بی کبھی جاتی ہے سکھنے نہ ملاؤ بی بی
ہند دیتی ہے قسم نام بتاؤ بی بی بچے سب روتے ہیں آواز شاہ بی بی

انکھو تعظیم کو ذہرا کا پھر آیا ہے

دیکھو دہرا پہ فہر کا سر آیا ہے

یم واجنم سے کی نصیب بیکس نے لگا ہند نے رو کے کہا آہ می زوی آہ
میں دیکھتی تھی کہ گھر ہو گیا ذہرا کا تاج یہ حسین اور نہیں، بن علی ہے والد

نور حق خاک میں پوشیدہ و پناہ کب ہو

میں تو پہلے ہی یہ کبھی تھی کہ تم نصیب ہو

خفیہ میری خطا ہر جناب فہر میں دی پدے میں دہم پھر بلے میں اسیر
کہا نصیب نے کہ پھر اس میں تری کیا نصیب اسی قابل تھی حسین بن علی کی ہشیر

خوب حاکم ترا بی بی حق و باطل سمجھا

پھر فاطمہ کو ذبح کے قابل سمجھا

ناگہاں نور خدا سے ہوا زنداں روشن سر دیوار ہوا شاہ کا سر جلوہ گلن
چشم ہر سو گراں، غرق بنوں خشک دہن لب انجاز سے جاری تھا ہر اک دم یہ سخن
دیکھ اے ہند بہن بھائی کی تقدیر یہ ہے

سر شیر میں ہوں غولیر شیر یہ ہے

نذر دینے لگی زینب کو روا وہ منوار آئی زہرا کی صدا بنی نہ لینا زہار
بے کفن ہے ابھی جنگل میں ہمارا دلدار دھوپ میں لاش پڑی ہے نہ کفن ہے نہ مزار
دیکھوں کب دفن مرا لخت جگر ہوتا ہے
لاش پر شیر خدا آتا ہے اور روتا ہے

سُن کے یہ دبیوں کے ساتھ کیے بندے بن اور کہا کون ہے ہانوائے امام کو مین
بانو چٹائی کہو بولی وہ ہاشیوں دشمن سنتی ہوں آپ کا معلوم ہے ہم شکل حسین
جان قربان جمالِ حُسن امداد کروں

دو مری گود میں امیر کو تو میں پیار کروں

گود خالی اسے دکھلا کے یہ بانو نے کہا بی بی امیر کہاں، امیر ہوئے بابا پہ فدا
تین دن تک مرے ششماہ کو پانی نہ ملا مجھ گیا ہائے طُغیاب تیر سے نٹھا سا گلا
دودھ اگلے ہوئے جنت کو سدھارے امیر

نام لے کر مرا ہے ہے نہ پکارے امیر

بس دیر اب نہیں تصنیف کا یارا باقی گو کہ مضمون نئے ہیں، ابھی کیا کیا باقی
یہ ابھی رہے جب تک کے یہ دنیا باقی تعویذ دار رہیں شاہ کے ہر جا باقی

جو نامانِ خلقِ انبی طالب ہوں

ناب کل کے مخالف پہ سدا غالب ہوں



گنجینہ جسے رب ہدا دیتا ہے
وہ راہِ عطیئے خدا دیتا ہے
خاموش جہاں کے ہیں ظرف خالی
دریا میں ہیں موتی وہ صدا دیتا ہے



رجہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
دل میں وہ فردوسی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

سلام

بھری دامن میں لی جب کربلا کے بن کی خاک
 اے سلاخی میں نہ لوں فردوس کے گلشن کی خاک
 خاک اس کے منہ میں جو اس کو کبے گلشن کی خاک
 بولے منہ آرام شیعوں کا مجھے منظور ہے
 دن میں بھر حرب جب آئے لہم شرق و غرب
 دھڑا الفت قوی ہے تو بنا کر سجدہ تو
 قبر کی راحت ہے کیا؟ اغلاس ابن بو تراب
 شمر و عمر کی رشتہ خوبی سے یہ ثابت ہوا
 جب تک ہوگا نہ محشر ہے یہ شکل فاطمہ
 نانا کے روئے سے نکلے شام یہ کہتے ہوئے
 گر گئی نظروں سے اپنے دلائی ایمن کی خاک
 ایک ذرہ گر طے بھیڑ کے مدفن کی خاک
 نور ہے اے بھری بھیڑ کے مدفن کی خاک
 دیکھنا خاک شفا ہوگی مرے مدفن کی خاک
 پر تو عارض سے چنگی ذرہ ذرہ زن کی خاک
 ہاتھ میں رکھو سودا مظلوم کے مدفن کی خاک
 دین کی دولت ہے کیا؟ بھیڑ کے دامن کی خاک
 وہ جہنم کا دھواں یہ خلد کے گلشن کی خاک
 منہ پہ منہ کا خون سر پر کربلا کے بن کی خاک
 ہے مقدر میں ہمارے کربلا کے بن کی خاک

مریم زخم گنہ پوچھا جو بھیٹی سے دیر
 لکھ دیا نسخہ لگا بھیڑ کے مدفن کی خاک

جب داغ بیکسی نہ سکیۃ اٹھا سکی

جب داغ بیکسی نہ سکیۃ اٹھا سکی کچھ درد دل نہ خوف کے بارے سنا سکی
کھائے ملائے شمر کے جب تک کہ کھا سکی سن کم تھا دکھ بہت تھے نہ برداشت لاسکی
دوئی تو خالوں نے جفا بے شمار کی

آخر یہ جبر دیکھ کے موت اختیار کی
مر آہ کی تو شمر پکارا خوش ہو اور چپ ہوئی تو بے پاری نے کہا کہ رو
کہہ نہ شدت عطش میں پکاری کہ پانی دو کہہ یاد کر کے رہ گئی بابا کی پیاس کو
سوئی جو آنسو پونچھ کے چشم پر آب سے
ہے ہے حسین کہہ کے پھر اٹھ بیٹھی خواب سے

دل میں سا گیا تھا جو شمر لعیں کا ڈر سوتے میں بھی جھپک کے یہ کہتی تھی رات بھر
فریاد چھیٹتا ہے کہہ شمر بد کہہ اہاں بچاؤ آتا ہے درد لیے عمر
ننہب پھوپھی پھپھالو بکھیر دھڑکتا ہے
سجاد بھائی دیکھو وہ غولی گھڑکتا ہے

چپ تھی تو چپ تھی بولتی تھی تو ڈری ہوئی دان شمر آیا فن من یہاں تھر تھری ہوئی
تھی آہ بات بات میں لب پر دھری ہوئی اور دہسماں بگلے کے لبو سے بھری ہوئی
دم رکھنے لگتا تھا تو رس کھول دیتی تھی
سن کر صدائے شمر رس ہاندہ لیتی تھی

فاتوں سے رفتہ رفتہ یہ لاغر بدن ہوا مشکل سے اُٹھتی بیٹھتی تھی غم کی جلا
آواز بند ضعف سے منہ پیاس سے کھلا تھا پست برگ گل کی طرح چرے سے جدا

ہاری تھے آنسو آنکھوں سے اور خون کان سے

پیدا تھا شور ہائے حسینا زبان سے

حرف درشت خالوں نے بار بار کہا ٹیکس نے سن لیا نہ کسی کو برا کہا
اللہ دے میرے بھی نہ پوچھا کہ کیا کہا دیکھا فلک کو یاس سے خدا کہا
کیا کیا نہ خلق کھلے حضرات کے کہہ گئی

یہ ٹیکسی سے دیکھ کے منہ سب کا رہ گئی

بن فرس سوتے سوتے جی پیراں میں گرد رہنے لگا ترپتے ترپتے بدن میں درد
دل غم سے چلتے چلتے ہوا زندگی سے سرد تھا قاتل کرتے کرتے بدن تنگ چہرہ درد
چلا کے رونا شمر کی دہشت سے چھٹ گیا

یاس تک گھا بندھا کہ دم آخر کو گھٹ گیا

جب یاس تھکتی رو کے بچا کو پکارتی دیکھتے جو کان شاہ ہدا کو پکارتی
آتا نہ جب کوئی تو خدا کو پکارتی جینے سے تنگ ہو کے قضا کو پکارتی
کہتی تھی نے بچا نہ امام ام رہے

شرعیوں کی گمڑیاں کھانے کو ہم رہے

حال شب دقات سیکھ رہے یاد گار گویا کہ اپنی مرگ تھی ٹیکس پہ آشکار
ملتی تھی شام سے وہ گلے سب کے بار بار ماں کی بلائیں ملتی تھی وہ ماں کی غمگسار
صلیم کو پوچھی کی کہی سر جھکاتی تھی

تھی بے خطا پہ سب سے خطا بخشواتی تھی

کبر اسے پیچھے پیچھے بھی کرتی تھی یاس کل اک جگہ میں جاؤں گی اس گھر سے سہاں
دکھ کر وہ پوچھتی تھی کہو تو کہاں کہاں صدارے میں تو قفل ہے ہاتھوں میں رہ سہاں
یہ کہتی تھی کہ قفل لگا ہے تو کیا ہوا

زندان ہے بند باب جہاں ہے کھلا ہوا

زندان سے کہتی تھی یہ کبھی وہ اسیر غم ہو جائے گا کل ایک ترا سبھیں کم
 میت کسی کی لٹنے کی منہی سی مقدم بانو سے یہ خطاب کبھی تھا بہ چشم غم
 اک تازہ موت ہوئی نبی کے گمرانے میں
 اماں لٹو کی آج کی شب قید خانے میں

بانو پکاری لٹ تو بچی اب لٹوں گی کیا ہے نہ نام لٹنے کا لو تم پہ میں فدا
 گوہر چنے ملانچے لگے کان شق ہوا لٹنے سے میری بیٹی کا پر دل نہیں بھرا
 نخب کی پشت لوگ ستان سے نکار ہے

لٹنے کا میری بی بی کو پھر انتظار ہے
 اب کیا لٹنے کا مال نہیں در نہیں رہا اکبر نہیں رہے علی امیر نہیں رہا
 رہنے کو قید خانہ رہا گمر نہیں رہا ہاتھوں میں ریمان ہے زیور نہیں رہا
 دولت ہے کوئی جسے زنداں میں کھوؤں گی
 رونا تھا جس کو رو بچی اب کس کو روؤں گی

کبڑا ہے تم ہو اور یہ سجاد ناتوان کمر یہ بچے تو نام ہے ورنہ ہوں بے نشان
 وہ بولی سب رہیں گے سلامت پہ میں کہاں ماں نے کہا خدا نہ کرے آہ میری جاں
 وہ بولی کھل ہی جائے گا اماں جو ہوئے گا

بابا کی رونے والی کو کل کئیہ روئے گا
 غم سے ہمارے قید کا اور بے روائی کا آگے مرے نہ طور ہوا کچھ رہائی کا
 لگا کلا نہ طوق سے سجاد بھائی کا حاکم نے سرد یانہ شبہ کر بھائی کا
 عرصہ کفن پہننے میں اپنے بھی کیا رہا

پر حیف سر پہو بچی کا مری بے روا رہا
 پھر رو کے بولی آپ ہی بچا ہے یہ لگاں کبڑا اسیر دیس پر لایا کفن کہاں
 عالم عدد زمانہ فنی مشرف جہاں کیا نیکی کا وقت ہے ہم پر کہ اماں

نیکس ہوں کر دیا جو اسیرِ دین مجھے
ہے کون بعد مرگ جو دے گا کفن مجھے

اب میری موت ایسی مبارک کرے خدا مرے ہی میرے قید سے سب کتبہ ہو رہا
جاتا رہے بخارِ برادر کا بے دوا جنت کو میں رواں ہوں مدینہ کو اقربا
فل ہو سیکند لے کے بلا سب کی مرگنی
حیدر کی پوتی مشکلیں آسان کر گئی

عابد سے پھر کہا جو نہ جنت کریں لیں جانا پسند کرنے کو خود قبر کی زمیں
پھر سبے پاؤں دیکھ کے بولی نہیں نہیں ایسے مریض اٹھ کے سنبھل سکتے ہیں کہیں
تکلیف تم نہ کرنا کہ حالتِ تغیر ہے
دفن دیں طے گا جہاں کا خیر ہے

یہ کہہ کے ماں کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر آنکھوں میں خوابِ خواب میں آئی وہیں پدر
کپڑے لہلہاں تن پاک خون میں تر لیکن نہ ہاتھ جسم مبارک میں ہیں نہ سر
شہدِ رگ کئی ہوئی یہ کراست دکھاتی ہے
ہیم صدا سیکند سیکند کی آتی ہے

بیچان کر سیکند صدائے شہ زماں تسلیم کر کے لپٹی کہا واہ بابا جاں
جب ہم طمانچے کھا چکے تب آئے ہو یہاں کتنی قحی میں اب آنکھیں کے جوشاہ بے کسوں
کھلواؤں گی گلے کو میں ہاتھوں سے باپ کے
سو ہاتھ بھی نظر نہیں آتے ہیں آپ کے

مشکل کشا کے لال کہو ہاتھ کیا ہوئے میں نے سنا تھا ذبح شہد کر دیا ہوئے
ہے بے یہاں تو ہاتھ بھی دونوں جدا ہوئے گویا دہانِ زخم سے شاہ ہدا ہوئے
دھوے پہ سر دیا تھا ترے بابا جان نے
اے نبی ہاتھ کاٹ لیے ساربان نے

لو آخری سلام کرد جا کے ماں کو اب جنت میں قافلہ نے کیا ہے تمہیں طلب
 وہ بولی پھر ملو گے نہ شلہد عرب فرمایا حق کو دیتا ہوں ضامن میں تکتہ لب
 عزت سے باپ غلط میں تھہ کو بلانے کا
 تن جائے گا تو سر ترے لینے کو آنے کا
 یہ سن کے چوگی اور لی سب سے یک دگر پھر ہاتھوں سے اندھیرے میں ڈھونڈا پھر ابھر
 جس پر کہ ہاتھ پڑ گیا بولی پھر پھر چلائی ماں پھر کہاں قیدی ہیں خاک پر
 یہ ہم ہیں اور بچے ہیں فحش میں پڑے ہوئے
 اس نے کہا پھر بھی نہیں تھے کھڑے ہوئے
 اماں نکلاں سناؤں غلط کہتی ہوں میں کیا جس سینے پر میں سوتی تھی میریوں سے ہے چہتا
 شہدہ دگ کا خون بند ابھی تک نہیں ہوا ہے ہے کچھ اور تم نے سنا ہاتھ ہیں جدا
 ہے ہے طبق نہ ارض و سما کے آلت مجھے
 سر تو کتنا تھا ہاتھ بھی بابا کے کٹ مجھے
 سن کر یہ حال ہو گیا سب کا جاہ حال کھولے سکھوں نے گرد کیلئے کے اپنے ہال
 منہ پہنے اس قدر کہ ہلا عرش ذوالجلال خواب اجل سے چھٹا پڑے زلیوں نصال
 بولیں خواہیں ہے یہ سب خوشین کا
 ماں سے کیلئے مانگی ہے سر مصیق کا
 یہ سن کے اس نے طشت میں بھجوا دیا سر بیٹی کے لینے کے لیے آیا سر پھر
 رکھا گیا جو طشت طحانی زمین پر سرپوش اس کا الٹا کیلئے نے دوڑ کر
 حسرت سے باپ بیٹی نے باہم نگاہ کی
 سرنے بھی رو کے آہ کی اس نے بھی آہ کی
 دلیں جو ابھی دیکھیں کہا لو کہ کتنی لاؤ مہماں مرا جیسا ہے پانی کوئی پلاؤ
 لینے کو بابا آئے ہیں رخصت کو میری آؤ اماں کفن مٹاؤ سواری مری مٹاؤ

قاسم بھی بیٹھائی کو اکبر بھی آئے ہیں

لو دیکھو گھنٹوں علی اسٹڑ بھی آئے ہیں

کرتی ہوں اک وصیت آخر میں سوگوار اماں بچا کی روح سے جاتی ہوں شرمسار

کچھ ہو سکا نہ مجھ سے وہ مجھ پر ہوئے تار دنیا میں جب ہلالِ عمرم ہو آشکار

میری طرف سے فاتحہ سچے کا دیجئے

ہشتم کو حاضری مرے سچے کی کچیجئے

یہ کہہ کے سر جھکا دیا پیش سر پھر اور بولی ہے تو ناب مشکل کشا کا سر

اے سر تو میری موت کی سختی کو بھل کر آئی عاکڑے ہیں علی بھی سر ہانے پر

سر کی جبین پہ اپنی جبین دھر کے رہ گئی

کلہ پڑھا بلائیں لیں اور سر کے رہ گئی

جب گل ہوا چراغِ حرم ملکِ شام میں یعنی سیکند مرگنی یادِ امام میں

دیکھے ستم یزد کے دوبار عام میں شہ کے سلام کو مگنی دارالسلام میں

دنیا میں داد دس نہ ملا داد خواہ کو

چاکر نشان طمانچوں کے دکلائے شاہ کو

غل پڑ گیا حسین کی عاشق نے کی قضا بانو نے نہیں دیکھی تو پایا نہ دم ورا

چلائی صدقے جاؤں مجھے دے گئیں دعا اپنی کہی نہ میری سنی آہ کیا کیا

اصغر کو کچھ پیام بھی میں نے دیا نہیں

تم چل بسیں اور اماں نے رخصت کیا نہیں

باپ کی پیاری ماں کی ملائی نہاں تو کھول لاتی ہوں شربت اے میری بھائی وہاں تو کھول

ماں دور ہی ہے دیدہ گوہر نشان تو کھول مہماں بند ہے گلے سے نہ چارہ سہاں کو تو کھول

دادی مگوہیں گی آؤ کہ رانجیں ستوار دوں

بی بی کا یہ پھٹا ہوا کرتا اتار دوں

اصغر کی بھولی ہاتھی سٹاؤ ٹار ماں اکبر کا ذکر کر کے زلاؤ ٹار ماں
سلی کا نخل ہم کو دکھاؤں ٹار ماں بابا کو چاکے گھر پہ بلاؤ ٹار ماں
ماتم کے لفظے ہیں نہ روے کے جوش ہیں

بی بی جواب غموش ہیں تو سب غموش ہیں

منہ ڈھانپے کا وقت ہے پچھلا پیر ہوا بابا کو تیرے روتی ہوں میں منہ چھپا چھپا
کرتے سے منہ کو ڈھانپ کے پہلو میں بیٹھ جا ماں صدقے کیوں غموش ہے آواز تو سنا
ماتم سرا یہ گھر تھا ترے جین کرنے سے

دعاں سونا ہو گیا بی بی کے مرنے سے

ہاں کس کے پاس رہتیں نہ کر بلا نہیں بی بی کے باز اٹھانے کے خاطر چچا نہیں
نادار ماں ہے پانی نہیں اور غذا نہیں پر اب کفن کے واسطے ہے ہے ردا نہیں
اماں کے پاس رہنے کی ایذا اٹھا چکیں

بی بی طمانچہ شہر سٹکر کے کھا چکیں

تم نے جو شام کو مرے زانو پہ سر دھرا میں کبھی تھی کہ کان کا کچھ درد کم ہوا
آتی ہے آج سونے کو خود میری مدد لگا اس درد لا علاج کی مجھ کو خبر تھی کیا
آباد گود کی تھی مری خالی کرنے کو

کیوں بی بی آج سوئیں مرے پاس مرنے کو

در نہیں تھی جو بی بی کو ملکِ عدم کی راہ بیاں اس سبب سے ماں کا زیادہ ہوا تھا آہ
کہتی تھی مجھ سے شام کو ہو جاؤ گی جاہ باور نہ مجھ کو آتا تھا اے نور چشم شاہ
مجھ سی رفیقِ بنی مری آہ چھٹ مٹی

بچی تھیں تم میں لٹ مٹی واللہ لٹ مٹی

اکبر ہر نہ ہوتے تھے بابا سے ایک دم اصغر سے اور تم سے بہلا تھا میرا غم
اب نا امید ہو گئے دلوں طرف سے ہم غم دیدہ میرے دکھ کی صدا کھائیں گے قسم

نقدیر کیسی ہو گئی مجھ شستہ حال کی
ششما ہے وہ گزردہ گئے تم چار سال کی

بانو کے ہیں سن کے حرم روئے بے شمار سن کر یہ غل پکارا یزید ستم شعار
بھجولیا شہ کا سر بھی اور ان کو نہیں قرار آئی خبر کہ باپ پہ بیٹی ہوئی غار
ایسی کسی کی موت نہ ہوگی زمانے میں

سیدانی بے کفن ہے پڑی قید خانے میں

اس نیکی پہ رویا یزید اور یہ کہا جاکر کہو حرم سے کہ اے آل مصطفیٰ
احسان سے میرے اب نہ کرو غیرت دہیا سامان مجھ سے لے لو سکیں گے دُفن کا
پردے میں شب کے سوپ وہ اس تک ذات کو

داوی کی طرح دُفن ہو پرتی بھی رات کو

آئے مہنی ملازم حاکم سوئے حرم حاکم نے جو کہا تھا ستایا وہ یک قلم
نائب پکاری آل رسول خدا ہیں ہم غیرت ہمارے ساتھ ہے غیرت کے ساتھ ہم
عرصہ جو اس کے دُفن میں ہوگا تو کیا ہوا

بے گور باپ بھی تو ہے دن میں پڑا ہوا

مردے کا پردہ کرتا ہے اب بانی جفا لاش اس کی دُفن رات کو ہو اس سے خاکدہ
اٹھ جائے گی غریب کی میت کو اٹھایا کیا پردائے شامیانہ ڈرتیں نہیں ذرا
خیرات کو نہ لعل نہ طاقت چاہیے

مضیٰ سی قبر چھوٹا سا تابوت چاہیے

اب تو بڑا سلوک یہ ہے قیدیوں کے ساتھ آیا ہے لوٹ میں جو ہمارا تہکات
بھجوا دے اس میں سے علم شاہ تک ذات اور وہ ردا کہ اوزمی تھی زہرا نے تاوقات
زخماں سے اپنے گھر جو سکیں روانہ ہو

بس وہ ردا کفن ہو علم شامیانہ ہو

جب یہ پیام حاکم بے رحم نے سنا اسباب اس نے بھیج دیا اہلیت کا
سادات میں دوبارہ قیامت ہوئی چا کفتا کے مردہ نئے سے تابوت میں رکھا
ذخیریں پہنے اہل حرم اٹھ کھڑے ہوئے
میت کے گرد آن کے چھوٹے بڑے ہوئے

کبرا نے منہ کو ڈال کے تابوت میں کہا بھیجا وطن کو جاتے ہو یا سوئے کر بلا
دوکر پکاری بانو کہ اے آل مصطفیٰ بخلا دو حادثہ یہ نیا مجھ پہ ہے پڑا
بالیں پہ یا کر پانچتی کو خاک اڑاتی ہے
ماں کس طرح سے بچی کی میت اٹھاتی ہے

آئی برا سر ہانے تو سر نیچے ہیں رسول اور پانچتی کو ہال کھلے روتی ہیں بھول
ہیں داس و چپ علی و حسن ششدر و ملول کرو بیاں عرش کا ہے اس جگہ نزول
پھرتی ہے گرد روح شہیدان کر بلا
قبر اس کی صاف کرتا ہے مہماں کر بلا

اس طرح اس جنازے کو لے کر چلے حرم مانند شامیانے کے کھولے ہوئے علم
جب مقبرے میں شام کے پہنچے امیر غم اور قبر میں وہ مردہ اتار بچشم غم
بالائے قبر اہل حرم روئے شور سے
آواز آئی بچے کے رونے کی گود سے

جک جک کے دیکھا بھدوں نے تو یہ نظر پڑا اصغر کو گود میں لیے ہیں سرور ہوا
اصغر ہے ان کی گود میں خواہر کو دور ہوا نسب نے لے کے مردے کو ہاتھوں پہ یہ کہا
اپنی نشانی دختر خیر شکن سے لو
لو بھائی جان اپنی امانت بہن سے لو

بچی کو تو بلایا مجھے کب بلاؤ گے یا اور کچھ دنوں مجھے در در پھراؤ گے
کیا اک مجھے کو سب کے مزا میں رلاؤ گے بیواؤں بہن کو نہ کیا تم چھڑاؤ گے

آئی دعا کہ قید کی مدت گزر چکی

اب غصے ہے مرنا تھا جس کو وہ مر چکی

یہ سن کے بانو گر پڑی فحش کھا کے ایک جا اور سب نے دفن میت معصوم کو کیا
بانو کو ہوش آیا تو وہ دیکھتی ہے کیا پانی سے تر ہے مزار ایک نما سا

بجلی قلع کی مبر کے خرمن پہ گر پڑی

بہل کی طرح دوڑ کے دفن پہ گر پڑی

ہوئی پت پت کے لہ سے دلاہلی ہے ہے ہے یہ میری چار برس کی کٹائی ہے
کس بے وطن کو ہائے یہ منزل خوش آئی ہے ہے ہے یہ قبر غمی سی کس کی بنائی ہے

مجھ سے نہ بچھا قبر پہ جھٹتے بچھا دیے

کس نے یہ خاک میں مرے ارماں ملا دیے

سونے کی تھی زمین پہ نہ حالت سیکند کو کچھ قبر میں بچھا دیا ہے بولو ضامبو
سر رکھ کے پھر لہ پہ کہا ماں ٹار ہو سوتی ہو یا کہ روتی ہو بی بی جواب دو

اس قبر سے چھٹیں کہ جہاں سے چلی گئیں

داوی کے پاس روٹھ کے ماں سے چلی گئیں

بی بی کے بھولے پن کی میں دانست پر فدا نے کعب نے نجف نہ مدینہ نہ کربلا
سونے کو یہ مقام پسند آپ نے کیا اب تو بھلا قریب ہوں میں غم کی چٹلا

پھر کیا کروں گی چھٹ کے جو ٹھرب کو جاؤں گی

آئی دعائے فاطمہؑ میں روز آؤں گی

ناگاہ آکے شمر نے خضر سے یہ کہا اب قید خانے کو چلو آے آل مصطفیٰ
بس دو چکے حرار سیکند بھی بن چکا نصب پکاری جبر نہ کر بہر کبریٰ

جائیں کہاں حواس ہمارے بجا نہیں

مرقد پہ فاتحہ بھی ابھی تو پڑھا نہیں

وہ بولا میں یہ عذر نہ مانوں گا زہار اُٹھو تو اُٹھو ورنہ سزا دوں گا بے شمار
لے کر جاکیں قبر کی بولی وہ دلفگار جس بات کا تھا خوف وہی اب ہے روپگار

یاں شمر رہے دچا نہیں مجھ اسیر کو

لو بی بی تم کو سوچا جناب امیر کو

تم کو تمہاری قبر کو اللہ کی پناہ پھر آؤں گی اگر مجھے آتا طے کا آہ
یہ کہہ کے قید خانے کی لی مقبری سے راہ بس اے دہر بس کہ مرا حال ہے تباہ

ہوں پہنچی حضور خدا و رسول ہو

یہ مرثیہ بچن سکیئے قبول ہو



کتابیات

- آب حیات، مولانا محمد حسین آزاد، رام نرائن بنی مادھو، الہ آباد، 1962
- ایوب الصاحب، مرزا سلامت علی دہر، مطبع نجفی، دہلی، 1876
- اسلوب، عابد علی عابد، اسرار کریمی پریس، الہ آباد، 1976
- اردو مرعے میں مرزا دہر کا مقام، ڈاکٹر مظفر حسن ملک، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1976
- انجمن شاعری، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، گلوب آفٹ پریس، دہلی، 1981
- اردو مرعے کا ارتقا، ڈاکٹر مسیح الزماں، دہلی پرنٹنگ پریس، الہ آباد، 1969
- اردو رہائی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مطبوعہ کراچی، 1962
- انتخاب مرثی دہر، رام نرائن، الہ آباد، 1962
- المیزان، سید نظیر الحسن رضوی فوق، مطبع فیض عام، علی گڑھ، 1916
- انتخاب مرثی دہر، ڈاکٹر اکبر حیدری، اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ، 1980
- اردو مرعے کے پانچ سو سال، عبدالرؤف عروج، کراچی، 1961
- باقیات دہر، ڈاکٹر اکبر حیدری، مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، 1994
- بیہرہ انجمن، شاد عظیم آبادی، لاہور، 1974
- تفہیم البلاغت، دیاب اشرفی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1992
- حلاوت دہر، کاظم علی خاں، لکھنؤ، 1979
- دہستان دہر، ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1966
- دربار حسین، افضل حسین عابد لکھنؤ، مطبع اثنا عشری، دہلی، 1338ھ

- حیات دیر حصہ اول، افضل حسین ثابت لکھنوی، مطبع سبک سلیم پریس، لاہور، 1913
- حیات دیر حصہ دوم، افضل حسین ثابت لکھنوی، مطبع سبک سلیم پریس، لاہور، 1915
- دختر ماتم، جلد اول تا جلد ہشتم، دیر، مطبع احمدی، لکھنؤ، 1896، 1897
- دختر دیر، ڈاکٹر ہلال نقوی، محمدی انجیو کیشنل پبلشرز، کراچی، 1995
- رزم نامہ دیر، سرفراز حسین خیر لکھنوی، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1954
- رزم نگارانی کربلا، ڈاکٹر سید صفدر حسین صفدر، ندوت پر غرر، لاہور، 1977
- رباعیات دیر، مرحب سید سرفراز حسین خیر لکھنوی، نکلائی پریس، لکھنؤ، 1952
- اردو رباعیات، ڈاکٹر سلام سندیلوی، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1962
- سج منانی، مرحب سید سرفراز حسین خیر لکھنوی، نکلائی پریس، لکھنؤ، 1349ھ
- نوسالہ سرفراز لکھنؤ دیر نمبر، مرحب کاظم علی خاں، سرفراز قوی پریس، لکھنؤ، 1975
- شعار دیر، مرحب مہذب لکھنوی، یونائیٹڈ پریس، لکھنؤ، 1951
- شاعر اعظم مرزا دیر، پروفیسر اکبر حیدری، اردو پبلشرز، لکھنؤ، 1976
- شمس النبی، مولوی صفدر حسین، مطبع اشاعشری، دہلی، 1298ھ
- ماہنامہ کتاب نما دیر نمبر، مرحب عبدالقوی دستوی، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، 1975
- کاشف الحقائق جلد اول، امداد امام اثر، مطبع اشار آف انڈیا، 1897
- کاشف الحقائق جلد اول، امداد امام اثر، مکتبہ مصین الادب، لاہور، 1956
- فساتح عجائب، رجب علی بیک سرور، عظیم پبلشرز، الز آباد، 1969
- مرزا دیر اور ان کی مرثیہ نگاری، ڈاکٹر نفیس طاہر، لیتھو پریس، پٹنہ، 1987
- مراثی دیر جلد اول، مرزا دیر، نول کشور پریس، لکھنؤ، 1875
- مراثی دیر جلد دوم، مرزا دیر، نول کشور پریس، لکھنؤ، 1875
- ماو کمال، مہذب لکھنوی، سرفراز قوی پریس، لکھنؤ، 1961

- مرزا دیر کی مرشد نگاری، ایس اے صدیقی، راحت پریس، دیوبند، 1980
- مرزا سلامت علی دیر، ڈاکٹر محمد زماں آزدوہ، مرزا پبلشرز، حسن آباد، سری نگر، 1985
- ماونو، راولپنڈی، دیر نمبر، مدیر فضل قدیر، راولپنڈی، 1975
- سواربہ انیس و دیر از شلی خوانی، ڈاکٹر فضل امام، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1988
- نادرست مرزا دیر، ڈاکٹر صفدر حسین، چمن بک ڈپو، دہلی، 1977
- واقعات انیس، سید مہدی حسن احسن کھنوی، مطبع اصح المطابع، لکھنؤ، 1908
- یادگار انیس، میر احمد علوی، سرفراز پریس، لکھنؤ، 1957

Back Page

فلک مرثیہ کے اگر میراجس آفتاب ہیں تو یقیناً مرزا دیر مہتاب ہیں۔ مرزا دیر اردو کے وہ ممتاز شاعر ہیں جنہوں نے نہ صرف سب سے زیادہ مرثیے تصنیف کیے بلکہ اردو میں سب سے زیادہ شعر کہنے کا سہرا بھی ان ہی کے سر رہا۔ مرزا دیر ایک عمدہ رباعی گو اور مثنوی نگار بھی تھے۔ اگرچہ مرزا دیر کے مرثیوں کی تعداد 850، رباعیات کی تعداد 1330 اور سلاموں کی تعداد 130 سے زیادہ ہے لیکن اس کتاب میں چند مرثیوں، چند رباعیوں، چند سلام اور تیس رباعیات کے ساتھ ان کی حیات اور فن کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ اس صوتِ کلام سے مرزا دیر کے خاص اسلوب 'دیریت' سے واقفیت ہو سکے۔ دیر کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دیر کے کلام کی چھاپ کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ فصاحت ہو کہ بلاغت، محاسن زبان ہوں کہ مناسبت و بدائع، محاورے ہوں کہ روزمرہ، نادر تشبیہات ہوں کہ جدید استعارے سب نجوم کے لشکر کی طرح مرثیے کے آسمان پر اپنی چمک دکھاتے ہیں۔

اس کتاب کے مولف ڈاکٹر سید تقی عابدی اگرچہ پیشے سے طبیب ہیں لیکن اردو ادب کے ممتاز ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ شاعر بھی ہیں۔ اب تک ان کی چالیس سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مرزا دیر پر ان کی سات کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جیسا کہ دیریات، غالبیات اور اقبالیات کے موضوعات پر یہ اپنی خاص شناخت رکھتے ہیں۔